کلیاتِ باقی باللہؒ

یعنی

مجموعۂ کلام و رسائل و ملفوظات و مکتوبات

مرتبہ

مولانا ابو الحسن زید فاروقی صاحب نقشبندی مجددی

و

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی ایم اے پی ایچ ڈی (علیگ)

باعانت محکمۂ اوقاف مغربی پاکستان

ناشران

ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ لاہور

۱۰/-

نعت سماع ص ۱۳۷ حدیث فان ذکرنی فی نفسہ الخ کا [illegible] مطلب ص ۸۲

صلے اللہ علیہ وسلم

۸۸ - اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیری -

اللہ است

۱۵۰ - سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرستادہ اسم جامع

۱۵۰ - در کسوت بشریت درآمد

۱۶۰ - کلام حضرت شیخ مقتبس از مشکوٰۃ نبوی است صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۲ - تخلقے از اخلاق الٰہیہ متحقق گشت

۱۷۳ - محمد احمد بلا میم ست اور ا باخاکیاں چہ نسبت او در یتیم ست -

۲۰۸ - نعت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

۲۱۲ - زمین بوس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

وہو السمیع البصیر

لیس کمثلہ شیٔ

محمد عبد الغفور قادری رضوی غفرلہ

کلیاتِ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

مجموعۂ کلام و رسائل و ملفوظات و مکتوبات

مرتّبہ

مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب نقشبندی مجدّدی

و

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی ایم اے۔ پی ایچ ڈی (علیگ)

باعانت محکمۂ اوقاف مغربی پاکستان

ناشران

ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ لاہور

طابع ــــــ ملک محمدؐ عارف

ناشران ــــــ ملک دین محمدؐ اینڈ سنز
بہ اعانت
محکمہ اوقاف مغربی پاکستان

مقامِ اشاعت ــــــ اشاعت منزل، بُل روڈ، لاہور

مطبوعہ ــــــ دین محمدؐی پریس، لاہور

قیمت ــــــ دس روپے ستّر پیسے بلا جلد
قیمت مجلد دس روپے ۱۰۰۰/

فہرس

مقدّمہ

(محمد عبدالمجید یزدانی ریسرچ سکالر شعبۂ تعلیم و مطبوعات محکمۂ اوقاف حکومتِ مغربی پاکستان لاہور)

یوں تو کسی بھی مصنّف کی نثری یا شعری تخلیقات کا جائزہ لینا کچھ آسان نہیں ہوتا لیکن مشکل اور بھی بڑھ جاتی ہے جب صاحبِ تخلیق ایک آگاہِ راز سالک، ایک باعمل صُوفی اور ایک صاحبِ مقام ولی و بزرگِ دین بھی ہو ـــــ اور پھر یہ وادی سراپا خارزار بن جاتی ہے جب تبصرہ نگار بیچپارا ان ہونے کے علاوہ تر دامنِ رُوسیاہ بھی ہو اور تر دامنی بھی وُہ نہیں کہ ع دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں۔ بلکہ وُہ کہ ذوقِ عصیاں ہی سرمایۂ زیست اور متاعِ حیات ہو ؎

دریائے معاصی تنک آبی سے ہُوا خشک

میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہُوا تھا

پس خواجہ باقی باللہ علیہ رحمت کی تخلیقات کے بارے میں ہماری خامہ فرسائی گویا جگ ہنسائی کا اہتمام ہے۔ "اہلِ جرح" کی ناوک اندازیاں ہونگی اور ہمارا دلِ داغدار کہ زخم کھانا اور لذّت اُٹھانا ہی جس کا منتہائے مقصُود ہے ؎

کیوں نہ ہوں ہدفِ ناوکِ بیداد کہ ہم

آپ اُٹھا لاتے ہیں گر تیر خطا ہوتا ہے

حق تو یہ ہے کہ حضرت خواجہ کی تمام شعری و نثری تحریروں کا نچوڑ ایک جملے میں بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ "بیانِ توحید باری تعالیٰ ہی ان کے کلام میں جاری و ساری ہے۔" اسی ایک گلِ خوش رنگ کا مضمون ہے جسے انہوں نے سو نہیں ہزار ڈھنگ سے باندھا ہے ع

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

لیکن میں نے ذوقِ حضوری کی خاطر اس حکایتِ لذیذ کو ایک حد تک طول دے دیا ہے۔
حضرتِ خواجہؒ کے نگارشات کا جائزہ تنقید و تبصرہ کے عام اصولوں کے تحت لینے کی کوشش سوءِ ادب ہے۔ جہاں مصنّف کا مقصدِ تحریر یہ نہ ہو کہ فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے جائیں، انشا پردازی کے جوہر

دکھائے جائیں، نازک خیالیوں اور رنگین بیانیوں سے ذہنوں کو محظوظ و برانگیختہ کیا جائے ـــــ بلکہ اس کے برعکس جہاں نثر کے ساتھ شعر کو بھی قصداً ذریعہ ابلاغ ٹھہرایا جائے۔ اور جہاں تحریر ایک خاص اور واضح مقصد کی حامل ہو اور مقصد بھی خالص دینی و مذہبی ہو وہاں نظم و نثر کو جانچنے کے فنی اصول اور تنقیدی پیمانے کہاں ساتھ دے سکتے ہیں ـــــ جہاں صریر خامہ نوائے سروش اور ندائے غیب کا درجہ رکھتی ہو وہاں تبصرہ و جرح کا کیا کام؟ جہاں ہر لفظ پر ایک بھرپور شخصیت کی جھلک آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہو وہاں حسنِ تحریر اور حسنِ بیان کی حیثیت ثانوی بھی نہیں رہ جاتی۔ وہاں تو نگاہیں اسی عکسِ روح پرور کے خد و خال متعین کرتی رہ جاتی ہیں اور نظارۂ جمال کی فرصت بھی میسر نہیں آنے پاتی ؎

نظارۂ جمال کی فرصت کہاں ملی محفل کا اُن کی جاہ و حشم دیکھتے رہے

پس حضرت خواجہ کی نظم و نثر کا ذکر آپ کی حیاتِ بابرکات سے علیحدہ طور پر نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کثرت اسی وحدت میں جلوہ فگن ہے (اور شاید یہی جدید تنقید کا بنیادی تقاضا بھی ہے) بہرحال "کیسے کہا" کے بجائے "کیا کہا" ہمارا اصل موضوع ہے۔

حضرت خواجہ کے حالات و سوانح پر مشتمل کوئی مکمل یا باقاعدہ کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری یوں بہت سی کتابوں میں آپ کا ذکر ملتا ہے لیکن ایک آدھ صفحہ یا زیادہ سے زیادہ ایک باب کی صورت میں مثلاً خواجگانِ نقشبند پہ کوئی تذکرہ ہے تو اس میں خواجہ کا ذکر جزواً آجاتا ہے، اولیائے کرام پر کوئی تصنیف ہے تو وہاں آپ کا نام مل جائے گا۔ زیادہ تر آپ کا ذکر ان مقالوں، رسالوں یا کتابوں میں ہے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے بارے میں لکھی گئی ہیں۔ مرتب کلیات نے زبدۃ ابوالخیر کی سوانح باقی باللہ کا حوالہ دیا ہے لیکن لاہور کی کسی لائبریری میں کم سے کم وہ مجھے دستیاب نہ ہو سکی۔ ممکن ہے اس میں سوانح نگاری کا حق ادا کر دیا گیا ہو لیکن اس میں سے جس قدر حوالے مرتب نے دیئے ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس قدر مواد تو شاید شیخ اکرام کی تصنیف "رودِ کوثر" میں بھی موجود ہے حالانکہ وہاں بھی خواجہ کا ذکر صرف ایک باب میں ہی کیا گیا ہے۔ بہرحال دو ہفتے کے اندر اندر جس قدر معلومات حاصل ہو سکی ہیں انہی کی روشنی میں یہ مقدمہ ترتیب دیا گیا ہے اگرچہ میری جہالت و نادانی کی تاریکی میں یہ روشنی مدھم ضرور پڑ گئی ہوگی۔

نام و ولدیت آپ کا اسمِ گرامی محمد الباقی تھا۔ والدِ ماجد کا نام قاضی عبد السلام سمرقندی بتایا

گیا ہے اَور بعض جگہ "قریشی" کا لفظ بھی آخر میں لکھا ہوا ہے۔ اکثر وقت آہ و بکا میں گزرتا تھا جس سے خود ان کا صاحبِ حال ہونا بالکل عیاں ہے۔

نسب یہ عنوان قائم کرتے ہوئے مجھے ندامت سی محسوس ہو رہی ہے۔ نہیں معلوم کہ کسی صاحبِ کمال کا تذکرہ اس کے نسب و نسل کے بغیر نامکمل کیوں تصوّر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کی عظمت و فضیلت، کسبِ کمال کی مرہونِ منّت ہوتی ہے نہ کہ نسب کی؟ یہ عنوان مجبوراً اِس لئے قائم کیا گیا ہے کہ مرتّب کلیات نے اس پہ خاص طور پر بحث کی ہے اور لطف یہ ہے کہ آخر میں خود ہی جامؔی کا یہ شعر بھی نقل کر دیا ہے ؎

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کُن جامؔی
کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

بہر حال ثابت یہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ خواجہ صاحب سیّد نہیں تھے بلکہ تُرک تھے کیونکہ آپ کے والد قوم خلج سے تھے جو ایک تحقیق کے مطابق ترک قوم کی ایک شاخ ہے اور دوسرے دعوے کی رُو سے افغان قوم کی ایک شاخ ہے اور خلجی اسی سے مشتق ہے۔ یوں لفظ خلج خود ہی خلجان میں پڑ گیا تو پھر ترک و افغان کا فیصلہ کیونکر کیا جائے؟ اِس ضمن میں خواجہؒ کے وہ اشعار بطور سند پیش کئے گئے ہیں، جو آپ نے اپنے فرزند کی ولادت پر کہے ہیں ؎

گل شکرے بو العجبے دست داد	شکّرہ ہندی و گل ترک زاد
بلکہ ز کشمیر گل زعفران	شد شکر آلودۂ ہندوستاں

دراصل یہ جو استعارہ و تشبیہ کی زبان میں باتیں ہو رہی ہیں، ولادتِ فرزند پر اظہارِ مسرّت کے طور پر ہیں، ورنہ خواجہ کا مقصد اپنے حسب نسب کی نشاندہی کرنا نہیں ہے۔ کہ یوں تو پھر مادیّت سے گزر کر حقیقت تک رسائی اور نفس سے خالی ہو کر حق میں زندہ و باقی رہنے کے تمام دعوے باطل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ تو عجیب تضاد ہو گا کہ ایک طرف تو اس فرمان کو مشعلِ راہ بنانے کی تلقین کی جائے کہ "تم میں وہی برگزیدہ ہے جس کے اعمال اچھے ہیں"۔ اور دُوسری طرف "خلجی" و "ترک زاد" ہونے پر اظہارِ فخر کیا جائے! اگر کہیں ان کا سبطِ سادات ہونا ثابت ہوتا بھی ہے تو وہاں یہ بحث چھیڑ دی گئی ہے کہ "سبط" عربی میں نواسے کو کہتے ہیں پوتے کو نہیں کہتے۔ یہ نہ تصوّر کیا جائے کہ راقم کو خواجہؒ کے سیّد ہونے پر اصرار ہے بلکہ مقصود یہ جتلانا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ بحث ہی سرے سے بیکار اور غیر مفید ہے اور خود ان صوفیاء کی تعلیمات کے منافی ہے

جن کی زندگیاں انہی بُتانِ رنگ و خُون کو توڑنے میں صرف ہوگئیں۔

لقب باقی باللہ حضرت خواجہ کا لقب ہی کہنا چاہیئے۔ اور یہ اِس لئے ہؤا کہ آپ کو اِتباعِ کامل کی بدولت بجز حق سبحانہٗ تعالیٰ اور کوئی مطلب ہی نہ تھا پس باقی باللہ کہلائے۔ اس کے علاوہ آپ کو "بیرنگ" بھی کہا جاتا ہے معلوم نہیں کیوں ممکن ہے اِس کی وجہ وُہ عاجزی اور انکساری ہو جو آپ کی ذات میں بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی۔

ولادت و وفات حضرت خواجہ کا سالِ ولادت ۹۷۱ھ مطابق ۱۵۶۳ء ہے۔ اور یہی سالِ ولادت آپ کے عظیم المرتبت مرید و خلیفہ امامِ ربانی حضرت احمد سرہندی مجدّدِ الفِ ثانی کا بھی ہے۔ اللہ اللہ کیا اِتصالِ رُوحانی ہے ؎

تیرے جلووں کو دیکھیں اور مرے دِل کی طرف دیکھیں
کہاں ہیں اِتصالِ موج و ساحل دیکھنے والے

سالِ وفات ۱۰۱۲ ہجری یعنی ۱۶۰۳ء ہے۔ گویا کل مدتِ حیات کم و بیش چالیس برس اور بس ایک رباعی میں بڑے لطیف پیرائے میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے ؎

صحرانشیں زسیل حذر کن کہ آستیں — تر می کنم بہ گریہ و افسردہ می روم
آں گلبنم بہ باغِ تو کز یک نسیمِ لطف — نشگفتہ ام ہنوز کہ پژمردہ می روم

تعلیم و تربیت خواجہ کو ابتداہی سے حصُولِ علم کا شوق بحدِ جنون تھا چنانچہ حصولِ علم کی منزلیں بڑی تیزی سے طے کرنے لگے۔ لیکن ایک مجذوب نے ایک دن بڑے معنی خیز انداز میں یہ کہہ کر کہ ؎

درکتبِ و ہدایہ نتواں دید خدا را
آئینۂ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست[1]

آپ کی دُنیا ہی بدل ڈالی۔ اب آئینۂ دل کو دیکھنے کی دُھن سوار ہوگئی، اور نجانے کہاں کہاں لئے پھرتی رہی، ایک بیقراری تھی کہ چین نہ لینے دیتی تھی ؎

بار بار اس کے در پہ جاتا ہُوں — حالت اب اِضطراب کی سی ہے

کتنے ہی بزرگوں کے آستانوں پہ حاضری دی۔ اور کتنی ہی بشارتوں سے سرفراز ہوئے۔ اور آئینۂ

---

[1] رودِ کوثر

دل کو اتنی جلا دی کہ حقیقت کا صحیح عکس اس میں نظر آنے لگا۔ خود دیکھتے ہیں۔ "ہر گاہ ملامتے می رسد در خود می نگریم و یک بد صفتے در خود می یابیم و ایں اشارت را موعظۂ غیبی میدانیم" ___ اللہ اللہ کیا مقام ہے اور کیا آگاہی! اسی خیال کو ظفرؔ نے یوں شعر کا جامہ پہنا دیا ہے ؎

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

تربیت کے سلسلے میں متعدد بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ مکتوبات میں فرداً فرداً سب کے نام گنوائے ہیں لیکن اس ضمن میں ان کی یہ تحریر ملاحظہ ہو :

"........ پیر سہ است، پیرِ خرقہ، پیرِ تعلیم، پیرِ صحبت .... اگر کسے از پیرِ صحبت بہ راہِ صحبت بکمال رسیدہ باشد اورا بہ پیرِ تعلیم کہ تلقینِ ذکر ازو بگیرد حاجت نبود، مثلاً شخصے کہ بمنزل رسید بعد از اں اورا باسپ خریدن حاجت نباشد۔"

اسی لگن میں سفر و سیاحت کے دوران کہا جاتا ہے کہ خواجہ بہاء الدین نقشبند عالمِ از خود رفتگی میں سامنے آئے اور خواجہ صاحب نے ان سے فیضِ روحانی حاصل کیا۔ یوں بظاہر اگرچہ تعلیم ادھوری رہی لیکن یہ ادھوری ہے تو پھر پوری کسے کہتے ہیں!

خلافت

ماوراء النہر کے صوفی درویش خواجہ امکنگی نے عالمِ خواب میں کہا :

"ہماری آنکھ تمھاری راہ پر لگی ہے۔"

اور انھوں نے خلیفہ بنا کر آپ کو ہندوستان بھیجا۔ اسی خرقۂ خلافت کو حاصل کرنے کے لیے بعض مریدوں کی عمریں گزر جاتی ہیں اور ایک وہ ہوتے ہیں کہ خود پیر و مرشد ان کا انتظار کیا کرتے ہیں۔ بعینہٖ یہ صورت خود خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجددؒ کی پیری و مریدی اور عطائے خرقۂ خلافت کی تھی۔ کہ خلافِ عادت خواجہ نے حضرت مجددؒ کو اپنے ہاں قیام کی دعوت دی، اور پھر اور بھی زیادہ خلافِ معمول استخارہ کیے بغیر ان کو مرید کیا۔ اور سلوک کی منزلیں دو اڑھائی ماہ میں طے کرا دیں۔ اور اس کا اعتراف بکمال عقیدت حضرت مجددؒ نے خود بھی کیا ہے۔

ورودِ ہند

حضرت خواجہ کی چہل سالہ حیاتِ بابرکت کا نہتم بالشان واقعہ ان کا سرزمینِ ہند میں تشریف لانا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ انہیں یہاں خاص طور پر بھیجا گیا تھا۔ ہماری مراد اس بشارت و اشارت سے ہے جو حضرت خواجہ کو ہندوستان آنے کے سلسلہ میں ہوئی تھی۔ ہمارے جدید نقاد و محقق اپنی تحریروں کو زیادہ سے زیادہ سائنٹفک بنانے کی دُھن میں اس پہلو سے ذرا گریز کرتے ہیں۔ لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ یُوں تو ایمان بالغیب کی ساری عمارت ہی دھڑام سے نیچے آ رہے گی۔ جب ہم ان دیکھے خُدا، نادیدہ فرشتوں، اور وحی و الہام پر عقیدہ رکھتے ہیں تو کشف و کرامت اور اشارت و بشارت کے ذکر سے کیوں شرمائیں؟ حقیقی نائبانِ رسول سے دُنیا کب خالی رہی ہے، مصلحین کے زندہ نمونے ہی تو سُنتِ الٰہی کو ہمیشہ زندہ رکھتے ہیں —— پس اس نظامِ ظاہری کے علاوہ کوئی تو نظام اور بھی ضرور ہے کہ انسانیت قعرِ مذلّت میں گر کر پھر سے کھوئے ہوئے راستوں کو پا لیا کرتی ہے۔ اور سیاہ خانے پھر سے منوّر ہو جاتے ہیں۔ نبوت و دلیل اور برہان و استدلال کے علاوہ ایک اور شے بھی ہے جسے وجدان کہتے ہیں، اور یہی وہ طاقت ہے کہ عقل جس کے آگے سپر ڈال دیتی ہے ہم اس موضوع پر خواجہ کی شاعری کے باب میں اظہار کریں گے تاہم یہاں خُود خواجہ کی تحریروں میں سے، دو ایک اقتباسات ایسے پیش کرتے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی زندگی میں بشارت و اشارت کو کتنا دخل تھا۔ شیخ تاج کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

" دیگر سید نجای کہ ادور ترقی دارد، چوں در خدمتِ شما است چہ حاجت کہ ایں جا بیاید۔ اگر از غیب اشارتے برسد و ناچار باید آمد آں چیزے دگر است
ع من کیم لیلیٰ و لیلیٰ کیست من "

ایک شخص کو تحریر فرماتے ہیں:

"پیش ازیں بیک روز یک نوعے اشارت شد بانکہ اہمال در توجہ بجانب شما نکنیم واز ہمیں جا غائبانہ نیز ہمت بر ترقی شما بر بندیم، بتوفیق اللہ تعالیٰ تقصیر نخواہیم کرد —— "

آگے چل کر لکھتے ہیں:

—"اشارت خواجہ بزرگ براین است کہ شمارادریں وقت تنہا نگزاریم، ہر چند کہ ازیں جانب غافل نیستیم، چہ تواں کرد کہ مارا خادم شما ساختہ اند۔"

ان مثالوں سے جہاں ہمارے نقطۂ نظر کی وضاحت ہو جاتی ہے وہاں حضرت خواجہ کی (مقامات بلند پہ فائز ہونے کے باوصف) مسکینئ طبع کتنی روح پرور مگر رقت انگیز ہے۔ سبحان اللہ کہ ہے ہیں اس کی روحانی تربیت لیکن کہتے ہیں خود کو اس کا خادم — !

مزید وضاحت کے لیے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت کا ہر معاملے میں استخارہ کرنا تو ہر تذکرہ و تاریخ کی رُو سے ثابت ہے۔ وہ بھی تو اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ پھر غایت انکساری کے علاوہ اُن کی ایک خاص بات "ستر احوال" ہے یعنی چھپاتے تھے ان باتوں کو — آخر کچھ تو تھا جسے چھپاتے تھے! اور راز کو راز رکھنے کے لیے مکشوفات کو ہمیشہ خواب سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دین و ایمان کی بنیاد ہی معجزات و خوارق پر ہے بتانا صرف یہ مقصود ہے کہ یہ باتیں معدوم یا کالعدم نہیں ہیں — اگرچہ صرف انہی پہ دار و مدار کرنا بھی ضروری و مناسب نہیں لیکن یہ کہ ان کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا — ورنہ خود خواجہ نے مولانا روم کا یہ شعر اس ضمن میں نقل کیا ہے ؎

موجب ایمان نباشد معجزات
بوئے جنسیت کند جذب صفات

بہرحال خواجہ کو حضرت امکنگی نے خلافت کا خلعت خاص اسی لیے بخشا تھا کہ وہ ہندوستان جا کر اصلاح حال پہ توجہ دیں۔ اور وہ خاص مشن حضرت احمد سرہندی کی تربیت کرنا تھا جن کے فیض سے آگے چل کر کتنے فتنوں کا سدباب ہونا تھا — ! چنانچہ حضرت خواجہ وفات سے چند سال قبل ہندوستان میں آئے، کچھ عرصہ کشمیر اور ایک سال کے قریب لاہور میں رہے اور بالآخر دہلی پہنچ کر قلعہ فیروز شاہ میں تادم آخر مقیم رہے۔ اس قلعہ کی فیروز بختی کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ یہی وہ مرکز تجلیات تھا جو حضرت امام ربانی کے لیے تجلی گاہ ایمان و ہدایت بنا۔

---

۵ تذکرۂ اولیائے نقشبند

مکمل و مفصل سوانح کی کمیابی

حضرت خواجہ کے مکمل سوانح حیات اور مفصل حالاتِ زندگی اس لیے میسر نہیں کہ ہندوستان میں ان کی آمد زندگی کے آخری حصے میں ہوئی[1] اور وہ بھی اس وقت جب عہدِ اکبری کے مشہور مؤرخ وفات پا چکے تھے۔ خود انھوں نے اپنے حالات تحریر کرنے کے بجائے تبلیغ و اشاعت دین پہ زیادہ زور دیا ہے۔ پھر یہ کہ ان کی مدتِ حیات بھی بہت مختصر رہی ورنہ شاید یہ پہلو اس قدر تشنہ نہ رہتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے مرید و خلیفہ کی شہرت اس درجہ ہوئی کہ لکھنے والوں کی زیادہ توجہ ادھر ہی رہی اور خواجہ کا ذکر ان کے ساتھ ہی محض جزواً یا ضمناً کیا جانے لگا۔ اور پھر ایک ایسے صوفی باعمل کے حالاتِ زندگی کا سراغ لگانا آسان بھی تو نہیں کہ جس نے ظاہری سے زیادہ باطنی منزلیں طے کی ہوں جن کا علم سوائے اس کی ذات کے کسی کو مشکل ہی سے ہو سکتا ہے۔ درویشانہ زندگی تھی ـــ دربار سے منسلک ہونا درکنار، اس سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور شانِ استغنا کا یہ عالم کہ خان خاناں نے ایک لاکھ کی رقم حج کے لیے بھیجی تو خفا ہوئے اور فرمایا کہ یہ فقیر کی شان کے خلاف ہے[2] ـــ نواب مرتضٰے خاں جو عموماً شیخ فرید کے نام سے مشہور ہیں اُمرائے وقت میں خاص درجہ کے مالک تھے لیکن خواجہ کے غلام بے دام تھے اور تحفظِ دین کے لیے جو کچھ انھوں نے کیا خواجہ ہی کے فیض و برکت کے طفیل تھا۔ جس طرح ان امرا سے بے نیاز تھے ویسے ہی بادشاہ کی انھیں کوئی پروا نہ تھی۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"ایں جماعت کہ مصاحبِ مائند، ایشاں را نیز در صحبتِ دیگراں فرستیم و خود مجرد باشیم، مرضی ہست یا نہ اندیشۂ بادشاہ را در خاطر نیارند۔"[3]

یہ الفاظ درحقیقت بڑے معنی خیز ہیں اور ممکن ہے ایک تازہ ترین بحث کے سلسلے میں کچھ کام آسکیں۔ ہم اس کا مختصر ذکر یہاں کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

اکبری فتنۂ کفر و الحاد

حضرت خواجہ جب دہلی پہنچے تو اکبری کفر و الحاد کا فتنہ زوروں پر تھا اور دین الٰہی کا دربارِ اکبری میں طوطی بول رہا

---

1. رودِ کوثر
2. تذکرہ اولیائے نقشبند
3. تو پھر مجدد الف ثانی کی گردن جہانگیر کے سامنے کیونکر جھک سکتی تھی؟
4. حیاتِ مجدد

تھا۔ یہاں ذہن میں یہ سوال اُبھر آتا ہے کہ حضرت خواجہ نے اس فتنہ کے قلع قمع کے لیے کیا کیا؟ مجدد الف ثانی نے جو کچھ کیا تاریخی طور پر اس کا تعلق عہدِ جہانگیری سے ہے۔ تو کیا خود اکبر کے عہد میں یہ بزرگ خاموش تماشائی ہی تھے ——— ؟ اس سلسلے میں ابوالکلام آزاد نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ اکبری کفر و الحاد کا قلع قمع انہی بزرگوں نے کیا۔ لیکن شیخ اکرام نے رودِ کوثر میں اس نظریہ کی صحت سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ اکبری فتنہ کا خاتمہ خود اکبری عہد کے امرا ہی نے کر دیا تھا۔ کیونکہ عوام میں یہ دین مقبول تھا ہی نہیں، صرف خواص تک محدود تھا اور ان سے حضرت خواجہ کے اور ان کے بعد حضرت مجددؒ کے خاصے تعلقات تھے اور وہ لوگ ان کی تعلیم و ہدایت سے بہت متاثر تھے اور جو کچھ کیا انہی کی ہدایت پر کیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اکبر کے مرنے کے ساتھ ہی دین الٰہی کی بھی موت واقع ہو گئی، حال ہی میں پروفیسر فرمان صاحب نے حیاتِ مجددؒ میں اکرام صاحب کے بیان کی پُر زور تردید کی ہے اور ایک طویل بحث اس سلسلے میں کی ہے جس میں تلخی دبرہمی اعتدال سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ خصوصاً جہانگیر کا ذکر بہت جذباتی انداز میں کیا گیا ہے۔ بہرحال فرمان صاحب کا یہ کہنا بجا ہے کہ:

"اکبر کے مرنے کے ساتھ دین الٰہی کا خاتمہ ہو گیا تھا لیکن اکبر کی حکمتِ عملی سے مُلک کے اندر جو بے دینی اور بدعت کی ہوا چلی تھی وہ آندھی سے طوفان اور طوفان سے سیلِ بے ہنگام بن چکی تھی اور اکبر کے مرتے ہی اس نے اپنی تندی کو ترک کر کے سکون نہیں اختیار کر دیا تھا۔"[1]

یہ بیان جہاں بالکل درست ہے وہاں غیر شعوری طور پر مصنف رودِ کوثر کے خیال کی تائید و تصدیق بھی کرتا نظر آ رہا ہے۔ کہ یہی بات تو وہاں کہی گئی ہے کہ حضرت مجددؒ نے "آگے چل کر اکبر کی پھیلائی ہوئی بدعتوں کا قلع قمع کیا اور عہدِ جہانگیری کے رافضی رجحانات کا سدِ باب کیا۔ اکبر کی زندگی میں اگر کوئی بات ہوئی ہوتی تو تاریخیں بالکل خاموش نہ رہتیں، شیخ عبدالحق محدث اور شاہ ولی اللہ جیسے عظیم بزرگ سکوت اختیار نہ کرتے، اور خود جہانگیر حضرت کی ذات سے یوں بے خبر نہ ہوتا جیسا کہ تزک کے اندراجات سے ظاہر ہوتا ہے۔[2] اس ضمن میں کچھ عقیدتمندو ل

---

[1] حیاتِ مجدد [2] رودِ کوثر

نے یہ واقعہ ضرور بیان کیا ہے کہ اکبر نے دربار سجایا' اس میں دین الہٰی کی برتری ظاہر کرنے کے لیے مقابل میں دربار محمدّی بنایا، جو بالکل ویران سا دکھایا گیا تھا لیکن حضرت مجدّد وہاں گئے اور پھر ایسی آندھی چلی کہ دین الہٰی والا دربار تہ و بالا ہو گیا اور ہر چیز جڑ سے اُکھڑ گئی، خود اکبر زخمی ہوا اور انہی زخموں سے اس کی موت واقع ہوئی ۔ اور دربار محمدّی بالکل صحیح سلامت رہا[1] ۔ اگر یوں ہوا ہوتا تو جہانگیر حضرت مجدّد کی شان میں یوں گستاخی کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ اکبر جیسے طاقتور مطلق العنان بادشاہ سے بزور شمشیر نپٹنا بہر حال صوفیائے کرام کا کام نہ تھا جس کا اظہار بلا تکلف حضرت مجدّد نے اپنے مکتوبات میں کیا ہے ــــ لیکن جو لوگ اس کے اہل ہو سکتے تھے وہ امرائے دربار ہی تو تھے اور ان لوگوں پر یقیناً' حضرت مجدّد کا ہی نہیں بلکہ خواجہؒ کا بھی اثر تھا۔ اور آپ ہی بزرگوں کی صحبت کا فیض تھا کہ وہ لوگ کفر و الحاد کے سیلِ بے پناہ کو روکنے میں کامیاب رہے۔ اور پھر خواص و امرا کے علاوہ حضرت مجدّد نے عوام سے رابطہ قائم کر کے وسیع پیمانے پر ردِ بدعت کا اہتمام کیا اور اسی تجدید و احیائے مذہب کے باعث وہ مجدّدِ الف ثانی کے جلیل القدر مرتبہ پر فائز ہیں ۔

ہم اصل موضوع سے تھوڑا سا دُور ہو چلے ہیں ــــ (اس موضوع پر ہم کسی علیحدہ مستقل تصنیف میں بحث کریں گے) ہم یہ بتا رہے تھے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کا ورودِ ہند ہی ان کی حیاتِ مقدس کا مہتم بالشان واقعہ ہے۔ اس کے تین پہلو ہیں ــــ سب سے پہلا تو یہی جس پر ہم مختصراً تحریر کر چکے ہیں کہ قضا و قدر نے انھیں جس کام پر مامور کیا تھا وہ تھا حضرت احمد سرہندیؒ کی تربیت کرنا ۔ دُوسرا یہ کہ حضرت سرہندیؒ کے مشن کی بنیادی خشت خود رکھنا یعنی امرا و خواص سے تعلقات قائم کر کے اکبری الحاد و کفر کی بیخ کنی کرنا' اور تیسرا یہ کہ سلسلۂ نقشبندیہ کا سرزمین ہند میں رائج کرنا کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل یہاں صرف اس کا نام ہی سُنا جاتا تھا۔ باقاعدہ اس کی ترویج و ترقی حضرت ہی کا کارنامہ ہے ۔

کارنامۂ عظیم مندرجہ بالا تینوں کارناموں میں سے عظیم ترین کارنامہ' حضرت مجدّد الف ثانی کی تربیت ہی ہے ــــ حضرت خواجہ کو اس کارِ خیر کی انجام دہی سے

[1] تذکرہ اولیائے کرام

قبل ہی معلوم تھا کہ احمد سرہندیؒ آگے چل کر کیا ہونے والے ہیں ایک مکتوب کے وہ مشہور الفاظ جو مجدد سے متعلق ہر مقالہ و تصنیف میں درج ہیں ملاحظہ ہوں:

"...... بہ آں می ماند کہ چراغے شود کہ عالم ہا از و روشن گردند" ——

اور یہ پیش گوئی کہ اب اسے پیشین گوئی کہنا چاہیے حرفاً حرفاً درست ثابت ہوئی کہ اس دورِ الحاد و ضلالت میں حضرت مجدد اور ان کے خلفاء و رفقاء ہی کے باعث شمع ایمان و ہدایت پھر سے روشن ہوئی۔ اور پھر اس ایک شمع سے کتنی ہی شمعیں روشن ہوتی چلی گئیں ؎

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

اور خود اس شمع نے کسب نور خود حضرت خواجہ ہی سے کیا۔ رسمی طریقہ سے یعنی محض کتابی و درسی سلسلہ تعلیم و تعلم کی صورت میں تو برسوں کی مدت درکار ہوتی ہے لیکن یہاں کل مدت دو ڈھائی ماہ سے زیادہ نہیں تھی کہ تمام منزلیں مرشد کامل نے طے کرا دیں ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

کیا کیا رموز تھے جو اشاروں اور کنایوں ہی میں سمجھا دیے کہ راہِ سلوک و معرفت کا کوئی گوشہ مرید باصفا کی نظروں سے نہاں نہ رہا۔ اور رشتہ کی استواری کا کیا کہنا کہ خواجہ نے خود اپنے فرزندانِ ارجمند کی تربیت کا کام حضرت مجدد کے سپرد کیا اور حضرت خواجہ نے مرشد کی طرح اس حقیقت کے اعتراف سے کبھی گریز نہ فرمایا کہ انھوں نے جو کچھ حاصل کیا مرشد زادوں کے والد بزرگوار سے ہی کیا۔ ایک مکتوب میں کہ دونوں شاگردوں کے نام ہے تحریر فرماتے ہیں: (ترجمہ)

"یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد بزرگوار کے احسانوں میں غرق ہے۔ فقیر نے اس طریقے میں الف بے کا سبق انہی سے لیا ہے ...... اور ان کی توجہ شریف نے اس ناقابل کو دو اڑھائی ماہ میں نسبت نقشبندیہ تک پہنچایا ہے۔"[1]

فروتنی اور انکساری کا یہ وہی انداز ہے جو اس سلسلۂ طریقت کا طرۂ امتیاز ہے، حضرت خواجہؒ کے

---

[1] حیاتِ مجدد۔ پروفیسر فرمان۔

انکسار کی چند مثالیں ہم اُوپر دے چکے ہیں؛ اسی طرح سلسلۂ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار بھی مولانا جامی کا اتنا احترام کرتے تھے کہ ان کے نام اپنے خطوط کو "عرضداشت" سے موسوم کرتے تھے بلکہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ "خراسان میں تو آفتاب موجود ہے (یعنی جامی) لوگ اسے چھوڑ کر ماوراء النہر کے چراغ کے (یعنی میرے) پاس کیوں آتے ہیں"۔

لیکن سچے مرشد و رہبر کی طرح جہاں ضرورت ہوتی وہاں مرید کو سختی سے بھی منع فرمانے کی مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت مجددؒ نے جب منزلِ راہِ سلوک میں ایک مرتبہ ایک رُباعی حضرت خواجہؒ کو لکھ کر بھیجی تو خواجہؒ نے ان الفاظ میں اظہارِ ناخوشی کیا:

"..... دیگر آں رُباعی ملحدانہ کہ نوشتہ بودند در غایت سفاہت است۔ حاشا کہ قائل آں مقبولے باشد، زنہار، ادب نگہدارید کہ کارخانۂ الٰہی محلِ استغنا و غیرت است۔"

وُہ رباعی یہ تھی ؎

اے دریغا کیں شریعت ملّتِ اعمائی است ‏ ‏ ‏ ‏ ملّتِ ما کافری و ملّتِ ترسائی است

کفر و ایماں هر دو زلفِ روئے آں زیبائی است ‏ ‏ ‏ ‏ کفر و ایماں هر دو اندر راہِ ما یکتائی است

ظاہر ہے کہ اس میں وحدت الوجود کا رنگ بے راہ روی کی حد تک غالب ہے اور یہ خواجہ کے خلافِ مسلک تھا۔ (جس پر ہم ابھی بحث کریں گے)

نظریۂ وحدت الشہود

یہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آگے چل کر مجددؒ نے وحدت الوجود کی بجائے وحدت الشہود کا جو نظریہ پیش و رائج کیا وہ دراصل خواجہؒ ہی کی رہنمائی و تعلیم کا نتیجہ تھا۔ تصوف کی تاریخ پہ بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے لیکن موضوع چونکہ بہرحال متعلق اسی بیان سے ہے لہٰذا یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ لفظ صُوفی بعض کے نزدیک "صفا" سے مشتق ہے کہ دریں صورت اس کے معنی صفائی قلب کے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ لفظ صفوی ہی کثرتِ استعمال سے صُوفی بن گیا، کوئی کہتا ہے کہ اصحابِ صفہ سے محبت کرنے والے یا صفِ اوّل میں رہنے والے صُوفی کہلائے، کسی کا خیال ہے کہ صوف (پشمینہ) پہننے والے صُوفی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ وجہِ تسمیہ کچھ ہی ہُوا کرے یہ بہرحال مسلّم ہے کہ تصوّف

اسلامی کا وجود ابتدائے اسلام ہی سے تھا۔ اور اس پر عربی میں قدیم ترین کتاب اللمع ہے جو ابوالنصر سراج کی تصنیف ہے، فارسی میں دستیاب ہونے والی سب سے پرانی کتاب حضرت علی ہجویری کی کشف المحجوب ہے۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی نے ایک باقاعدہ تصنیف کی صورت میں مختلف کتبِ تصوّف کا حال قلمبند کیا ہے۔ اور جامی کی مشہور تصنیف لوائح کا ذکر اسی سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر کیا ہے۔

پس تصوّف کا وجود تو شروع سے ہے لیکن ہوا یہ کہ آہستہ آہستہ اس پر عجمی خیالات و بدعات تصوّرات، اور یونانی افکار یوں اثر انداز ہوتے گئے کہ بات کہیں سے کہیں جا پہنچی اور وحدت الوجود کی وہ تفسیریں اور تاویلیں کی گئیں کہ "شریعت" کی پابندی غیر ضروری قرار دی جانے لگی اور جب یہ چیز شاعروں کے ہتھے چڑھی تو شریعت کا مذاق اُڑایا جانے لگا، حالانکہ:

"قدما صوفیہ طریقت اور شریعت کو الگ الگ خیال نہ کرتے تھے بلکہ شریعت کی تکمیل ہی کا دوسرا نام طریقت تھا۔"[۵]

حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے کہ "ہمارا یہ علم (یعنی تصوّف) احادیثِ نبوی کا نچوڑ ہے" لیکن مدعیانِ وحدت الوجود نے معاملہ کچھ کا کچھ کر دیا ـــــ شریعت سے بے نیازی یہاں تک بڑھی کہ کلمہ طیبہ بھی پورا پڑھنے کی توفیق یا ضرورت نہ رہی۔ کوئی جزو اوّل پہ اکتفا کر رہا ہے تو کوئی جزوِ اوّل کے بھی نصفِ اوّل یعنی لا الٰہ ہی کو کافی سمجھتا ہے، اور کوئی لا ہی کہنے پر مصر ہے ـــــ اور دلیل ہر صورت میں یہی کہ وجود واحد ہے لہذا باقی سب کچھ ڈھونگ ہے۔ لیکن یہ بات یکسر پس پشت ڈال دی گئی کہ آخر وجودِ واحد نے یہ کائنات جو تخلیق کی تو اس کا بھی تو کوئی سبب ہوگا ـــــ کوئی مقصد ہوگا، اگر کچھ بھی نہیں تو پھر جزا و سزا، جنت و دوزخ، نیکی و بدی، فرقِ جن و انس و ملک، اور خود صوفیا کے مراتبِ قطب و ابدال و ولی، سب باطل ہو کر رہ جاتے ہیں، یہ تو خالقِ حقیقی (وجودِ واحد) کی صناعی و تخلیق پہ چوٹ ہوئی نہ کہ یقین و ایمان!

دراصل راہِ سلوک و طلب میں ایک مقام ایسا آتا ہے کہ اسے مقامِ حیرت سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس میں سالک پہ کچھ ایسی بے خودی و حیرانی طاری ہو جاتی ہے کہ دامنِ صبر و ضبط ہاتھ سے چھوٹ

---

۵ عبدالماجد دریا بادی

چھوٹ جاتا ہے لیکن یہی وہ بھٹّی ہے کہ اس میں خاشاکِ غیر اللہ کو پھونک کر خود آگاہی کا کندن تیار ہوا کرتا ہے۔

لیکن اگر جبرت و تحیّر بدستور غالب رہے تو مجذوبیت ہی حدِ فاصل بن جاتی ہے۔ تاہم یہاں بھی وہ لوگ صاحبِ مقام ہوتے ہیں جنھوں نے اس کے لیے کم سے کم ریاضت تو کی اگرچہ منزل پہ نہ پہنچ سکے۔ مگر اصل بدنصیبی وہ ہے کہ جب یہ چیز تجربہ کی بجائے فلسفہ بن کر جاہل و بے عمل صوفیوں تک پہنچی تو انھوں نے دینِ برحق کو بالکل مضحکہ خیز بنا دیا اور نتیجہ سوائے گمراہی و ضلالت کے کیا ہو سکتا تھا؟ اور یہ بات بھی ابتدا ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ ابو النصر سراج نے صوفیوں کی مختلف اقسام شمار کرائی ہیں:

۱۔ صوفی : جو مادیت سے گزر کر حقیقت تک رسائی حاصل کر چکا ہو اور اپنے نفس سے خالی ہو کر حق میں زندہ و باقی ہو۔

۲۔ متصوف : جو مجاہدہ کر کے یہ منزلیں طے کر رہا ہو اور کوشش کر رہا ہو۔

۳۔ مستصوف : جو محض جاہ و جلال اور مال و دولت حاصل کرنے کے لیے یہ ڈھونگ رچائے ہوئے ہو۔

اور پھر کہتے ہیں (ترجمہ) "صوفی صاحبِ وصول بود و متصوف صاحبِ اصول و مستصوف صاحبِ فضول۔"

اور پھر کیا خوب فرمایا کہ:

"صوفی وہ ہے جو نہ خود کسی چیز کا مالک ہو اور نہ کوئی اس کا مالک ہو۔"[1]

یہ وہی مضمون ہے جسے اقبال نے یوں بیان کیا ہے ع "نے غلام او را نہ او کس را غلام"

بات پھر کچھ دور نکل گئی۔ مقصودِ بیان یہ ہے کہ بنیادی طور پر ہر چند کہ دونوں نظریات اثباتِ توحید سے متعلق ہیں لیکن خالق و مخلوق خصوصاً اللہ اور بندے کے رشتہ و تعلق کے بارے میں دونوں میں بعد المشرقین ہے۔ پہلی صورت (وحدت الوجود) میں ع عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا یا بہت ترقی کی تو قطرہ "انا البحر" پکارنے لگتا ہے اور خالق و مخلوق کا امتیاز ہی سرے سے مٹ

---

[1] تصوف عبد الماجد دریابادی۔

جاتاہے اور عملی نتیجہ رہبانیت یا فرار کے سوا کچھ برآمد نہیں ہوتا۔ اور تخلیق کائنات کا نہ کوئی مقصد باقی رہ جاتاہے نہ معانی؛ بس یہی کہ "رام تیری لیلا ہے"۔ لیکن بصورتِ دیگر (وحدت الشہود میں) اللہ اور بندے کا خاص رشتہ ہے اور پابندیٔ شریعت اس رشتہ کی استواری کا ذریعہ ہے۔ یہاں "ہمہ اوست" کہہ کر سکون، بے عملی اور "کسے را با کسے کارے نباشد" کی فضا پیدا کرنے کی خواہش نہیں ہوتی بلکہ "ہمہ از اوست" کا نعرہ لگا کر جوش، حرکت و عمل اور "رد نقِ ہنگامۂ احرار" بننے کی دعوت دی جاتی ہے۔ یہاں توکّل سے مراد سعی و کاوش سے گریز نہیں بلکہ "گر کشت کن پس تکیہ بر جبار کن" کی تلقین کا نام ہے۔ یہاں "عالم حلقۂ دامِ خیال" نہیں ہے بلکہ سعیٔ پیہم کے ذریعے حیاتِ جاوداں کی تلاش کا نام ہے — یہ ہمہ گیری مسلکِ نقشبندیہ ہی میں دکھائی دیتی ہے اور ہندوستان میں اس کی وسیع پیمانے پر تخم ریزی اگرچہ حضرت مجدد الفِ ثانی کا کارنامہ ہے لیکن اس کی تخم ریزی کا فرض خواجہ باقی باللہ ہی نے انجام دیا — اور اگرچہ آپ خود تا دیر "وحدت الوجود" کے حیرت خانے میں بھی رہے لیکن اس وقت بھی آپ "وحدت الشہود" کی طرف مائل ضرور رہتے۔ اور "انا الحق" کا نعرہ آپ کے نزدیک تب بھی "نابینائی" کی دلیل تھا۔ چنانچہ شیخ تاج کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اما از اختلاط بصوفیانِ جاہل احتراز نمائی . . . . ہرگاہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ را بگوئی در دل بنشینی کہ نیست معبود غیر او، بدانکہ ہر چہ محبوب و مقصود تست ہماں معبودِ تست و ہر چہ ہوائے تست خدائے تست . . . .

پس بر تو باد کہ سعی کنی کہ اوّلاً حضرتِ خود را در توبے تو ظاہر سازد تا چوں دراں مقام استقامت بیابی، ہم تفصیل او در ہمہ بے ہمہ ہمہ اُو را یابی و حق را از باطل امتیاز دہی نہ آنکہ چوں نابینایاں ہمہ را خدا دانی و خدا گوئی۔"

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

"وصیتِ دیگر آنکہ با ہر کہ در باطن او طلبِ معرفتِ الٰہی نیست صحبت نداری واز علماءِ دُنیا کہ علم را وسیلہ جاہ و نفسانی خر و زبان آوری ساختہ اند چناں اجتناب نمائی کہ آدمی از شیر۔"

طریقۂ نقشبندیہ

نقش بندی سلسلے کی تاریخ مرتب کرنا ہمارا موضوع نہیں۔ یہاں صرف اشارۃً یہ بتلانا مقصود ہے کہ صوفیائے کے اس سلسلے اور دوسرے سلسلوں میں فرق کیا ہے؟ چنانچہ اس کا انتہائی مختصر ذکر ہم یوں کریں گے:

ا۔ سلسلۂ نقشبندیہ میں کون سی باتیں نہیں ہیں؟

ب۔ کون سی باتیں اس میں ہیں؟

ج۔ جو باتیں ہیں انھیں خواجہ باقی باللہ نے کس طرح بیان کیا ہے؟

(ا) (۱) چلّہ کشی نہیں (۲) سماع نہیں (۳) قبور پر روشنی، غلاف یا چادر اندازی کا سلسلہ نہیں (۴) سجدۂ تعظیمی جس میں قدم بوسی وغیرہ شامل ہے، یہاں ممنوع ہے (۵) مرید خواتین کو بے پردگی کی اجازت نہیں (۶) "انا الحق" کی گنجائش نہیں (۷) رہبانیت اور جوگ یا سنیاس کی حاجت نہیں (۸) نمود و نمائش کی ضرورت نہیں۔

(ب) (۱) پابندیٔ شریعت کو اوّلین درجہ حاصل ہے (۲) "انا عبدہ" کے مقام تک پہنچنے کی تلقین ہے (۳) آداب زیادہ اور ریاضت کم ہے (۴) کمالاتِ نبوّت کو مشعلِ راہ بنا کر زندگی گزارنے کی تعلیم ہے (۵) وحدت الشہود کے مقام تک براہِ شریعت پہنچنے کی تلقین ہے (۶) جذب و مستی کی بجائے حرکت و عمل پہ زور دیا گیا ہے۔

(ج) خواجہ باقی باللہ نے مندرجہ بالا تعلیمات پہ عمل پیرا ہونے کی کس طرح تلقین کی ہے۔ یہی ہمارا اصل موضوع ہے۔ اس ضمن میں کچھ عبارتیں آپ کے مکتوبات سے اقتباسات کی صورت میں اوپر دی جا چکی ہیں۔ یہاں کچھ اور اقتباسات مختصر عنوانات کے تحت درج کیے جاتے ہیں جن سے خواجہ صاحب کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ان کے اندازِ نگارش کا بھی اندازہ ہونا جائے گا (اگرچہ اسے انشا پردازی یا نثر نگاری کے نام نہاد اصولوں کے تحت جانچنا سوء ادب اور صریح گستاخی ہے ہمارا اشارہ صرف ان کے لب و لہجہ کی گھلاوٹ و شیریٔ گفتار کی طرف ہے)۔

تصوّف

اس ضمن میں مختصراً اوپر عرض کیا جا چکا ہے اور خود خواجہؒ کی تحریروں سے کچھ عبارتیں مثال میں نقل بھی کی جا چکی ہیں۔ بہر حال مزید وضاحت کے

لیے حضرت خواجہؒ کے کچھ اور ارشادات درج ذیل ہیں:

اخفائے حال

راہ سلوک میں "ستر احوال" یا "اخفائے راز" ایک ضروری شرط ہے لیکن خواجہ صاحب اس کے قائل ہونے کے باوصف یہ چاہتے ہیں جس قدر حالات دوسروں تک بغیر خطرہ پہنچائے جا سکیں ان سے گریز نہ کرنا چاہیے کہ اصل مقصد تو زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مستفید کرنا ہے۔

شیخ تاج کو لکھتے ہیں:

"خبر بسیار است کہ نوشتن آں خالی از خللے نیست[1] التماس آں است کہ
بہر تقدیر بقدرے کہ تواں نوشت بنویسند۔"

لا الٰہ الا اللہ

اس سلسلے میں تین مختلف تفسیرات و توضیحات کا نچوڑ یوں پیش کرتے ہیں:

۱۔ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ

۲۔ لا معبود الا اللہ

۳۔ لا موجود الا اللہ

"اما مذہب اصح ہمانست کہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ"

آگے چل کر فرماتے ہیں:

"معرفت را اقسام و مراتب بسیار است . . . . اصل کار بر شریعت بودن است۔"

محلیت وجود

جب آپ سے پوچھا گیا کہ کائنات کو عکس صفات قرار دیا گیا ہے تو پھر عکس تو وجود ہی کا ہوتا ہے لہذا حق تعالیٰ کی ذات کا بھی گویا محلیتِ وجود لازمی ہوا۔ آپ نے جواب دیا:

"محل آں صور ذات نیست کہ محلیت لازم آید بلکہ محل آں وہم است۔ چنانچہ صورت منقش در آئینہ نہ درونِ او نہ برونِ اوست اما وہم حکم می کند

---

[1] بقول مولانائے روم ؎

سر پنہاں است اندر زیر و بم فاش اگر گویم جہاں برہم زنم

کہ بر روئے آئینہ است۔[1]"

محبتِ ذات

"محبتِ ذات از اہلِ شہود کسی راست کہ غرض خودش درمیاں نباشد چنانچہ بعضے ازیں جہت دوست دارند کہ از مشاہدہ او لذتی و سروری را ایشاں پیدا شود۔"

روزہ

"روزہ داشتن در صفتِ حق سبحانہ آمدن است، چوں او تعالیٰ و تقدس از اکل و شرب منزہ است۔"

قیامِ لیل

"قیامِ لیل نیز در صفت حق سبحانہ در آمدن است چوں او تعالیٰ و تقدس منزہ از نوم است۔"

مقامِ فنا

ایک جگہ "فنا" کے معنی نہایت عمدگی و وضاحت سے بیان فرمائے ہیں کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ اپنے جسم کو مٹا دیا جائے یا آزار پسندی و اذیت طلبی کو شعار بنا لیا جائے اور اپنے آپ کو دونوں جہان سے فارغ تصوّر کر لیا جائے وغیرہ — بلکہ یہ کہ:

"۔ ۔ ۔ ۔ از فنا فنائے صفات بشریت می خواہند ۔ ۔ ۔ ۔ از ایشاں نہ نام ماند نہ نشاں، ہرچہ بہ ایشاں منسوب بود تمام بہ اصلِ خود رسید، ایں تمام مقام باللہ است۔" گویا اصل مقام "فنا فی اللہ" نہیں بلکہ "بقا باللہ" ہے[2]۔

حاصلِ سلوک

فرماتے ہیں: "حاصل سلوک بتفصیل آنست کہ تہذیب اخلاق حاصل شود، چوں ایں معنی حاصل شد، سلوک بتفصیل کردن تحصیل حاصل است۔"

گویا اگرچہ ؎ راہِ پُر راہ محبت کا خدا حافظ ہے
اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

---

[1] خواجہ میر درد ؎ مٹ جائیں ایک آن میں کثرت نمائیاں + ہم آئینے کے سامنے جب آ کے ہُو کریں

[2] یہی وہ تعلیم و فلسفہ ہے جسے اقبال نے تفصیل کے ساتھ اپنے کلام میں پیش کیا ہے۔

تاہم راہِ سلوک سے مراد اسے "طے کرنا" ہے نہ کہ اس میں "کھو جانا" وہاں سے کچھ حاصل کرنا ہے نہ کہ ہر چیز کی نفی کر دینا —— اور نفی کا تصور ہے بھی تو کچھ اس طرح ہے:

نفی

"سخن خواجہ احرار است کہ ہر چہ دیدہ شد و دانستہ شد ہمہ غیر است بکلمۂ لا آنرا نفی می باید کرد۔ بدانکہ باین تنزہ و تقدس ہر کجا موجود است۔"

وحدتِ شہودی

چنانچہ آگے چل کر حضرت مجدد الف ثانی نے جو "وحدت الشہود" کا باقاعدہ نظریہ پیش کیا ہے اس کی تعلیم بھی درحقیقت مرشد ہی نے دی تھی کیونکہ خود ان کے ہاں یہ بحث کئی جگہ نظر آتی ہے۔ خصوصاً آپ کے مکتوب ۶۱ میں کافی وضاحت سے اس پر اظہارِ خیال فرمایا ہے:

"مشرب شیخ علاء الدولہ سمنانی وحدتِ وجود نیست آرے شہودِ ایشاں شہودِ اکمل است، فرق آنست کہ جماعتے از علماء اشیاء را معدوم خارجے می دانند و ظہورِ ایشاں را در خارج چوں ظہور صور در مرآت می گویند و موجود جز یکے را نمی دانند و حضرت شیخ باوجود قوتِ شہود وارتفاع آں اشیاء را موجود خارجی می گویند..."

اور آگے چل کر مکتوب ۶۲ میں کہ ۶۱ سے بھی طویل تر ہے پوری طرح کھول کر مسئلے کو بیان کیا ہے اور یہ وضاحت کی ہے کہ وہ جو منازلِ سلوک میں سالک کے منہ سے "وحدت الوجود" وغیرہ کے الفاظ نکل جاتے ہیں وہ دراصل عالمِ حیرت میں ایسا ہوتا ہے جو مختلف منازل میں سے صرف "ایک" درمیانی منزل ہے "آخری" منزل نہیں ہے —— اس کی توجیہہ یوں فرماتے ہیں:

"غالب بریں سالک حیرت است نہ آنکہ صور عالم را وہم و خیال گوید۔"

انہی الفاظ کو آگے چل کر مجددؒ نے یوں بیان کیا ہے کہ:

"مقامِ وحدت الوجود سالک کو ابتدائے سلوک میں پیش آتا ہے...... اس کے بعد مقامِ وحدت الشہود منکشف ہوتا ہے جو شرع کے عین مطابق ہے۔"

پابندئ شریعت

تو گویا اصل چیز پابندئ شریعت ہے۔ جس کا مطلب سیدھے سادے الفاظ میں یہ ہے کہ احکام باری تعالیٰ کی تعمیل و پیروی کو مقصدِ زیست قرار دیا جائے کہ یہی راہِ راست، راہِ نجات اور صراطِ مستقیم ہے۔ اور سلسلۂ نقشبندیہ کا یہی کارنامہ ہے کہ اسی ضابطۂ حیات پر کاربند رہنے کی تعلیم مسلمانوں کو دی ــــ بلکہ یہ کہ اس کی یاد دہانی کرائی کیونکہ بات نئی نہ تھی۔ صرف یہ کہ عام لوگوں کو بھول گئی تھی وہ کسی اور راستے پر جا نکلے تھے انہیں اس راستے پر لانا مقصود تھا جو درحقیقت پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وسلّم نے دکھایا اور بتایا تھا ــــ اسی تجدید پیمانِ وفا کے باعث حضرت احمد سرہندی کو مجدّد کہا گیا اور خود مجدّدؒ کو نورِ حقیقت حضرت خواجہ باقی باللہ کی معرفت حاصل ہوا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ایک مکتوب میں خواجہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"ایں طبقہ درغایت غیرت و نازک اند۔ شما کتبِ محققین مطالعہ نکردہ اید طریقۂ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم با ہیچ تفاوتے طریقۂ ایشاں است، اخفاد عدم امتیاز از خلق، شکستگی و متواضع بودن و خود را در دائرۂ عوام انداختن، اکتفا بستن بمعتادہ نمودن و باسباب ظاہر توسّل نمودن طریقہ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم است۔"

پس حضرت خواجہ کے نزدیک اصلِ تصوّف وسلوک یہی ہے کہ اپنے ہر فعل کو اسی سانچے میں ڈھالا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے پیش کیا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر ہی مومن کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ بن جاتا ہے۔ اور پھر دنیا کی کوئی مصیبت مصیبت نہیں رہتی اور کوئی فتنہ خوف و خطر کا موجب نہیں رہتا۔ فرماتے ہیں:

ارباب رضا

"ارباب رضا را بلائیت در بلائی ماند و کراہت در نظر ایشاں نیست از اں جہت کہ فعل حق سبحانہ است۔"

لیکن دیوانگی و جنون کی گنجائش یہاں بھی نہیں ہے کہ خود بقولِ خواجہؒ:

"تکالیفِ شرعیہ مربوط بعقل است"

تاہم عقل کا غلام ہو جانا بھی درست نہیں کہ اصل مقام بقولِ خواجہ یہی ہے کہ ؏

"از علم گذشتیم و بمعلوم رسیدیم"۔

اہل سنت والجماعت

یہ الفاظ خواجہ کی تحریروں میں کئی جگہ نظر آتے ہیں۔ یہی ان کا مسلک ہے اور اسی پر کاربند رہنے کی تعلیم انھوں نے ہر جگہ دی ہے۔ اسی کو باعث فخر جانا ہے اور اسی کو سب سے بڑی نعمت گردانا ہے۔ ایک جگہ خواجہ عبید اللہ احرار کا قول نقل کیا ہے کہ:

"اتباع حضرت رسالت علیہ من الصلوات اطہار و اعتقاد اہلِ سُنّت والجماعت ونسبت باطنی خواجگان بہتر از نعیم عالم است"۔

اسی طرح سورۂ فاتحہ کے معانی بیان کرتے ہوئے صراطِ مستقیم کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"اجماعِ صادقاں و محققان است کہ صراطِ مستقیم صراطِ اہلِ سُنّت وجماعت است . . . . ."

اور اہلِ سُنت سے ان کی مراد وہ لوگ ہیں جو سُنّتِ رسول پہ کاربند ہیں نہ کہ قبروں اور پیروں کی پرستش کرنے والے! خلافِ شرع تو کسی فعل کی یہاں سرے سے گنجائش ہی نہیں شریعت کے بارے میں خواجہؒ نے حضرت جنید بغدادی کا یہ قول نقل کیا ہے ---

"بیش من شراب خوردن بہ از حالے کہ مانع رکنے از ارکانِ شریعت باشد"۔

مُسلمانی

بعض جگہ خواجہؒ نے چند لفظوں میں مطلب بیان کیا ہے کہ بس کوزے میں دریا بند کر کے رکھ دیا ہے۔ اور وہ الفاظ یوں معلوم ہونے لگتے ہیں گویا جملہ نہیں کوئی ضرب المثل ہے۔ مُسلمانی کیا ہے؟ اس پہ کتابیں لکھی جا سکتی ہیں، لکھی گئی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی لیکن اس سے زیادہ ان میں کیا ہوگا جو خواجہ نے چند لفظوں میں کہہ دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"مُسلمانی گردن نہادن است احکامِ الٰہی را"۔

توبہ

اسی طرح توبہ کے بارے میں قولِ جنید نقل کیا ہے کہ بیسیوں مقالوں پہ بھاری ہے:

"توبہ آں است کہ گناہ را فراموش کنی"۔

رزقِ حلال

اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ لقمۂ حرام حلق سے نیچے نہ اُترنے پائے۔ اب اگر غور کیا جائے تو یہی کوشش انسان کو انسانِ کامل بنا سکتی ہے۔ جب حرام نہیں کھانا تو حرام کرنا کہاں باقی رہے گا ــــ سارا وجود ہی حرام کے تصوّر سے پاک ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں :

"..... آں نکند کہ ہر چہ از حلال و حرام یا بند بخورند و ہیچ باک بدارند ۔"

دُوسری جگہ لکھتے ہیں :

"سعی و کوشش نمائند کہ لقمۂ حرام و مشتبہ خوردہ نشود ۔"

رشتۂ اُمید

چُونکہ خواجہؒ کا توکّل توکّلِ کامل ہے لہٰذا مایوسی و نا اُمیدی کا ان کے ہاں گزر تک نہیں ہے اور ہمیشہ پُر امید رہنے کی تلقین کرتے ہیں ۔ نواب مُرتضٰے خاں کو ایک خط میں لکھتے ہیں :

"..... الغرض رشتۂ اُمید را ہیچ وقتے از دست نمی باید داد ؎

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی   شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی"

کدخدائی

اسلام میں رہبانیت یا تجرّد کی تو گنجائش ہی نہیں ۔ لیکن ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں کدخدائی جہاں ضروری ہے وہاں اس کے کچھ تاریک پہلو بھی ہیں ۔ اس سے بہر حال یہ مُراد نہیں کہ اگر کچھ ایسے پہلو بھی ہیں تو اسے ترک ہی کر دیا جائے ۔ خواجہؒ نے اس ضمن میں عام اذہان کی آگاہی کے لیے اس کے ضرر بھی گنوائے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کا تدارک بھی بیان فرما دیا ہے۔ یعنی یہ تعلیم نہیں دی کہ شادی کی ہی نہ جائے ۔ (آپ کی خود دو بیویاں تھیں) بلکہ مریدوں کی اس ذہنی اُلجھن کو دُور کر دیا ہے کہ متاہل زندگی کی ممکنہ خرابیوں سے کیسے نجات حاصل کی جائے ۔

فرماتے ہیں :

"کدخدائی سہ ضرر دارد ..... ضرر اوّل بنفس عائد شود چہ نفس را باعثِ شہوات پیدا یا اند ـــــ علاجش آنکہ در شہوات کامرانی نگردد و عنانِ اختیار کشیدہ تر دارد ۔

"ضرِ ثانی بدل راجع گردد آں بر طرف شدن یقین است
علاجش آنکہ غمِ روزی نباید خورد کہ رزاق علی الاطلاق ضامن عباد شدہ است۔"

لیکن اس علاج کے ساتھ ہی یہ تشریح بھی فرمادی کہ توکّل کہتے کسے ہیں، یعنی ایسا نہ ہو کہ "غم روزی نباید خورد" سے لوگ یوں مطمئن ہو جائیں کہ ہاں پاؤں توڑ کر ہی بیٹھ جانے کو توکّل خیال کرنے لگیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"توکّل نہ آنست کہ ترکِ اسباب کنند، بنشینند، چہ ایں سوءِ ادبی است بلکہ اقامت بسبب بشروع مثلِ کتابت وغیرہ می باید کرد و نظر بر مسبّب می باید انداخت"

کیا عمدہ شرح ہے مولانا رُوم کے اس شعر کی ؎

گر توکل می کنی در کار کن ۔۔۔ کشت کن پس تکیہ بر جبّار کن

اس کے بعد لکھتے ہیں:

"ضرِ ثالث بر رُوح راہ یابد ۔۔۔ و علاجش آنکہ میل مفرط بصُور جمیلہ پیدا نکند چہ کسیکہ دریں نشاء بعشقِ صورت مبتلا ماند تا ابد در حجابِ عظیم است۔"

اور پھر جامی کا یہ شعر کہ حسبِ حال ہے نقل کیا ہے ؎

آہنگ جمالِ جاودانی دارم ۔۔۔ حسنے کہ نہ جاوداں ازو بیزارم

خوارق

اگرچہ عقیدتمندوں نے بہت سی کرامات خواجہ سے منسوب کی ہیں لیکن آپ خود اس کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے مقصود تو آدمی کو انسان بنانا ہے نہ کہ کچھ اور؟ خواجہ کی یہی شان ہے کہ وہ آدمی ہونے کے علاوہ سنّتِ رسول و احکامِ الٰہی کے اتنے پابند تھے کہ عمر بھر اسی راہ پر گامزن رہے ۔۔۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہو سکتی ہے؟ ایسے ہی ایک جگہ مذکور رہے کہ ایک نانبائی نے روٹی کے دام لینے کی بجائے یہ خواہش ظاہر کی کہ "مجھے باقی باللہ بنادیں"۔ چنانچہ آپ اسے حجرے میں لے گئے اور باہر لائے تو وہ نانبائی ہو بہو خواجہ ہی معلوم ہو رہا تھا لیکن "بے پناہ رُوحانی تصرّف سے زندہ نہ رہ سکا"۔[۱]

---

[۱] تذکرہ اولیائے نقشبند

واللہ اعلم بالصواب۔ لیکن "ستر احوال" میں اس کا شمار کیونکر ہوگا؟

ہمیں تو اس سلسلے میں سر سید احمد خاں کا وہ جملہ البتہ مبنی بر صداقت معلوم ہوتا ہے جو آثار الصنادید میں انھوں نے خواجہؒ کے مزار کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:

"ایسی فیض و برکت آپ کے مزار سے ہے کہ جس کا کچھ بیان نہیں۔ باوصف تابش آفتاب کے آپ کا مزار ہمیشہ سرد رہتا ہے[1]۔"

سفرِ یمن و خراسان

خواجہؒ کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بعض خاص مقامات کے سفر سے منع بھی فرمایا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے جو وجوہ پیش کی ہیں۔ اس سے ان کی قوتِ مشاہدہ اور تجزیاتی شعور کے علاوہ اس وقت کے معاشرتی نقائص و رسومِ خام کا پتہ بھی چلتا ہے اور انسانی فطرت و نفسیات سے آگاہی کی دلچسپ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر ایک روایت کے مطابق یوں ہے ـــــ

"و از دو سفر منع می کردند، از سفرِ خراسان چہ اوقاف آنجا اکثر بے احتیاط بودہ لاجرم بر بدیان ضرر می کرد و از مقصود باز می داشت، و از سفرِ یمن چہ آنجا حسن بسیار است تا ناگاہ گرفتارِ حسن نشوند و از راہ باز نمانند۔"

سماع

ایک مرتبہ دیدنِ حُسن و سماعِ نغمہ کے بارے میں جب سعدی کے اس مصرع پہ خواجہؒ کی رائے معلوم کی گئی کہ "ایں حظِ نفس است و آں قوتِ روح" تو فرمایا "ہر دو از یک عالم است" اس کی تشریح (لکھنے والے نے) کیا خوب کی ہے:

"یعنی گرفتارِ نفس را از ہر دو حظِ نفس حاصل است و رہائی یافتہ از قیدِ نفس را از ہر دو قوتِ رُوح۔"

ان اشاروں کے علاوہ آپ نے تفصیل سے بھی اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے اور مسلک نقشبندیہ کے مطابق اسے "نامناسب طریق" قرار دیا ہے۔ مکتوب ۱۱ میں طویل بحث اسی ضمن میں کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:

"سماعِ مقبول سماعِ رُوحانی است کہ سماعِ معانی باشد، اما سماعِ طبیعی کہ سماع

---

[1] آثار الصنادید مطبوعہ نول کشور جون ۱۸۷۶ء باب اوّل صفحہ ۹۳

نغمہ است محل اختلاف است۔ عامۂ علما حرامش می دانند، و جمع مشائخ دُ مقام علاج تجویزش کردہ اند نہ آنکہ اُورا از قربات دانند و الٰہی گویند۔ ....

"لیکن مبتدی را اہلِ آں نمی دانند چہ ہنوز از ارباب قلوب و اہلِ محبت نشدہ طبیعتش بر ہمہ نغمہ می اندازد و از معانی کلمات و ذوقِ آں بے بہرہ می ماند۔"

...... "و جمعے دیگر ہر چند کہ مباحش می دانند اولیٰ ترکش رامی گویند۔"

پھر اس سلسلے میں کچھ اقوال پیش کیے ہیں :

قول خواجہ بہاء الحق —— "نہ ایں کار می کُنم و نہ انکار می کُنم۔"

ابویزید بسطامی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "مکروہ می داشت استماعِ نغمہ را"

اسی طرح بیشتر اولیا و اقطاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ایشاں قائل سماعِ نغمہ نیستند و سماع مقید بنغمہ را دینِ خالص نمی گویند و ترک او نمودہ اند۔"

اور آخر میں فرماتے ہیں :

"حاصل آنکہ سماعِ نغمہ قطعاً مناسب طریقِ مانیست۔"

یہاں خواجہؒ نے صاف صاف اپنا فیصلہ دے دیا ہے اور کسی تاویل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی۔ سماعِ روحانی، سماعِ معانی اور معانیٔ کلمات سے خواجہؒ کی جو مراد ہے وہ بالکل واضح ہے یعنی بعض اشعار یا اقوال کے الفاظ ہی نغمے کا کام کر جاتے ہیں اور منزل میں رسائی تک مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

ایک جگہ یہ شعر نقل کیا ہے ؎

ہماں شکستہ دل دردمند و مسکینیم   ہماں جفاکش و سر در کمند دیرینیم

اور لکھا ہے :

"ایں بیت مجملاً مارا از اظہارِ مخزونات خاطر فارغ ساخت۔"

پسندیدہ اشعار کس طرح سے اس شعر کا ہر ہر لفظ رگ و پے میں سرایت کر گیا ہوگا جو آپ نے مندرجہ بالا الفاظ میں اس کا ردِ عمل تحریر فرمایا ہے! شاید یہی ہے سماعِ روحانی و سماعِ معانی، کہ اسی قسم کی "فراغتِ خاطر" خواجہؒ کو بعض اور

اشعار سے بھی حاصل ہوئی ہے کیونکہ ان کی نثر میں ان کے پسندیدہ اشعار جا بجا نظر آتے ہیں اور موقع و محل پہ یوں صادق آتے ہیں کہ خود پڑھنے والا بھی جھوم اٹھتا ہے۔ شیخ تاج کو ایک مکتوب میں "سلام مشتاقانہ" کے بعد لکھتے ہیں ؎

صد ملکِ دل بہ نیم نگاہ می تواں خرید
خوباں دریں معاملہ تقصیر می کنند

ایک جگہ اپنی پسندیدہ رباعی تحریر کی ہے ؎

عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست
تا کرد مرا تہی و پُر کرد ز دوست
اجزائے وجود من ہمہ دوست گرفت
نامی است ز من بر من و باقی ہمہ اوست

عمدہ و شستہ مذاقِ شعری کی ایک مثال یہ شعر بھی ہے جو خواجہ کے ہاں درج ہے ؎

در عشقِ تو معروفم از وصلِ تو محرومم
گرگِ دہن آلودہ یوسف ندریدہ

طرزِ خاص

نثر میں جہاں بھی خواجہ اس قسم کے عمدہ شعر استعمال کرتے ہیں وہاں ان کا عام طرزِ تحریر بھی بدل سا جاتا ہے ۔ بعض جگہ تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ابوالکلام آزاد نے اپنا مخصوص انداز بیان یہیں سے لیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مکتوب کے یہ جملے ملاحظہ ہوں:

"من بے سعادت بے دولت عمر ضائع کردہ را شرم می آید کہ نام عزیزانِ خود برم . . . ."

"حاصل آنکہ دل با یار و تن در کار می باید بود، تصوف یکسو نگریستن و یکساں زیستن است . . . . . ."

اسی مکتوب میں ایک جگہ یہ شعر بھی کام میں لائے ہیں ؎

من از تو ہیچ مرادے دگر نمی خواہم
ہمیں قدر بکنی کز خودم جدا بکنی

آپ کا ایک اور پسندیدہ شعر ملاحظہ ہو ؎

ما گرفتاریم و بر ما ناوکِ بیداد ریز
سنبل و گل بر کنارِ مردم آزاد ریز

کلامِ منظُوم

اب ہم حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے ان ارشادات کا ذکر کرتے ہیں جو آپ نے زبانِ شعر سے ہم تک پہنچائے ہیں، وُہی مئے معرفت ہے جو انگور کے محمل سے نکل کر شیشہ خانے میں آ گئی ہے۔ وارداتِ قلبی کا بیان جب شعر کے قالب میں ڈھل جاتا ہے تو اور بھی زیادہ پُر تاثیر ہو جاتا ہے؛ رہروانِ راہِ سلوک کو خار زارِ نثر میں آبلہ ہائے پا کے ٹوٹنے سے جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ مسلّم، لیکن چمن زارِ شعر کی بوئے عطر بیز سے مشامِ جاں کو جو فرحت ملتی ہے، وہ بہر حال "چیزے دگر" ہے۔ حضرت خواجہ نے جن باتوں کا اظہار نثری تحریروں میں کیا ہے، کم و بیش وُہی مضامین کلامِ منظوم میں بھی ادا ہُوئے ہیں۔ ہر دو کا ذکر یکجا بھی عین ممکن تھا، مثلاً نثر میں جہاں ہم نے تصوّف کا عنوان قائم کیا ہے وہیں پر خواجہ کے وہ اشعار بھی درج کیے جا سکتے تھے جو اس ضمن میں اُنھوں نے ارشاد فرمائے ہیں۔ لیکن ہم نے دانستہ یہ باب اس سے علیحدہ رکھا ہے کیونکہ کہنے والے نے اُنھیں یکجا نہیں کیا تو ہم یہ جسارت کیوں کریں کہ ہمارے نزدیک یہ بھی سُوءِ ادب ہے۔

مثنوی

خواجہؒ کا بیشتر کلام مثنوی کی صورت میں ہے۔ اور یہی وہ صنفِ سُخن ہے جو صوفیاءُ میں خاص طور پر مقبول ہے۔ ردیف و قافیہ کی مسلسل پابندی، رموزِ سلوک کے بیان میں برداشت ہو بھی کہاں سکتی ہے؟ مُختلف مثنویاں مُختلف موضوعات پر ہیں لیکن سچ پُوچھیے تو صرف عنوانات ہی مختلف ہیں ورنہ مرکزی موضوع تو وُہی ایک ہے ۔ عموماً بحر بھی ایک ہی ہے صرف ایک دو مثنویاں دُوسری بحر میں ہیں۔

اللہ اللہ کیا آغاز ہے۔ شعرِ اوّل ہی سُخن گو کے اندازِ فکر کا غماض ہے ؎

خامہ کلید لیست در انگشتِ من — گنج دو عالم ہمہ در مُشتِ من

دیوانگیٔ عشق

وہ مضمون جسے ایک غزل گو شاعر نے یُوں باندھا ہے ؎

ازسرِ بالینِ من برخیز اے ناداں طبیب
دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

خواجہ کے ہاں یوں بیان ہوا ہے ؎

بے خبری از من و کردار من | رو کہ نئی محرم اسرارِ من
شعلۂ دیگر بہ چراغم رسید | بادِ مسیحا بہ دماغم رسید

صوفیانہ لب و لہجہ اور رمز و کنایہ نے مضمون کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔

رموزِ عشقِ حقیقی

مثنوی گنجِ فقر میں عشقِ حقیقی کی مختلف کیفیات و واردات کا ذکر تسلسل سے کیا ہے اور ہر جگہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ بیتی ہے کہیں بھی جگ بیتی یا روایتِ محض کا احساس نہیں ہونے پاتا اور ہو بھی کیسے کہ یہی تو سالکِ باخبر کا طرۂ امتیاز ہے، محض مسائلِ تصوف کا بیان تو کسی کو ولی نہیں بنا دیتا، بہادر شاہ ظفر نے غالب کے اس شعر پر ؎

یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیان غالب | تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

کیا خوب کہا تھا کہ "ہم تو جب بھی یوں نہ سمجھتے" بڑی سے بڑی تعلّی بھی کارگر نہیں ہو سکتی جب تک کہ منازلِ سلوک واقعی طے نہ کی گئی ہوں۔ چنانچہ خواجہ کا بیان ملاحظہ ہو کہ وارداتِ واقعی کی نشاندہی کر رہا ہے ؎

شوم در قعرِ دریائے الٰہی | امانت دار دریائے الٰہی
ز آشوبِ دماغم پُر تجبّر | گہے خود را صدف بینم گہے در
گہے زیں ہر دو بالاتر گزینم | صفاتِ بحر را در خود ببینم

فقر و عشق

اسی مثنوی میں آگے چل کر کس خوبی سے فقر و عشق کے اختلاط و اتّصال کا ذکر کیا ہے اور کس طرح ناکامی و نامرادی کو ایک پسندیدہ چیز بنا دیا ہے کہ ہزاروں کامرانیوں کو اس پر قربان کرنے کو جی چاہتا ہے ؎

کہ طغیاں را دریں کشور گزر نیست | درختِ عشق را جز فقر بر نیست
چو عشق از نامرادی آب گیرد | بر دمندی رہِ نایاب گیرد

دُوسرے شعر میں دعویٰ کا متضمنِ دلیل ہونا بھی ملاحظہ ہو۔ اور پھر یہ نہیں کہ بر ومندی کو کالعدم ہی قرار دیا ہو ـــــ وہ ہے اور ضرور ہے لیکن وہ نہیں جس کے لیے عاشقانِ خام کا نڑپا کرتے ہیں بلکہ ؎

دریں بستاں بود نخل بر ومند　　دلِ آگاہ و جانِ آرزُو مند
ولیکن بر بجز خونِ جگر نیست　　گلے جز خارِ حسرت در نظر نیست

عشقِ رسول

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ عشقِ حقیقی سے صُوفیا کی مراد کیا ہے۔ عشقِ رسول اور عشقِ خدا ہی ان کی معراج ہے۔ اسی لیے وہ بیانِ عشق میں بہت سی سیڑھیاں چڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اور ایک مختصر سی تمہید لطیف کے بعد ذکر حبیب شروع کر دیتے ہیں۔ مثنوی "استفادہ و زینتِ معنوی" میں لکھتے ہیں ؎

زبانم زیں تلفظ گرچہ بند است[۱]　　سرم بنخواست صید ایں کمند است
دل اندر شرم و جاں سرگرم ایں است　　کہ جاناں رحمت العالمین است

اور اپنی خام کاری کو کس انداز سے "تمام" کے برابر قرار دینے کی درخواست حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کرتے ہیں ؎

مرا گرچہ سراسر کار خام است
تمامم داں کہ ایں سودا تمام است

عقل اور عشق

"ساقی نامہ" میں ساقی سے خطاب کرتے ہوئے عشق کی فضیلت عقل پر ظاہر کی ہے، یہ وُہی فلسفہ ہے جسے اقبالؔ نے بڑی تفصیل کے ساتھ آگے چل کر پیش کیا ہے۔ لیکن خواجہ نے اشارہ و کنایہ ہی میں سینکڑ دل باب بیان کر دیے ہیں ؎

عقل ایں سخنم نہ می پذیرد　　کز روز شبے چہ بہرہ گیرد
من بوئے تو در دماغ دارم　　از عقل کنوں فراغ دارم

اور پھر بھول بھلیاں میں کھو جانے سے گریز کرتے ہوئے جلد ہی بعد شراب مطلوبہ کی قسم بھی بیان کر دی۔

---

[۱] ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب　　ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

ساقی مے نقشبند پیش آر — من صید توام کمند پیش آر

شاید یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ مئے نقشبند وہی مئے عشقِ رسول ہی ہے۔

اسی بیان میں آپ کا وہ شعر بھی آتا ہے کہ جہاں استعارہ نے عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے ؎

ساقی برساں شراب نابے — من جملہ شبنم تو آفتابے

مصرعۂ ثانی میں جو لطف ہے وہ شاید اقبال کے اس شعر میں بھی نہیں ؎

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ — ترے پیمانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی

حکایاتِ عشق

خواجہ باقی باللہ نے مولانا روم کے تتبع میں رموزِ عشق کی وضاحت کے لیے حکایات سے بھی کام لیا ہے۔ لیکن پیرِ روم کے ہاں جو لطافت و شگفتگیٔ بیان ہے وہ خواجہ صاحب کے ہاں نہیں اور بیان بالعموم خشک و بے رنگ سا ہے تاہم کہیں کہیں یہ خوبی بھی نظر آ ہی جاتی ہے۔ مجاز سے حقیقت تک پہنچنے کے لیے جن راہوں سے گزرنا پڑتا ہے اور جن باتوں کو ترک کرنا پڑتا ہے ان کا بیان وہ خوبی سے کرتے ہیں۔ زلیخا کا ذکر بار بار مثال کے لیے نظر آتا ہے اور بعض جگہ روانی اور بے ساختگی نے معانی میں بلندی کے علاوہ بیان میں بھی جوش پیدا کر دیا ہے ؎

زلیخا چوں لوائے یوسف افراشت — نخست از بیقراری پردہ برداشت
زخواب و خورد فارغ شد وجودش — تمنائے جز ایں در سر نبودش
کہ از کس بشنود نامے ز جائے — زند در جستجویش دست و پائے
چو از نورِ یقیں بے ہوش می گشت — بر یوسف دست در آغوش می گشت
عروسِ غیب می گفتش کہ اے مست — چہ حاصل شد ازیں سبزی تہی دست
ہماں در گامِ اوّل با تو بودم — بتو ہر لحظہ خود را می نمودم

اور پھر اس حسین گریز کے بعد کہ ؎

بلے ہر ذرہ مشتاقِ جمال است — بہر سر آرزوئے اتصال است

فرماتے ہیں ؎

بناگہ جذبِ عشقش کارگر شد زکنعاں ماہِ کنعانی بدر شد

مصرعۂ ثانی میں ماہ اور بدر اور بدر اور بدر میں رعایتِ لفظی کا بے ساختہ پن لطف سے خالی نہیں۔ حافظ تو یوسف کے "حُسنِ روز افزوں" کے بارے میں جانتے تھے کہ ؏

عشق از پردۂ خلوت بروں آرد زلیخا را

لیکن خواجہ صاحب کا "زکنعاں ماہِ کنعانی بدر شد" اس سے کہیں زیادہ کاشف الحقائق ہے۔ اس کے بعد خود بینی و خود آرائی کے بتوں کو توڑ کر خدا بینی کی تلقین کا انداز ملاحظہ ہو، کہ از خود تمام حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ زلیخا نے ابھی اپنے آپ کو فنافی المحبوب تو نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو خود بینی و خود آرائی کا سہارا لیے ہوئے تھی۔ لیکن جب تک یہ بت نہ ٹوٹتے معشوقِ یگانہ تک رسائی کیونکر ممکن ہو سکتی تھی چنانچہ کہتے ہیں ؎

سبب می دید چشمِ حسن کارش بناز و عشوہ می برد اختیارش
خراماں گردی و آئینہ بینی خود آرائی و رسمِ نازنینی
خلل می داد آئینِ طلب را زباں می کرد عشق بوالعجب را
نمودندش کہ سنگِ راہت اینست نظر بندِ دلِ آگاہت اینست
تو بندِ سبر و یوسف بندِ سیار ازیں ناجنسیت سرد است بازار

غرض تعلیم غیبش کرد تائید
بپایہ پایہ تا ایوانِ توحید

متفرقات

درستیٔ فقیر ؎ سوادِ او وجہِ فقر م ناگزیر است
شکستِ دل درستیٔ فقیر است

خلوت و انجمن

؎ ہماں در انجمن خلوت گزیدن ز آسیبِ نشاں مندی رمیدن
در آں خلوت کہ جسم و جاں نگنجد بجز نظارۂ جاناں نگنجد

ا؎ غالب۔ وا کر دیے ہیں عشق نے بندِ نقابِ حسن غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا

تسلیم و رضا

؎ سرِ تسلیم بنہم نیک و بد را
برانداز م زخود بنیادِ خود را

مرگِ اختیاری

؎ بمرگِ اختیاری راہ بردم زمردن پیشتر خود را سپردم[1]

اُمید

حضرت خواجہؒ نے یاس و نومیدی کی تعلیم ہرگز نہیں دی۔ بلکہ ہمیشہ پُر اُمید رہنے کی تلقین کی ہے اور یہیں سے ان کا راستہ اہلِ فرار سے الگ ہو جاتا ہے۔ وہ امید کو عکسِ جمالِ یار اور شمع سیہ خانہ قرار دیتے ہیں اور زندگی و زندہ دلی پر زور دیتے ہیں ؎

شرطِ طلب است امید بستن نومید نمی تواں نشستن

امید سرِ برکار دارد عکسے زجمالِ یار دارد

امروز دریں رباطِ فانی دارم بہ اُمیدِ زندگانی

شمع کہ دریں سیاہ خانہ است اُمیدِ وصالِ آں یگانہ است

وجدان

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے معنی بیان فرماتے ہوئے وجدان پر زور دیا ہے۔ یہ وہی مضمون ہے جسے اقبال نے اپنے رنگ میں سمجھانے کی کوشش اپنے کلام میں کی ہے۔ خواجہ کہتے ہیں ؎

محقق شد ازیں علم مسلّم کہ وجدان بر طلب آمد مقدّم

اور اقبال نے جو "خویش را دیدن" (۱) زنورِ خویشتن (۲) زنورِ دیگرے اور (۳) زنورِ ذاتِ حق" کی تدریجی منازل جاوید نامہ میں شمار کرائی ہیں، انہیں خواجہ نے بھی الگ الگ بیان کیا ہے مثلاً ایک مقام کا ذکر یوں کیا ہے ؎

---

[1] خواجہ درد ؎

موت کیا آ کے فقیروں سے تجھے لینا ہے مرنے سے آگے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں

دل از خورشیدِ وحدت نُور گیرد وجودش جملگی مذکور گیرد
دریں راہ ہر کہ انوارِ خُدا یافت بہ تحقیق انتہا در ابتدا یافت

وحدت الشہود

منزلِ اوّل حجاب

شہودِ دوست پنہاں ہر دلے است ہوائے وصل ہر بے حاصلے است
دلے افگند بر جانش حجابے گرفتارِ بہر خاکے و آبے

منزلِ ثانی حیرت

شدہ بنیاد ایں دیوانہ گشتن پئے ہر رنگ و بُو طفلانہ گشتن

اور یہی وہ منزل ہے جو وحدت الوجود کہلاتی ہے کہ مستی و قلندری و مجذوبیت اسی کے مقامات ہیں اور عارف کا بھی درجہ بھی یہیں سے شروع ہوتا ہے لیکن وحدت الشہود کی منزل بہرحال اس کے بعد ہی آتی ہے۔

منزلِ آخر ا۔ وحدت الشہود

ے چو در نورِ شہود از خود بر آید سعادت را درے دیگر کشاید
بگردد حاملِ بارِ امانت
بیارد آں امانت بے خیانت

اصل کام تو اس بارِ امانت کا اٹھانا ہے کہ جسے آسمان، پہاڑ اور زمین کوئی بھی نہ اٹھا سکا اور قرعۂ فال اس مشتِ خاک کے نام پڑا مگر یوں کہ اسے اشرف المخلوقات بنا دیا اور ؏
درآں مشہد بہ تفسر آرام یابد

ب: تگاپو

اس کے بعد تگاپوئے دمادم ہی ادائے فرض کی بہترین صورت ہے۔ خواجہ فرماتے ہیں ے

بنفس آں دید و آں شورش ازاں سوست
دریں مسکن نمودے از تگاپوست

ج : رازِ "لی مع اللہ"

اور اس کے بعد ہی وہ منزل ہاتھ آتی ہے جسے فنافی اللہ کے بجائے خواجہ نے بقا باللہ کا نام دیا ہے۔ کہ وہاں پہنچ کر اسے حضوری حاصل ہو جاتی ہے اور رمز" لی مع اللہ" سے آگاہی بھی ؎

چوں گردد خستہ مقبولِ درگاہ
شود درخورد رازِ لی مع اللہ

د : ابو الوقت

اور یہ وہ مقام ہے جہاں سالک یا صوفی " ابن الوقت" کی بجائے "ابو الوقت" بن جاتا ہے۔ خواجہؒ نے خواجہ بہاالدین نقشبند کو اسی لقب سے یاد کیا ہے ؎

ابو الوقتِ دو عالم قطب ارشاد
بہاالدین کہ دیں شد ازوے آباد

اہلِ سنّت والجماعت

حضرت خواجہ نے مکتوبات و رسائل میں اس کا بیان تفصیل سے کیا ہے کہ اہلِ سنت وہی ہیں جو سنتِ رسول پہ دل و جاں سے عمل پیرا ہوں۔ اور شرک و بدعت کو قریب نہ آنے دیں۔ حصہ نثر میں اسی عنوان کے تحت ہم سلسلے میں لکھ چکے ہیں تاہم چونکہ حضرت خواجہؒ کے کلام منظوم میں بھی اس کا ذکر بار بار آتا ہے اس لیے یہ عنوان دوبارہ قائم کرنا پڑا۔ مثلاً ایک مثنوی میں" عقائد دیں و شرائط سلوک و راہ یقین" پہ روشنی ڈالتے ہوئے اسی حقیقت کی نقاب کشائی کی ہے، اور "تمنا دار فضل الٰہی" کے لیے چار شرطوں پر پورا اترنا لازمی قرار دیا ہے لیکن جہاں چوتھی شرط کو کوئی اہمیت حاصل نہیں وہاں تیسری شرط کو مرکزی اور کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ فرماتے ہیں ؎

بلا خواہندۂ جذبِ الٰہی	تمنا دارِ فضلِ بادشاہی
نخستیں شرط ایں سودا یقین است	دوم سرمایۂ ایں سود دین است
سوم پاکیزہ بخشلِ ایں زراعت	رفیقِ سنّت و راہِ جماعت

بہ تحقیق سلف تقلید دیدن — قدم از جادۂ بدعت کشیدن
چہارم خدمت سلطان دینی — قبول خاطر مسند نشینی
ولیکن شرط چارم لازمی نیست — بفقدش سد باب محرمی نیست

کیونکہ اصل خوش نصیبی و خوش بختی تو یہ ہے کہ اصلِ معدن سے گوہر حاصل کیا جائے اور لطفِ باطن سے کسبِ فیض کیا جائے یعنی سلطان دوعالم خواجۂ کونین صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ برکات کی خدمت کا شرف حاصل ہو جائے اور جو لوگ یہ راہ اختیار کرتے ہیں یقیناً بلند مراتب کے حامل ہیں ؎

بسا مرغاں کہ علوی آشیانند — اویسی مشرب و عیسیٰ زبانند
زحُسنِ طالع و از لُطفِ باطن — گرفتہ گوہر از اصلِ معادن

رہِ سُنّت بہ چالاکی شتابند
نصیب از خواجۂ کونین یابند

شریعت کی پابندی اس قدر ضروری ہے کہ دیوانگی عشق کا ذکر اشعار میں کرتے ہوئے بھی شاعرانہ بے باکی سے قلم کو آلودہ نہیں ہونے دیتے۔ کیونکہ شرع میں دیوانگی و جنوں کی گنجائش نہیں اور جیسا کہ حصّۂ نثر میں مثال دی جا چکی ہے کہ خواجہؒ کے نزدیک شرع بے عقلی و بے راہروی کی متحمل نہیں ہو سکتی اسی طرح انھوں نے اشعار میں بھی اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ ؏ طریقِ شرع جز فرزانگی نیست

طریقِ شرع

فرماتے ہیں ؎

ہنوزم رخصتِ دیوانگی نیست — طریقِ شرع جز فرزانگی نیست
نمیدانیم چیزے اندریں راہ — بروں از شرع دینیکی حاشا اللہ
بہ نامشروع اگر اندک جمال است — درو مضمر بسے قہر و جلال است

عدم شو کندراں مرآتِ نور است
جمالِ دوست را آنجا ظہور است

نمایاں خصوصیاتِ کلام

حُسنِ تلمیح

خواجہ صاحب کے ہاں جتنے بھی محاسنِ مثنوی نظر آتے ہیں وہ سب بے ساختہ ہیں یعنی کسی صنعت کا دانستہ التزام نہیں کیا گیا لیکن بعض خوبیاں از خود کلام میں پیدا ہو گئی ہیں۔ ان میں سے نمایاں ترین تلمیحات کا استعمال ہے۔ اسلامی تلمیحات جا بجا موقع و محل کے عین مطابق نظر آتی ہیں مثلاً ؎

لفقرے کز خودش در دیش می داشت
سر الفقر فخری پیش می داشت

حُسنِ ایجاز

کسی بیان کو جب مسلسل تلمیحی انداز میں پیش کرتے ہیں تو وہاں حُسنِ ایجاز نمایاں ہو جاتا ہے اور طویل و عریض بیانات محض دو مصرعوں میں سمٹ کر بلاغت کی ارفع منزل پہ پہنچ جاتے ہیں مثلاً ؎

بہ شام ہجرت و تاریکیٔ غار | بہ آں خوش عنکبوتے عنبریں تار
بجورِ کز قریش و اشترا دید | بہ آشوبے کہ دشتِ کربلا دید

حُسنِ استعارہ و تشبیہہ و مجاز مرسل

تشبیہہ و استعارہ شاعری کی رُوح ہے۔ معمولی سے معمولی کلام میں بھی ان کی جھلک دکھائی دے ہی جاتی ہے۔ خواجہ کے کلام میں اس کی عمدہ مثالیں موجود ہیں۔ ایک مثنوی کا آغاز یوں ہوا ہے ؎

در طرفِ روم پیکے ماہ بود | لائقِ نظارۂ دلخواہ بود
شہد و شکر را بہم آمیختہ | بر سر آں کانِ نمک ریختہ

مدینہ منورہ سے اظہارِ عقیدت یوں کیا ہے ؎

اے خاکِ مدینہ در کجائی | در دیدۂ من چہ روشنائی
اے مردم چشم دُور بیناں | دے چشم و چراغ نور بیناں

ایک نہایت ہی عمدہ تشبیہہ ملاحظہ ہو ؎

ایں کاسہ کہ بر سرم نگوں است ~ جامیست اگرچہ غرقِ خون است

اسی طرح ساقی نامہ میں ساقیٔ حقیقی سے خطاب کرتے ہوئے فردوس کو "دلِ کشادۂ ساقی" سے انوکھی تشبیہہ دی ہے ؎

ایمان برہنہ بادۂ تو ~ فردوس، دلِ کشادۂ تو

تنگیٔ دل کو زنداں سے تشبیہہ تو دیا کرتے ہیں مثلاً نسیم ؎

زنداں میں جو زندہ دیکھتا ہو ~ اپنے دلِ تنگ میں جگہ دو

لیکن کشادگی دل کو جنت سے تشبیہہ دینا اور ہی لطف رکھتا ہے :

خوبیٔ رمز

پردۂ مجاز میں طلبِ حقیقت کے سلسلے میں وہ اشعار ملاحظہ ہوں جہاں ساقی سے خطاب کیا ہے۔ مثلاً ؎

من پیرِ کہن گدائے جامم ~ زاں جرعۂ کہنہ وہ بکامم[1]

بعض جگہ صنعتِ تضاد کے بے ساختہ استعمال نے شعریت میں جان ڈال دی ہے ؎

ہجرانِ تو وصلِ جاودانی ~ درپیش تو مرگ زندگانی

بلاغت

بلاغت کی خوبی سے ہر صاحب ذوق آگاہ ہے خواجہ کا یہ شعر ملاحظہ ہو ؎

گر بحر رسد بہ تشنہ کامے ~ سیرابیٔ اوست ہم ز جامے

اصنافِ سخن

جیسا کہ اس باب کے آغاز میں عرض کیا جا چکا ہے، خواجہ صاحب کا بیشتر کلام مثنوی کی صورت میں ہے لیکن اس کے علاوہ آپ نے رباعیات بھی کہی ہیں اور ان میں بھی وہی صوفیانہ مضامین بیان کیے ہیں جو ان کے ہر قسم کے کلام میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر یہ رباعی ملاحظہ ہو ؎

---

[1] اقبال ؎ لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی ~ ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اے ساقی

آں کسب کہ نزد ما گشتہ عیاں — در مذہبِ اہلِ حق جز ایں ہیچداں
حق موجود است و قادرِ مطلق است — وایں مثبتِ خیال جملہ وہم است و گماں

نسبت اسباب کے فلسفے کو کس سہولت سے بیان کر دیا ہے ؎

ما صورت و حق آئینہ عکس نما ست — این است معیتے کہ حق را باما ست
ہر صورت در ظہور شرطِ دگر یست — این نسبت اسباب ازیں پیدا ست

اب چند متفرق اشعار پیش کیے جاتے ہیں جن میں کسی نہ کسی پہلو سے ایک خاص لطف نمایاں ہے۔

ادب

؎ سنگ در روزے بہ ادب در نشست — لعل شد و بر سرِ سنجد نشست

حُسنِ تخیل

؎ شبے خوش دل تر از روزِ جوانی — سرم در خواب و دل در کامرانی

روانیٔ کلام

؎ کدامیں ظلم ازیں بسیار باشد
کہ بندہ بے صفت بیکار باشد

خواجہؒ نے اپنے فرزندوں کی تاریخ ولادت بھی کہی ہے۔ ساقی نامہ کے عنوان سے بھی اظہارِ خیال کیا ہے اور اس میں دراصل شرابِ معرفت کے طلبگار ہوئے ہیں اور افکارِ تازہ کے علاوہ یہ نظم اندازِ نو کی بھی عمدہ مثال ہے۔

تخلّص

حضرتِ خواجہؒ کے سارے کلام میں تخلّص صرف ایک شعر میں استعمال ہوا ہے اور اسی پر ہم اس ذکرِ لطیف کو ختم کرتے ہیں ؎

بغیر آنکہ بروزِ سیاہ خود گرید
دگر ز دیدۂ باقی چہ کار می آید

ماخذِ مقدمہ

اس مقدمہ کی تیاری میں کچھ متفرق تحریروں کے علاوہ مندرجہ ذیل تصانیف و تالیفات سے خصوصاً مدد لی گئی ہے:

۱. حیاتِ مجدد - پروفیسر محمد فرمان ایم۔ اے (مجلس ترقی ادب لاہور)
۲. تصوف - مولانا عبدالماجد دریابادی
۳. رودِ کوثر - شیخ اکرام (مطبوعہ بمبئی)
۴. مجددِ اعظم - مرتبہ و مولفہ محمد حلیم (سنہ ۱۹۵۸ء)
۵. تذکرہ اولیائے نقشبند - مولفہ محمد امین شرقپوری - (سنہ ۱۳۷۱ھ)
۶. تذکرہ اولیائے کرام - ادبستان سنہ ۱۹۵۵ء
۷. آثار الصنادید - سرسید احمد خاں - لکھنؤ جون سنہ ۱۸۷۶ء

ہمارے خیال میں اس کلیات کا مطالعہ خواص کے لیے بالعموم اور عوام کے لیے بالخصوص نہ صرف مفید بلکہ لازمی ہے کیونکہ ردِّ بدعت کی جتنی ضرورت آج سے تین سو برس پہلے تھی اس سے کئی گنا زیادہ آج محسوس کی جا رہی ہے۔ اقبالؔ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے ؎

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
پھر مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

اگرچہ تین سو سال پہلے کی شخصیتیں یعنی امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اور ان کے مرشدِ کامل حضرت خواجہ باقی باللہ آج جسمانی طور پر ہم میں موجود نہیں لیکن ان کے ارشادات تو بہرحال ہمارے سامنے ہیں اور ان پہ عمل پیرا ہوئے بغیر ساقی سے فیضِ عام کی درخواست کرنا بجائے خود ایک

بدعت سے کم نہیں! ؎

تو برونِ درچہ کردی کہ درونِ خانہ آئی!

یزدانی

دیال سنگھ لائبریری، نسبت روڈ لاہور

۱۴ر جولائی ۱۹۶۷ء

مختصر احوال

کسی علمی یا عملی فضیلت کے تصوّر میں خود یہ صلاحیّت نہیں کہ وُہ اپنی تاثیر دکھا سکے۔ بلکہ اِس میں تاثیرِ فضائل کی حامل شخصیات کے اثر و نفوذ سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ شخصیّت کی نشوونما اور سیرت کی تشکیل میں شخصیّت ہی کا اثر و نفوذ کام کرتا ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے نسب کی نسبت ہم عصر تذکرہ نگاروں سے صرف نظر کرنے کی بنا پر متاخرین کو کچھ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے جس کی توجیہ، توضیح اور تصحیح مولانا زید ابُوالخیر صاحب کے اِس بیان سے ہو جاتی ہے جو سوانح خواجہ باقی باللہ پر مشتمل ہے۔ اِس لئے اُسے بجنسہٖ یہاں نقل کرنا مناسب ہے۔ مرتّب

قبلۂ راستان و کعبۂ حق پرستان خواجہ خواجگان قطب جہاں حضرت خواجہ مؤید الملۃ والدین الرضی ابُوالوقت محمد الباقی المعروف بہ حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ و رحمہ و رضی عنہ و افاض علینا من برکاتہ و اسرارہ کے احوال شریفہ کو مختصر طور پر سب سے پہلے آپ کے ایک مرید پاک دل نے قلم بند کیا ہے۔ اس نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ البتہ جو مرثیہ اس نے اپنے پیر و مُرشد کا لکھا ہے اس میں اپنا نام رشدی لایا ہے۔ آیا یہ اس کا تخلص ہے یا نام۔ اللہ اعلم۔ اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت سے سُنا ہے۔ افسوس ہے کہ حضرت کی ابتدائی زندگی کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے۔ اس کے بعد کتاب احمدیۃ الباقیہ معروف بہ زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کا درجہ ہے۔ ان دونوں کتابوں کے مصنّف حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

حضرت کے والد بزرگوار قاضی عبد السّلام تھے۔ سمر قند کے رہنے والے، پاک باطن اور صاحب علم و فضل تھے۔ اکثر اوقات آہ و بکا میں رہا کرتے تھے۔ سمر قند سے کابل تشریف لائے اور وہاں آپ کی والدۂ ماجدہ سے نکاح کیا۔ ۹۷۱ھ یا ۹۷۲ھ میں حضرت کی ولادت باسعادت ہوئی۔ خورد سالی سے حضرت پر تجرید و تفرید و تبتّل اور آثار خلوت غالب تھے۔ سِنِ رُشد کو پہنچنے پر آپ نے مولانا صادق حلوائی

اور دُوسرے اکابر سے علمِ ظاہر بہ تمام و کمال پڑھا۔ اِس سلسلہ میں آپ ماوراء النہر تشریف لے گئے۔ اور تھوڑے عرصہ میں اِمتیازی شان پیدا کر لی۔

علمِ باطن اَور خدا طلبی کا جذبہ عہدِ طفلی ہی سے آپ کے پاک سینہ میں ودیعت ہُوا تھا۔ اِس لیے ایامِ تحصیلِ علمِ ظاہر میں بھی جہاں آپ کو کوئی خدا رسیدہ پاک نفس مِلتا تھا آپ اس کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اَور اس کی صحبت اَور انفاسِ قدسیہ سے مستفید ہوتے تھے۔ اَور علمِ ظاہر کی تکمیل کے بعد آپ نے ہند و بلخ و بدخشاں کا سفر کیا۔ اَور پائے طلب آپ کو پنجاب اور کشمیر تک لایا۔ جہاں بھی خدا رس ملا اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اَور فوائد حاصل کیے۔ جتنا آپ اہلِ دل کے قریب تر ہوتے تھے خدا طلبی کا جذبہ اتنا ہی تیز تر ہوتا جاتا تھا۔ اگر کوئی مجذوب ملتا تھا آپ اس کے پیچھے لگ جاتے تھے۔ چنانچہ لاہور میں ایک مجذوب جب آپ کو دیکھتا تھا۔ گالیاں دیا کرتا تھا بلکہ بعض اوقات آپ کو پتھروں سے مارتا تھا باایں ہمہ صرف جذبہ خدا طلبی آپ کو کشاں کشاں اس کے پاس لے جاتا تھا۔ ایک دن وہ دیوانۂ فرزانہ آپ پر مہربان ہُوا اَور آپ کے حق میں اس نے دُعائیں کیں اَور آپ کو باطنی فوائد حاصل ہُوئے۔

آپ کے ہندوستان آنے پر آپ کے بعض دوستوں کو علم ہُوا۔ انہوں نے کوشش کی کہ آپ کو شاہ ہند کے عہدہ داروں کے زمرہ میں لے لیا جائے لیکن سلطانِ جذباتِ الٰہیہ کے سامنے کِسی کی سعی و کوشش کارگر نہ ہوئی۔ دولتِ دیں اَور متاعِ یقیں کی بادشاہت آپ کو ملنی تھی بھلا مزخرفاتِ دنیویہ سے آپ کیا متاثر ہوتے۔

ایک واقعہ میں حضرت خواجہ عبیداللہؒ احرار رحمہ اللہ آپ پر ظاہر ہوئے اَور ارشاد فرمایا کہ مولانا خواجگی کی خدمت میں حاضر ہو۔ وہاں فتح یاب ہوگا چنانچہ آپ حضرت خواجگی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بلکہ اسی دوران میں حضرت خواجگی بھی آپ پر ظاہر ہوئے تھے۔ اور فرمایا تھا اے فرزند ہم چشم براہ ہیں تم ہمارے پاس کب آرہے ہو اَور پھر آپ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اَور نسبتِ شریفہ سے پوری طرح بہرہ مند ہوئے۔ اِس عرصہ میں آپ نے اپنے بعض دوستوں کو ہندوستان حضرت خواجگی کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے خط لکھا تھا۔ اس میں آپ نے اپنا یہ شعر تحریر فرمایا تھا ؎

من از محیطِ محبت نشاں ہمی دیدم — کہ استخوانِ عزیزاں بساحل اوفتاد است

اَور جب آپ حضرت خواجگی کی خدمت میں پہنچ کر سلطانِ ملکِ فقر ہوئے تو آپ نے ایک خط لکھا اَور تحریر فرمایا ؎

می گزشتم زغم آسودہ کہ ناگہ ز کمیں
عالم آشوب نگاہے سرِ راہم بگرفت

چونکہ آپ حضرت کی خدمت میں پوری طرح صاف و مجلی ہو کر پہنچے تھے۔ چراغ بھی صاف تھا۔ بتّی بھی تھی تیل بھی حاضر تھا۔ صرف دیا سلائی دکھانے کی ضرورت تھی۔ وُہ دیا سلائی حضرت خواجگی نے دکھائی کامل تین دن اَور تین رات حضرت خواجگی نے آپ کو اپنے پاس خلوت میں رکھا اور پھر خلافتِ مطلقہ سے آپ کو سرفراز فرما کر ہندوستان جانے کی ہدایت فرمائی۔ اَور ارشاد کیا۔ وہاں تمہاری وجہ سے اِس طریقۂ شریفہ کو رونق ہوگی۔ چنانچہ آپ نے ہندوستان کا قصد کیا اَور دہلی تشریف لا کر قلعۂ فیروزی میں جو کہ اب فیروز شاہ کا کوٹلہ کے نام سے مشہور ہے قیام فرمایا۔ آپ پہلی مرتبہ ہندوستان کب تشریف لائے۔ اَور بارِ دوم کب آئے۔ اس کا بیان نہیں ملتا۔ اس کو دیکھتے ہوئے کہ جامع ملفوظات نے لکھا ہے رو اداخرہا کہ امرِ مشیخت و ارشاد متروک شدہ بود۔ الخ ص ۸۹ قلمی) اَور لکھا ہے (فوائدے کہ دریں دو سہ سال ازاں حضرت بمستفیداں رسیدہ در زماں پیش بہ سالہا نمی رسید ص ۸۵) اور زبدۃ المقامات میں لکھا ہے (شاہدِ عظیم بر علو مرتبۂ ایشاں ہمیں بس کہ دو سہ سال بر مسندِ مشیخت بودند۔ دریں مدت قلیلہ چہ مردم کہ از خوانِ دولت ایشاں روزی مند گردیدند۔ الخ ص ۴۹ قلمی) معلوم ہوتا ہے کہ آپ سنہ ایک ہزار تین یا چار کو بارِ دوم تشریف فرمائے ہند ہوئے ہیں ۱۰۰۸ھ کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ آپ سے بیعت ہوئے آپ کو یہ محسوس ہُوا۔ کہ جو خدمت مجھ سے پروردگار جل شانہ کو لینی تھی وُہ اسی مردِ عزیز کی تربیت ہے۔ آپ مکاتیبِ شریفہ میں تحریر فرماتے ہیں (رقعہ ۶۵۔ شیخ احمد نام مردیست در سرہند کثیر العلم قوی العمل۔ روزے چند فقیر با و نشست و برخاست کردہ عجائب بسیار از روزگار اوقاتِ او مشاہدہ کردہ۔ بہ آں می ماند کہ چراغے شود و عالم ہا ازو روشن گردند۔ الخ)

گریہ و آہ و بکا و درد و وجد آپ میں بدرجۂ اتم تھا۔ بلکہ اگر کہا جائے کہ آپ کو اپنے پدرِ بزرگوار سے یہ نعمتیں بوراثت ملی تھیں تو بیجا نہیں ہے۔ آپ کی والدۂ مبارکہ جو نہایت عابدہ زاہدہ تھیں آپ کی بے قراری اَور آہ و زاری کو دیکھ کر جیسا کہ آپ بیان فرماتے ہیں (روئے عجز و نیاز بدرگاہِ بے نیاز آوردہ بگریہ و نالۂ تمام می گفتند خداوندا مراد فرزندم را کہ در طلب تو از ہمہ بگسستہ و از لذاتِ جوانی

دست شستہ بر آوردہ گرداں یا مرا زندہ مگزارکہ طاقت مشاہدۂ ایں ناکامی و بے آرامی او ندارم۔ زبدہ صلا۱۳ قلمی) خود آپ کی یہ بے قراری اور پھر آپ کی والدۂ مبارکہ کی یہ دعائے نیم شبی نے جو رنگ دکھایا یقیناً اہلِ نظر کے لئے مقامِ صد حیرت ہے۔ زبدۃ المقامات کے مؤلف نے ایک فاضل کا قول نقل کیا ہے اُس نے کیا خوب کہا ہے (بعضے شیخان بزرگ صاحب حال وقال دریں روزگار شصت و ہفتاد سال درہند شیخی کردند معلوم است کہ از ایشاں کہ ماند وچہ ماند۔ شاہد بزرگی خواجۂ شما ہمیں بس کہ بچہل سالگی رفتند و دو سہ سال ہدایت نمودند و عالمے را بہرہ ور گردانیدند۔ الخ صلا۴۹ قلمی) جو کام پروردگار جلّ شانہٗ وعمّ احسانہٗ کو آپ سے لینا تھا وہ بہ وجہ اتم لے لیا۔ اور بمقتضائے وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا۔ آپ لقائے محبوب کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ سالکانِ راہِ طریقت کو خلیفۂ اجلّ عالی مرتبت حضرت امامِ ربّانی مجدّد الف ثانیؒ کے سپرد کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت کے رقعاتِ شریفہ میں سے رقعہ ۸۴ کو دیکھا جائے۔ اور رقعاتِ شریفہ کے جامع نے جو عبارت لکھی ہے پڑھی جائے۔ حضرت میر محمد نعمان بھی آپ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ وُہ فرماتے ہیں (ایں فقیر و بندگی حضرت الدّ الاعظم حضرت خواجہ بُود وایشاں ہمہ یارانِ خود دا فرمودہ بودند کہ درخدمت حضرت امام المحققین حضرت ایشاں بروید و درخدمتِ ایشاں مشغولی کنید و ہر قسم شغل کہ ایشاں فرمایند بہماں روش مشغول باشید و در خدمتِ ایشاں تعظیم ما کنید بلکہ توجہ خود بجانب ما نہ کنید۔ درآں اثنا بہ ایں فقیر حقیر محمد نعمان فرمودہ کہ میاں شیخ احمد آفتابے اند کہ مثلِ ما ہزاراں ستارہ در ضمن ایشان گم اند۔ الخ صلا۲۳۹ زبدہ قلمی)

ہفتہ کے دن پچھلے پہروں میں ۲۵ ماہ جمادی الآخرۃ سنہ ۱۰۱۲ھ کو آپ کے گوش حقائق نیوش نے صدائے یٰاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ سُنی اور آپ بہ صد شوق راہئ ملکِ بقا ہوئے۔ اَلْبَقَاءُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ۔ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ وغفرلہ ورضی عنہ وقدّس سرّہٗ

آپ نے اپنے بعد اپنی والدۂ مبارکہ، دو بیویاں اور دو پسر خورد سال چھوڑے۔ جن کی ولادت سنہ ۱۰۱۱ھ پہلی ماہ ربیع الاوّل اور چھ ماہ رجب کو ہوئی ہے۔ میراث میں آپ نے یہ سامان چھوڑا۔ صرف ایک روپیہ، چند کتابیں، ایک گھوڑا اور ایک فرش (ملفوظات صلا۲۷ قلمی) یہ ہے عِشْ فِی الدُّنْیَا

كَانَّكَ غَرِيْبٌ اَوْعَابِرِيْ سَبِيْلٍ کی اعلیٰ مثال لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ - رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِيْ كُلِّ حِيْنٍ وَّآنٍ -

تصنیفات

رسائل مختصرہ نمازِ حقیقی وصوری اور توحید کے بیان میں اور تفسیر اعوذ و بسم اللہ و فاتحہ و والشمس واخلاص و فلق و ناس و آیت هُوَ مَعَكُمْ و آیت اَيْنَمَا تُوَلُّوْا و ترجمہ دعائے قنوت و رسالہ نا تمام در سلوک جو رقعات میں ۶۲ میں درج ہے۔ اور شرح رباعیات رسالہ سلسلۃ الاحرار۔ اور ۸۷ رقعات جانفزا اور دو مثنویاں دو تواریخ تولد برخورداران اور ساقی نامہ و سلسلہ پیرانِ طریقت اور چند رباعیاں اور چند فرد۔ آپ کے ایک ایک لفظ سے آپ کے سوزِ دروں کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے :-

رُباعی

صحرانشیں زسیل حذر کن کہ آستیں　　ترمی کنم بہ گریہ وافشردہ می روم
آں گلبنم بباغ تو کز یک نسیم لطف　　نشگفتہ ام ہنوز کہ پژمردہ می روم

آپ کا نسب

صاحب ملفوظات اور صاحب زبدۃ المقامات نے آپ کے نسب کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے البتہ حضرات القدس میں لکھا ہے۔ کہ آپ کے والد ماجد قوم سے خلج تھے۔ خلج کے متعلق قدیم تحقیق یہ ہے کہ خلج ترک قوم کی ایک شاخ ہے۔ سردار فیض محمد خاں ذکریا صاحب کابلی کی تحقیق یہ ہے کہ خلج افغان قوم کی ایک شاخ ہے۔ سردار صاحب افغانستان کے سربرآوردہ اور ذی علم افراد سے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا ایک مضمون چند سال پیشتر یورپ میں چھپ چکا ہے۔ مجھ سے یہ بات خود انہوں نے کہی ہے۔

آپ کی والدہ مبارکہ کے متعلق صاحب زبدۃ المقامات نے لکھا ہے (مخفی نماند کہ والدۂ ماجدۂ آنحضرت از دودمان سیادت بود و از قانتات نساء۔ الخ ص ۱۳ قلمی) یعنی آپ کی والدہ ماجدہ سادات کرام

ہیں سے تھیں حضرات القدس کا پہلا حصہ جس میں حضرت کے احوال شریفہ ہیں۔ اصلی فارسی اس عاجز کے پاس نہیں ہے۔ البتہ اُردو ترجمہ ہے جو لاہور میں چھپا ہے۔ اِس میں لکھا ہے (حضرت خواجہ اپنے نانا صاحب کی طرف سے حضرت شیخ عمر یاغستانی تک جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے نانا تھے پہنچتے ہیں اور جناب خواجہ کی نانی صاحبہ خاندان ساداتِ سے تھیں۔ الخ ص ۲۱۵) بظاہر ان دونوں کتابوں کی عبارت میں اختلاف ہے پہلی کتاب نے آپ کی والدہ صاحبہ کو اور دُوسری آپ کی نانی صاحبہ کو سادات میں سے بتایا ہے۔ اگر حضرات القدس کا اصل نسخہ فارسی کا ہوتا تو شاید یہ دقت نہ نظر آتی کیونکہ اِس ترجمہ میں اس عاجز کو کچھ ہُوئے تصرف آ رہی ہے۔ صفحہ ۲۱۳ پر حضرت کا اسمِ گرامی اس طرح لکھا ہے (حضرت سید رضی الدین معروف خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ) لفظ سید یقیناً مترجم صاحب کا اضافہ ہے۔ پھر صفحہ ۲۱۵ پر لکھا ہے (حضرت کے والد بزرگوار کا نام نامی قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی ہے) غالباً مترجم خلجی کو کسی مقام کی نسبت سمجھے ہیں اور اِسی لیے انھوں نے قریشی کا اضافہ کیا ہوگا۔ تاکہ شروع میں جو لفظ سید کا لکھا ہے وُہ صحیح ثابت ہو۔ اِس عاجز نے اس سلسلہ میں حضرت کے منظوم کلام کو بنظرِ غائر مطالعہ کیا۔ حضرت کی ایک رُباعی ہے۔ فرمایا ہے ؎

بدمست من امشب چو مہ آراستہ است	غم ہمچو ہلال لاغر و کاستہ است
اَے صبح برون میا کہ ترکاں مستند	وے شب بنشیں کہ فتنہ برخاستہ است

چُونکہ آپ نے پہلے مصرع میں اپنے محبوب کا ذکر فرمایا ہے اِس لیے ترکاں سے اشارہ اپنی طرف کیا ہے۔ آپ نے اپنے کو ترک ظاہر فرمایا ہے۔ آپ نے اپنے فرزندِ خورد خواجہ محمد عبداللہ کی تاریخ ولادت کہی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں ؎

گُلشکرے بُوالعجبے دست داد	شکر ہندی و گل ترک زاد

آپ نے اپنے فرزند کو ایسا گُلشکر یعنی گلقند بتایا ہے جس کی شکر ہند کی ہو اور پھُول تُرک کا ہو۔ اِس سے معلوم ہُوا کہ اِس فرزندِ عالی قدر کی والدہ کشمیر کی تھیں اور پدرِ بزرگوار تُرک ہیں۔

حضرات القدس کا ترجمہ احمد حسین خان صاحب نے کیا ہے۔ یہ حضرت کے مزارِ پُر انوار پر بارہا حاضر ہوئے ہیں۔ انھوں نے یقیناً وہاں وُہ کتبہ بھی پڑھا ہوگا جو حضرت کے سرہانے دیوار میں جڑا ہُوا ہے۔ اِس کتبہ میں پندرہ اشعار ہیں جو پہلے ایک لکڑی کے تختہ پر تحریر تھے اور تقریباً

پچاس۵ سال پہلے پیرجی مظفر علی کے وقت میں سنگ مرمر پر ان کو کندہ کرا کے لگوا دیا گیا ہے۔ دُوسرا شعر اِس طرح ہے ؎

حامیٔ دینِ نبی اکمل امام المتقیں
مورد فضل گرامی آل ختم المرسلین

اِس شعر میں آپ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد میں سے بتایا ہے جو سادات کرام ہیں۔ اور احمد حسین خان صاحب وہاں کے متولّی صاحبان سے بھی ملے ہوں گے۔ (پیرجی مظفر علی سے) جو کہ اپنے کو آپ کی اولاد میں سے بتاتے تھے۔ اور اپنے نام کے ساتھ لفظ سیّد بھی لکھتے تھے لہٰذا کچھ بعید نہیں کہ انھوں نے اپنے خیال سے اظہارِ حقیقت کرتے ہوئے سید کا اضافہ شروع میں اور قریشی کا اضافہ خلجی سمرقندی کے ساتھ کر دیا ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ کسی نے بارھویں صدی ہجری کے اوائل میں لگایا ہے کیونکہ آثار الصنادید میں بھی اس کا ذکر ہے جو کہ ۱۲۶۳ھ میں لکھی گئی ہے۔

حضرت شاہ رؤف احمد مجددی قدس سرہ نے جو کہ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے تھے اور بعد میں بھوپال میں سکونت اختیار کر لی تھی ۱۲۴۹ھ کو کتاب جواہرِ علویہ لکھی ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں (سمرقندی الاصل کابلی المولد اند خلج بودہ اند و از جانب والدہ بحضرت شیخ عمر باغستانی کہ جد مادری حضرت خواجہ احرار اند میرسند) اِس عاجز کو خیال ہوتا ہے کہ حضرات القدس سے آپ نے یہ کلام اخذ کیا ہے۔ ممکن ہے آپ نے بھی مزارِ پُر انوار پر کتبہ لکھا دیکھا ہو اسی لیے خلج کا اظہار ضروری خیال کیا ہو۔

ہندوستان میں بزرگانِ دین کو سیّد بنانے کی مہم کافی عرصہ سے جاری ہے ممکن ہے اسی جذبہ کے تحت آپ کو سیّد بنایا گیا ہو لیکن اس کے ساتھ اس عاجز کو ایک وجہ اور بھی معلوم ہوتی ہے، کہ کہیں حضرت کو بنابریں سیّد نہ بنا دیا گیا ہو۔ وُہ وجہ یہ ہے کہ حضرت کے بڑے صاحبزادہ خواجہ عبید اللہ معروف بہ خواجۂ کلاں قدس سرہ نے ایک رسالہ لکھا ہے اس کا نام "مَبْلَغُ الرِّجَال" ہے۔

اِس رسالہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں "گوید بندہ سرافگندہ شرمندہ از کردہ اد تباہ سراپا گناہ خانہ زاد خواجہ آفاق سبطِ آلِ النبی مویدالملۃ والدین الرضی ابوالوقت خواجہ محمد الباقی قدس سرہ احقر عبید اللہ ... الخ" آپ نے اپنے پدرِ بزرگوار کو آلِ نبی یعنی ساداتِ کرام کا سِبط قرار دیا ہے۔ سبط عربی لفظ ہے۔ اور

از رُوئے لُغت عربی میں اولاد کی اولاد کو سبط کہتے ہیں چاہے وُہ پسر کی اولاد ہو چاہے دختر کی لیکن از رُوئے اِستعمال پوتے کو حفید اَور نواسہ کو سبط کہتے ہیں۔ یہ اِستعمال اِتنا ذائع اَور شائع ہوُا ہے اَور خاص کر اسلامی دَور میں۔ کہ بعض اہلِ لغت نے لِکھ دیا ہے کہ پوتے کو حفید اور نواسہ کو سبط کہا جاتا ہے۔ دیکھو المنجد میں لکھا ہے۔ سبط ولد الولد ویغلب علی ولد البنت مقابل الحفید الذی ھو ولد الابن یعنی حفید پوتے کو کہتے ہیں اَور اس کے مقابلہ میں نواسے کو سبط کہتے ہیں۔ حضرت حسن اَور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سبط النبی (صلی اللہ علیہ وسلّم) کہا جاتا ہے۔

پانچ سات سال ہوئے اِس عاجز کو ایک صاحب نے لکھا تھا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ صحیح النسب سیّد ہیں۔ اور دلیل میں رسالہ مبلغ الرجال کی یہ عبارت تحریر کی تھی۔ اس دن سے یہ خیال ہُوا کہ ممکن ہے بعض افراد اِس عبارت سے مغالطہ میں پڑ گئے ہوں۔ اور پھر حضرت کی درگاہ کے متولّیوں نے مزید ان کو مغالطہ میں ڈال دیا ہو۔ جو اپنے کو آپ کی اولاد میں سے بتاتے ہیں اور اپنا نسب سیّد قرار دیتے ہیں حالانکہ

بندۂ عِشق شدی ترکِ نسب کُن جامؔی کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

کُلُّکُمْ مِنْ آدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔

مبلغ الرّجال کی عبارت سے زبدۃ المقامات کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کی والدۂ ماجدہ سادات کرام میں سے تھیں۔ اور آپ سادات کرام کے نواسہ تھے۔ آپ سبطِ آلِ نبی (صلی اللہ علیہ وسلّم) تھے۔ اَور آپ از جہتِ پدرِ بزرگوار قوم خلج سے تھے جو کہ مشہور اَور قدیم قول کی رُو سے ترک قوم کی ایک شاخ ہے اور اسی قول کی رُو سے حضرت نے اپنے کو ترک بتایا ہے۔ اور اپنے فرزند کو ترکی پھول قرار دیا ہے۔ اور سردار فیض محمد خاں زکریا کی تحقیق کی رُو سے خلج افغان قوم کی ایک شاخ ہے اَور یہ لفظ حقیقت میں خلج ہے اَور یائے نِسبتی کے ساتھ خلجی ہے۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ

حضرت کا مزار پُرانوار پُرانی دِلّی کی فصیل سے (جو اب صرف پُرانے نقشوں میں مِل سکتی ہے) جہتِ غرب ہے۔ لاہوری دروازہ سے تقریباً چار فرلانگ بجہتِ غرب قدرے مائل بہ جنوب قطب روڈ پر واقع ہے جو شمالاً جنوباً ہے۔ اَور قطب روڈ سے عیدگاہ روڈ جو غرب کو نکلی ہے اس کے مقامِ اتصال کے جنوبی کونہ پر واقع ہے (شمال  جنوب) مزار پُرانوار چار دیواری میں ہے۔ جہتِ شمال مسجد شریف کا صحن ہے۔ آپ کے مزار پُرانوار کی شرقی دیوار کے پاس آپ کی والدہ

ماجدہ رحمۃ اللہ علیہما استراحت فرما رہی ہیں۔ صدہا بلکہ ہزارہا اللہ کے نیک بندے قرب وجوار میں چاروں طرف راحت کی نیند (نم کنوم العروس) سو رہے ہیں۔ اس عاجز کے دیکھتے وہاں کے منتظمین تقریباً تین حصہ قبرستان کا فروخت کر چکے ہیں۔ جو تھوڑا حصہ (تقریباً چوتھائی) رہ گیا ہے۔ اس کی بھی حالت خستہ ہے اور آثار اچھے نہیں ہیں۔ کل من علیہا فان۔ البقاء للہ وحدہ۔ والصلوٰۃ علیٰ رسولہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔

جمعہ ۲۹ رجب ۱۳۸۴ھ
۴ دسمبر ۱۹۶۴ء

زید ابوالحسن فاروقی
درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ
چتلی قبر، دہلی

ملفوظات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلماتِ جانفزا دسخنانِ دل کشا

ملفوظاتِ شریفہ و احوالِ مبارکہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہ

نوٹ: حصہ اول (بعض تحریرات) است و جلد دوم ملفوظات است۔ مجموعہ ایں ہر دو حصص یکے سالہ است کہ نام جامع و مؤلفِ آں ظاہر نہ شدہ البتہ از نظم وے کہ در آخر نوشتہ معلوم می شود کہ وے رُشدی تخلص می کرد۔ رحمہ اللہ

بعد از حمد و صلوٰۃ نمودہ مے آید کہ چوں بسابقہ عنایت ازلی و رہنمونی سعادت لم یزلی ایں ذرۂ احقر کہ نامِ خود را از غایت بے اعتباری شائستہ اندراج ایں نامہ بلند قدر نمی بیند از جملہ باریافتگاں درگاہ خواجہ جہاں پناہ مرجعِ حق پرستاں قبلۂ راستان و دبستان مہرِ ہدایت و سپہرِ معرفت النور الاتم و سر اللہ الاعظم صاحب التصرف الانفسے والآفاقی ابو الوقت خواجہ محمد الباقی النقشبندی الاویسی مَنّ اللہ علے العٰلمین ببقائہٖ وشرح صدور المسلمین بلقائہٖ شد اکثر اوقات از ہیبت آں مقام بخلوت خاص راہ بروں و شوار بودے۔ مگر آں کہ لطفِ عمیم آں دریائے کرم دستگیری فرمودہ دراں موطن قدس جائے دادے و در بعضی مجالس کہ آں لسان وقت گہر ریز شدے بخاطر سوختہ[1] و دل شیدا رسیدے کہ ایں کلماتِ جانفزا و سخنانِ دلکشا کہ سامعہ می افروزد و پنبۂ غفلت مے سوزد و دل را پروانگی مے فرماید و دماغ را بہ بہار می آویزد و بر ہوش شیشہ مے شکند و روح را باطلاق مے انداز و در قیدِ کتابت آوردہ شود تا ہر کہ مزہ حق پرستی و در دِل ولذّتِ حق شناسی و ذوقِ طلب تحقیق و استعداد داشتہ باشد از مطالعہ آں خوش وقت شود و بہرہ بردار و بُوکہ پرتوی از ضمیر آں صاحب دل بروقت محرر افتد و در از مضیق تعلقات خلاص بخشد اکنوں بآں خواہش فائز می گرود حق سبحانہ حضرت ایشاں را بر مفارق طالبان باقی و پائندہ دارد و ایں جواہر گراں بہا بر صفحہ ظہور آنًا فانًا جلوہ گر باد بالنبی و آلہ الاطہار الامجاد۔

---

[1] نسخہ شیفتہ

مخفی نماند که هرجا درین رساله لفظ حضرت ایشان ثابت افتد مراد حضرت خواجه خواهند بود و آنچه از معارف و حقائق که از زبان مبارک حضرت ایشان استماع می افتد چون قوت مدرکه محرر از ادراک کُنه آن قاصر بود و قوت حافظه در ضبط عبارات شریفه بعینها غیر وافی ـ اگر در ضمن بیان خللے در لفظ یا در معنی راه یابد محمول بر قصور و نقصان حال کاتب حروف خواهد بود عفی الله عنه و عن جمیع المسلمین بعد ذالک خواستم که مجملے از ابتداے احوال کرامت مآل حضرت ایشان و استفاده نسبت و اخذ طریقه از وسائط ما تقدم در ابتدائے این رساله نقل کنم برخی از آن بخط شریف آنحضرت یافته شد و آن اینست۔

ابتدائی توبه از معاصی در ملازمت خدمت خواجه عبید کرده شد لیکن خیال رجوع و عزم ترک در باطن بود و التماس فاتحه در ظاهر ایشان از خلفاء مولینا لطف الله بودند و مولینا لطف الله خلیفه مولینا خواجگی دہبیدے علیه الرحمة بودند چون توفیق استقامة نیافت بار دیگر توبه در ملازمت بندگی افتخار شیخ که در سمرقند تشریف داشتند و از کبار خانواده حضرت خواجه احمد یسوی بودند کرده شد اگرچه جناب ایشان رضا نداشتند و مے فرمودند شما جوانید لیکن چون عزیمت فقیر مصمم بود لضرورت فاتحه خواندند و فرمودند خدا استقامة بدهد موافق تفرس آن بزرگواران آن عزیمت برهم خورد و خرابی هائے عجب روئے داد بار دیگر بے صنع و اختیار فقیر در بندگی حضرت امیر عبد الله بلخی مد ظله تجدید توبه بظهور رسید مقرون بمصافحه آن نعمتے بود غیر مترقب اُمید که برکات آن مواهبت الی یوم القیام بماند القصه چندگاه دیگر در مقام نگاهداشت حدود بود باز تاثیر اسم المُضِلُّ آن سد را شکست عاقبت به هدایت صمدیت در خواب بشرف ملازمت حضرت خواجه بزرگ خواجه بهاؤ الحق والدین صورت توبه منعقد شد و میل طریقه اهل الله بظهور رسید بحکم اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ بهر طرف دستے مے انداخت۔ عاقبت ببعضے از خادیم فرمودند که ذکرے که معنعن تا بحضرت رسالت صلی الله علیه وسلم مے رسد نتیجه مند است تعطش بر انداشت که از همان عزیز طریق ذکر و مراقبه اخذ کرده شد۔ مدت دو سال بر آن ذکر و مراقبه و اوراد سلسله آنعزیز مداومت نموده شد شنیده شده بود که تا سالک مدتی قریب بچهل سال میدان لَا اِلٰهَ را قطع نکند بمنزل اِلَّا اللهُ نخواهد رسید ساده لوحی بر آن میداشت که مرور زمان را در ذکر غنیمت شمارد و بهمان صورت عبادت قناعت نماید۔ هرچند که درین میان اشارات غیبیه و سلوک طریقه دیگر ظهور مے کرد و قدم استوار را

از جانبی برداشت و در زمین کرم بزرگواران آن طبقه تخم وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ میکاشت انشاءالله العزیز عاقبت دست کرم آن تخم را از جویبار مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ سیراب گرداند بالآخره بکشمیر رسیده شد و بملازمت حضرت شیخ بابای والی قدس الله سره العالی اتفاق افتاد و از برکات نظرش بهره مند شد۔ الحمد لله والمنة که آن نظرات فتح باب قبول آمد۔ چون که حضرت شیخ از سلسلهٔ عالیهٔ نقشبندیه نیز مجاز بودند و استعداد طالب متوجه آستانهٔ آن بزرگواران نفحات ربانیه از دریچه بہان خانواده اقبال فرمود و بعد از انتقال آنحضرت بدار القرار غیب معهوده خولها جلوه گر شد و ارواح طیبات ایشان در بشرات نمودن گرفتند و تلقینات فرمودند و بیمین توجه ایشان آن نسبت را قوتی پیدا شده دایره غیبت وسعتی پیدا کرد و راه روشن شد فی الجمله جمعیتے دست داد تا آنکه بجذب عنایت ایشان بخدمت مخدومی حقایق پناہی ارشاد دستگاہی حضرت مولانا خواجگی امکنگی رسیده شد و بطوع و رغبت خود بیعت و مصافحه بدست آورده طریقهٔ خواجگان اخذ کرده شد و بطفیل ملازمت آنحضرت و ارواح طیبه خواجه نقشبند و خلفا ایشان در سلک افتادگان این راه و نیازمندان این درگاه درآمده شد اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اِنتهی کلامهٗ۔

شنبه غرّه صفر ختم الله بالخیر والظفر سنه تسع و الف

سعادت حضور روی داد درین اثنا این فقیر را دل بجائے آویخته بود چنانچه خطره او بسیار می آمد و تشویش میداد بزبان باطن ہمتے از حضرت ایشان درخواستم که ازین تشویش خلاص یابم۔ زمانی برین بگذشت که از مخلصان توکل خدائے از در درآمد و سلام کرد عنایت بسیار درباره او فرمودند و امر نشستن کردند بعد از زمانی بلفظ مبارک راندند که کدخدائی سه ضرر دارد۔ ضرر اوّل بنفس عاید شود چه نفس را باعث شهوات پیدا آید مثل مار سر بازده که بی حرکت و جنبش افتاده بود۔ ناگاه تاب آفتاب باو رسید جان تازه یافت این زمان از قید احاطه بدر میرود و علاجش آنکه منهمک در شهوت کامرانی نگردد و عنان اختیار کشیده تر

دارد۔ ضربِ ثانی بدل راجع گردد و آن برطرف شدن یقین ست۔ چہ دریں محل فتورے در یقین رازقیت
رزاق حقیقی و نقصانے در توکّل بحق سبحانہ راہ یابد علاجش آنکہ غم روزی نباید خورد کہ رزاق علی الاطلاق
ضامن عباد شدہ است۔ ہم دریں محل فرمود کہ توکل نہ آنست کہ ترک اسباب کنند بنشینند چہ ایں سوء
ادبی ست بلکہ اقامت بسبب مشروع مثل کتابت وغیرہ میباید کرد و نظر بر مسبب میباید اندوخت
زیرا کہ سبب مثل دروازہ است کہ حق سبحانہ برائے وصول مسبب ساختہ دریں میان کس دروازہ را
بربندد کہ از بالا خواہد برتافت بی ادبی کردہ باشد چہ دروازہ بنا کردہ اوست و دلالت دارد بر اینکہ کشادہ
بنشینند۔ بعد از آن او داند خواہ از راہ دروازہ فرستد یا از بالا بر تابد و آنہا کہ بنشینند و در بربندند و نظر بر فتوح
دارند ازیں باب است چہ با وجود قدرت بر کسب نظر بر فتوح داشتن بے ہمتی و ترک اسباب است
ضربِ ثالث بروح راہ یابد و آں مسمی انجذاب است کہ از فرط میل بصور جمیلہ پیدا می شود چہ روح محل
انجذاب حق است سبحانہ در زمانیکہ میل بصور جمیلہ پیدا گردد انجذاب آنجناب کمین رفت علاجش آنکہ میل
مفرط بصور جمیلہ پیدا نکند چہ کسیکہ دریں نشاء بعشق صورت مبتلا ماند تا ابد در حجاب عظیم است و اگر آں صورت
نامحرم باشد در آن نشاء تواند بود کہ بشکل کریہش مبدل سازند و او را بداں مبتلا گزارند۔ و در آن وقت بوئے
از لذت حضور بحق سبحانہ بمشام او نرسد و آنکہ بعضی عشق صوری را طریقی نہادہ اند محل تامل است و در طریقہ
عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم بغایت مُبعَّد است ہم دریں محل فرمودند کہ در بعضی کتب مسطور است
کہ خواجہ بزرگ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ بہ بعضے غلیظ الاستعدادان در آوان ابتدا احیاناً
باین روش مدارا میکردند کہ عشق صوری پیدا کنید بعد از انکہ پیدا می کردند کمال بے تعلقی شان بحاصل آمدے
چنانچہ غیر از ہماں یک تعلق تعلق دیگر نمی ماندے باندک تصرف دل آنہا را از محبت صورت می گذرانیدہ
اند۔ لاجرم چوں جمیع علائق مرتفع می شد حضور و آگاہی شان پیدا مے آمد و این عمل حضرت مبتنی بر آن مسئلہ
فقہ است اگر طبیب حاذق بہ بیماری امر بارتکاب شی حرام کند کہ علاج منحصر دریں است ارتکاب آن جائز
است نزد بعضی ائمہ و صاحب کشف المحجوب کہ از امامان طریق است تکفیر قومی کہ با باحت این امر قایل
شدہ اند کردہ چہ جائے آنکہ مدار سلوک برین نہادہ باشند و حضرت خواجہ بزرگ نہ آنست کہ باہل این سلوک
امر باین کار میفرمودند بل کسانیکہ میل در آمد طریق میداشتند و در استعداد او شان قبول طریق حضور و آگاہی
ابتدا نبے بود در اوان ابتدا چند روز دریں کار میگذاشتہ اند و بمقصد اعلیٰ میرسانیدہ اند۔ و دریں اثنا بندہ

درگاہ عرضداشت کہ اگر کسی را در عین سلوک طریق حضور ابتلا باین بلا واقع شود علاجش چہ کند فرمودند، اگر مُرشدی واشتہ باشد باو بگوید تا بتصرف او را ازین مہلکہ بر آرد یا سفر اختیار کند آن شہر را بگذارد و چون او در ورزش نسبت حضور و آگاہی بجا خواہد بود و او را مجبت مفرط نخواہد بود و سفر برو چنداں شاق نخواہد آمد چہ حضور خاصیتے دارد کہ در برابر او ہیچ چیز را لذتی و رونقی نمے ماند و این بیت را در اشارہ بہ تحصیل دوام آگاہی خوانند

بیت ۔ چند گاہے بے لب و بے کام باش بعد ازاں ہمنشین و یارِ جام باش

بعد ازیں موافق ایں سخن فرمودند کہ حضرت خواجہ ما خواجہ احرار قدس اللہ سرہٗ مخلصے داشتند ۔ ملا لطف اللہ نام مردی منبسط بر مطائبہ بود ۔ چنانچہ بعضے اوقات حضرت خواجہ را خوش می آمد باو سخن میکردند روزی ازو پرسیدند کہ ملا لطف اللہ اگر کدخدا شوی چہ طور زنے خواہی خواست ۔ گفت سبز و شیریں ۔ فرمودند در اندک زمانے شیرینیہا خواہد رفت ہمیں سبزی خواہد ماند ۔ ہم دریں محل فرمودند کہ از اکابر ہیچ کس بجمال صورت متوجہ نماندہ است و حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی کہ از پیشروان ایں قافلہ بودند در آخر تبرّی ازیں نمودند چنانچہ احوال ایشاں و بسیاری از سخنان ایشاں دلالت برایں معنے دارد ۔ و ازاں جملہ است ایں رُباعی ۔ رباعی

رفت آنکہ بہ قبلۂ بُتاں رُو آرم حرفِ غمِ شاں بلوحِ دل بہ نگارم
آہنگِ جمالِ جاودانی دارم حُسنے کہ نہ جاوداں ازو بیزارم

انتہی کلامہ سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاہ چوں کاتب از مجلس برخاست دل سردی تمام ازاں علاقہ دست دادہ بود و بالکلیہ مرتفع شدہ ۔ الحمد للہ و المنۃ ۔

یکشنبہ دوم صفر ختم اللہ بالخیر والظفر سنہ مذکور

دولت زمین بوس رُوئے داد از حاضران شخصے از معنی حضور بے مزاحمت نفی و اثبات کہ در رسائل ایں طریقہ عالیہ واقع است استفسار کرد ۔ فرمودند چوں حضور صاف بخود قائم دست دہد مزاحمت نفی و اثبات را گنجائش نماند ۔ ہم دریں محل بر لفظ مبارک راندند کہ تا حضور ذاتی کہ حضور صاف عبارت ازاں است سالک را حاصل نشود از تقیّد توحید جسمانی خلاص نیابد چہ توحید صوری در مراتب اجسام

می باشد چنانچه وجود جسمانی خود را و غیر را وجود حق داند و درین وقت تمیز و تفرقه باقی است روح بفنا و اضمحلال نرسیده است زیراچه بروح است تمیز هر چیز. این موحد بتوحید که مقر علمائے دین و صوفیای محققین است رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نرسیده و آن عبارت از مدلول کریمہ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ که تنزیہ صرف که منزه از صفات تنزیہ است تا فروغ حضور ذاتی در نگیرد و روح را بفنا و اضمحلال نرساند حجاب از چہرۂ مقصود بر نه افتد اگر چہ آں حال لمحۂ باشد و ایں ہماں قدر که در تقدیر رفته است روئے می نماید علی تفاوت الاستعداد پس ہمیشہ منتظر باید بود که حق سبحانہ بوجود موہوب حقانی که مقربان خود را بدان مخصوص گردانیده است مشرف سازد و ایں جا کسب را اصلاً دخلی نیست محض بموہبت وی تعالیٰ و تقدس وست دہد دریں مقام مضمون ایں مصرع۔

از علم گذشتیم و بمعلوم رسیدیم

واضح گردد۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ط

پنجشنبہ ششم صفر سنہ مذکور

بدولت حضور مشرف شد سخن در تحقیق محبت ذات و محبت صفات رفت بر لفظ مبارک راندند که محبت صفات آنست که کسی بشخصے محبت دارد و ازیں جہت که او عالم است یا شجاع دریں وقت محبت او منوط بصفت علم و شجاعت باشد۔ چنانچہ اگر ایں اوصاف از و مرتفع شود محبت ہم نماند و محبت ذات آنکہ او را دوست دارد بی ملاحظہ ہیچ صفتی نہ در وقت اتصاف او بصفتی در محبت تزاید و نہ در وقت عدم اتصاف نقصانی ہمدرین محل فرمودند محبت ذات از اہل شہود کسی راست که غرض خویش درمیان نباشد۔ چنانچہ بعضے ازیں جہت دوست دارند که از مشاہده او لذتی و سروری در ایشاں پیدا شود و بعضے جہت نہ بینند محبت بذات صرف او دارند۔ اگر دریں مقام بتجلیات جمال او لذت و سرور بایشاں رسد ہیچ منافات بمحبت ذاتی ندارد بلکہ ایں کمال محبت ذاتی است ہم دریں محل کتابی از مصنفات حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سره السامی که پیش حضرت ایشاں نہاده بود بر داشتند و کشادند۔ ایں حدیث قدسی بر آمد که مَنْ قَتَلَهٗ مَحَبَّتِيْ فَاَنَا دِيَتُهٗ بیانی عالی فرمودند که حق سبحانہ بیان طریق مراقبہ

فرمودہ است کہ ہرگاہ محبت ذاتی بمرتبہ فنا وامانت برسد محب بذوق یافت وتجلی ذات فائز گردد وانجا دیت ہمیں ذوق یافت است کہ بعد از فنا ومحبت ذاتی بظہور میرسد یعنی طریقہ مراقبہ مذکورہ کہ عبارت از ظہورِ محبت ذوقیہ است البتہ موصل بمقصود است۔ بعد ازیں سخن فرمودند کہ مدار طریقہ ما بریں سہ چیز است۔ رسوخ بر عقائد اہل سنت وجماعت۔ دوم آگاہی وعبادت۔ ہر کرا در یکی ازین ہا فتورے رفت از طریقہ ما بر آید فنعوذ باللہ من الذل بعد العزو من الرد بعد القبول ہمدرین محل محرر این سطور عرض داشت کرد کہ آرزو دارم کہ ہر چہ در حضرتِ عالی مذکور می شود باجازت آنحضرت در قید کتاب آوردہ شود۔ بعد از خواہشِ بسیار فرمودند بنویس وبمن نمائی خوشحال شدم و فرحتِ عظیم بمن روی نمود بخاطر آوردم کہ این دولت بس عظیم است کہ نامزد روزگار من شدہ وغالباً این خوش حالی نفسانی بودہ است۔ مجلس چند کہ بے اجازت نوشتہ بودم درنظر مبارک در آوردم فرمودند این نوع سخنان در کتب مردم بسیار است چہ احتیاج کہ بگوئید من از فلانی شنیدم عرض کردم کہ مرا بنور این سخنان باطن نورانی میگردد و قوتِ فہم سخنان اکابر روی می نماید وراہ روشن می شود فرمودند کہ اگر شما را باین نوع سخنان سری است چیزے ازین علم بخوانید نوشتن چہ درکار است ننویسید کہ نفس شما را درین جا دخل است لاجرم دست ازاں دولت کوتاہ کردہ آمد و خاطر ارادہ منصرف شد۔ ابیات

مرا این غول نفس دیو کردار فگند اندر خرابی ہائے بسیار
کنون زین بادیہ تا کار دانم مگر کرگس رساند استخوانم

تا آنکہ در شہر رمضان المبارک سنہ مذکور عنایت الٰہی درکار شد وطالع یاوری کرد و غنچۂ امید بشگفت واز چہرۂ مقصود پردہ برافتاد ونخل سعادت ببار آمد یعنی جناب میاں شیخ احمد سرہندی وغیرہم کہ از مقربان ومقبولانِ درگاہ خلائق پناہ اند تقریبی ساختند ومکرراً درخواست قبول این امر خطیر کردند۔ بعد از تامل وتردد بسیار قبول کردند وفرمودند سخنی کہ در طریقہ دخلی داشتہ باشد بنویسند وحکایات ومعاملات مشائخ راکہ مذکور می شود بان ضم نسازند ودکانی راست نہ کنند چون آرزوی این فقیر بہ نیل این مراد سابق بود وبواعث نفسانی ودواعی طبیعی دریں مدت بگوشہ رفتہ وبی قوت گشتہ لاجرم این دولت بازبمن انتقال کرد واین سعادت نامزد طالع این شوریدہ

شد ـ بیت

مورِ مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد　　دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

حسب الامر العالی حکایاتی کہ در خلال مجلس اقدس مذکور می شود ہر چند فوائد عظیم در ضمن آن مندرج میسود حتی الامکان زبان قلم از ان نگاہ داشتہ آمد الا در جائیکہ تحریر سخن حضرت ایشان موقوف برآں بود اکنون بتائید الٰہی و استمداد از ارواح طیبۂ حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم و استعانت از باطنِ اقدس حضرت ایشان دریں امر شروع نمایم ونعوذ باللہ من الخلل والزلل ـ

پنجشنبہ یازدہم ماہ رمضان المبارک سنہ تسع والف

بسعادت زمین بوس مشرف شد بعد از افطار مردے از صوفیان شیخ جلال تھانیسری بملازمت آمد ـ ظاہرا این مرد قبل از افطار آمدہ بود و منتظر طعام خیلگی بر در نشستہ و این شخص ہمیشہ بعد از ادای تہجد طعام میخوردہ است و صومِ دوام میداشتہ بحضرتِ ایشان این معنی روشن گشتہ حاضران را مخاطب ساختہ فرمودند کہ روزہ داشتن در صفتِ حق سبحانہ آمدن است ـ چون او تعالیٰ و تقدس از اکل و شرب منزّہ است بندہ میخواہد کہ زمانی متخلق باین خلق شود لیکن اظہاراً للعجز باید کہ سحر بخورد آنگاہ باادب و عجز در روزہ شروع نماید تا از دائرہ بندگی بر نہ افتد و قدرت و قوت کہ صفت خاصہ اوست عزّ و علا مخصوص او گرداند و بود ـ ہمچنیں قیام لیل نیز در صفت حق سبحانہ در آمدن است ـ چون او تعالیٰ و تقدس منزّہ از نوم است بندہ درین صفت باد اقتدا نمودہ قیامِ لیل شروع می نماید باید کہ گستاخانہ باحول و قوۃ خود درین صفت در نیاید و اول شب بطعام تعجیل نماید تا عجز خود عرضہ دادہ باشد ـ آں مرد فی الحال از وضع سابق برگشتہ طعام طلبید و گفت اگر طعام حاضر باشد بخورم گویند این مرد بلغایتی بر قرار داد خود راسخ بود کہ بگفتہ والدین ہم اول شب طعام نخوردی ـ ہمیشہ بعد از تہجد و تراویح تناول کردی و پیوستہ صائم بودی بعد از ان برائے کاریکہ آمدہ بود عرضہ داشت و باز گشت ہمدرین محل فرمودند کہ در فوائد الفواد دیدہ شدہ است کہ اوائل حال روزگاری ابراہیم ادہم قدس سرہ قوت خود بہیزم کشی میکردہ اند دراں ایام از عُبّاد مردے بملازمت ایشان آمدہ است کہ تمام شب قیام کردی بر ایشان تحقیق شدہ کہ لقمہ او پریشان است، باد

فرمودہ اند میتوانی کہ روزے چند از طعام ما بخوری ولی راضی شدہ در دو سہ روز ببرکتِ لقمۂ پاک کار او بجائے رسید کہ در سنن موکدہ ہم تقاعدی از و فہمیدہ مے شد انتہی کلامہ سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ ظاہرا اقیام او نفسانی بود وبطفیلِ لقمۂ پاک نفسانیتہا نابود گشتہ بجائے او حقانیت متولد شدہ باشد واللہ اعلم

چہار شنبہ بست ویکم شہر شوال سنہ مذکور

سعادت حضور روئے داد نفحات الانس مطالعہ می کردند سخن در جاہ افتاد فرمودند شیخ ابو عبداللہ خفیف جاہی داشت کہ مشاہیر روزگار دختران خود را برائے افتخار وتبرک برسم نیاز پیش او آوردندے واو بنکاح گرفتے وبجای ہر کدام یکی را از زنان سابق طلاق گفتے ہم چنین تا ہفتاد زن بہم رسیدہ بودند وبہ ہیچ کدام ازین ہا نزدیکی نکردہ چوں ایشاں را درین معنی توہمی بخاطر آمدہ ہمہ اینہا جمع شدہ پیش یکے از اینہا کہ صاحب جمال و دختر وزیرے بود و خدمتِ شیخ بسیار کردے و شیخ باو میلے داشت آمدند واز حقیقتِ حال استفسار کردند۔ وی گفت۔ ایں قدر دانم کہ روزے دستِ من بگریبانِ خود فروبرد۔ دیدم کہ از سینہ او تا ناف ہفدہ گلولہ برآمدہ بود۔ سرِ آں پرسیدم گفت اینہا از مرِ صبر است کہ از مثلِ تو نازنینی خود را نگاہ میدارم۔ ہمدرین محل فرمودند کہ حق سبحانہ تعالیٰ مقتدایان را در ہر زمان بطورے میدارد کہ صلاح مریداں آنوقت در آنست ہمانا مریداں آنوقت را کد خدائی مضر بود۔ درین اثناء مجذوبی از حاضران سوال کرد کہ اینہا کہ حکم کردہ اند واشارت بزرگانی کردہ کہ در نفحات مذکور اند وتشخیصِ احوال مشائخ نمودہ اند کہ فلاں بزرگ چناں بود وآں دیگر چنیں۔ مگر در لوحِ محفوظ حال او را دیدہ گفتہ اند یا بقیاس وتخمین فرمودند کہ ہر چہ میگویند بالہامِ حق سبحانہ تعالیٰ یا بتفرس کامل کہ ایشاں را حق سبحانہ تعالیٰ اعطا کردہ است دریافتہ حکم میکنند وہر کدام بر اندازہ صفاتِ خود کہ از مبداء صفات فیاض نصیبۂ ایشان شدہ است چیزے می فہمند۔ ائمہ مجتہدین از معانی قرآن نکاتِ علومِ شرعیہ استخراج کردند واولیاء اللہ حقائق ومعارف ازاں معانی فرا گرفتند ہم دریں محل فرمودند کہ شخصے از حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ پرسید کہ شما از اہل بیت آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم واز شما قریب ترے نبود شما چیزے گفتہ باشند کہ بدیگراں نگفتہ اند چنیں نیست آنچہ بدیگراں گفتہ اند بما ہم

گفته اند و آنچه بما گفته اند همه گفته اند اما ما را فهمے و دریافتے داده اند که بدیگراں نداده اند و ایں دو بیت از مثنوی خواندند

اہلِ دین از دُور نامت بشنوند　　تا بقعر تار و پودت در روند

بلکه پیش از زادنِ تو سال ها　　دیده باشندت ترا با حال ها

باز آں مجذوب عرضه داشت که اَلْمُجْتَهِدُ یُخْطِیْ وَیُصِیْبُ یعنی خلاف اولیا نیز از مقولهٔ خلاف ائمه شرع است. فرمودند خطائے ایں طائفه در مفهوم کلام یک دیگر است نه در اصل مسئله. در اصل همه متفق اند خطا در مفهوم کرده اند از آں رو که قائل فصیح نیست. در عبارتِ او قصورے است که مدلول مفهوم نمی شود یا از آں جهت که حالِ ایں بحالِ آں دیگر برابر نیست. زوائد احوال او را بحسبِ حال نحو رنگ دیگر فرا گرفته و تخطیه کرده است و تخطیهٔ شیخ علاء الدوله سمنانی نسبت شیخ محی الدین ابن عربی از قسم ثانی است. در نفحات مذکور است که بعضے از فضلا که بهر دو ایشاں معتقد اند تحقیق فرمودند که مخالفت بینهما جز در مفهوم نیست و الا در اصل مسئله هیچ نزاعی ندارند لیکن آں فاضل مخالفت را از قسم ثانی نداشته و عدم فهم را عذرے نیاورده. و هم در نفحات مذکور است که شیخ علاء الدوله در حاشیه فتوحات نسبت به شیخ نوشته است اَیُّهَا الْمُحَقِّقُ اَیُّهَا الصدیق و در جای تخطیه و تکفیر کرده است ایں سخن مقوی آنست که تخطیه بحسب عدم فهم است یعنی آنچه یافته است قبول داشته و آنچه نیافته نفی کرده اصلاً نفس را دریں جا شائبه نیست باز آں مجذوب عرضه داشت که اینها استعدادها آورده بودند که چنیں شدند یا بتوجه مرشد بمراتب ولایت رسیدند. فرمودند که هم ایں بود و هم آں چه استاد کیمیاگر از چیز جوہر مثل سیماب و مس و غیره طلا می سازد از خاک نمی سازد. بیت

بس نکته لطیف بباید که تا کسی　　مقبولِ طبعِ مردمِ صاحب نظر شود

لختی سخن در احتیاط لقمه افتاد از اکابر عزیزے را نام برده فرمودند که او گفته است که وقت طعام خوردن حاضر باید بود که بغفلت خورده نشود چه لقمه بمشابهٔ تخم است اگر از سر حضور بکار رفته است حضوری آرد و الا پریشانی و غفلت اگرچه لقمه پاک هم باشد از حاضراں فقیرے سوال کرد از ایں جا ظاهر می شود که اگر بشبهت هم بخورند و حاضر باشند حضور آرد فرمودند چوں نه اما در آرام البته فتوری خواهد رفت و راه ترقی بجز دوام آرام نیست. صاحبِ آرام مثل سائلے است که بر در کریم ایستاده است

وپیوستہ طلب میکند لاجرم چیزے باو میرسد و موافق این سخن این حدیث خوانند مَنْ دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ وَلَجَّ وَلَجَ واگر آرام ندارد وقلقی خواہد داشت۔ صاحبِ این قلق مثل سائلے است کہ بردر کریم است واین طرف وآن طرف بمہمات ہم میگردد وشکایتے دارد کہ بمن می دہند وچرا نمی دہند۔ درین حال باو چیزے نمی رسد۔ این فقیر سوال کرد کہ ورائے آرام وقلق حالتی دیگرہم است۔ فرمودند کہ حالتِ طالب ازین دو بیرون نیست۔ یا آرام است یا قلق۔ وہر کہ ہیچ ازین دو ندارد طالب نیست۔ ہم درین محل فرمودند کہ لقمۂ شبہہ مثل دودے است کہ میانِ رائی ومرئی حائل می شود وچہرۂ مقصود را از نظر میپوشد وآنکہ بحضورِ الٰہی آشناست می فہمد ودر قلق می افتد وبعضی از عزیزان مریدان را از دو سفر منع میکردند از سفر خراسان چہ اوقات آنجا اکثر بی احتیاط بودہ لاجرم بمریدان حذر میکردند واز مقصود باز میداشت واز سفر یمن چہ آنجا حُسن بسیار است تا ناگاہ گرفتارِ حُسن نشوند واز راہ باز نمانند وآنکہ بعضے اذن بعشق صوری میکردہ اند در خود قوتِ تصرّف باز داشت آن می یافتہ اند ودر مرید استعداد آن می دیدند کہ کار او بی این پیش نمی رود واما از عشق صوری کسے بجائے نمی رسد وبسیار مضراست آنچہ کسے را بجائے می رساند راہ باطن او است واین ابیات خوانند۔

ابیات

ذاتِ تو خرجین تست وکیسہ ات ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ور تو رامیبنی مجو خنرو لیسہ ات

کیسہ وخرجین تو ہم ذاتِ تست ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ویں برونی ہا ہمہ آفاتِ تست

ہمچو نابینا مبر ہر سُوئے دست ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ با تو در زیرِ گلیم است ہر چہ ہست

روزے یکے از مخلصان را پرسیدند کہ در ملازمتِ ما بچہ نیت می آئی۔ عرضہ کرد بہ نیت آنکہ مسلمانی شوم۔ فرمودند مراد ہمین است بعد این فرمودند مسلمانی تسلیم وانقیاد است مرا احکام ازلی تا تجلی ذاتی بروجہ اتم نشود مسلمان شدن مشکل است۔ مصرعہ

این مشو آن مشو مسلمان شو

روزے بعضے از علماء کہ بشرفِ ملازمت آن آستان مشرّف اند در شرح رباعیات کہ از مسودات قلم حقائق رقم حضرت ایشان است برین سخن کہ صور علمیہ عکس اعتبارات وحیثیات ذات است وموجودات خارجیات کائنات عکس العکس یعنی عکس آنصور علمیہ است کہ بہ آئینہ ذات افتادہ

شبہ داشتند کہ اگر عکس صور علمیہ بر ظاہر وجود افتد۔ نہایت ذات حق و محلیت وجود مطلق تعالی شانہ لازم می آید۔ ہمدرین وقت حضرت ایشاں بروقت آنہا رسیدند۔ پرسیدند کہ چہ مذاکرہ میرفت چوں شبہ خود را مقرر ساختند حضرت ایشان در جواب آن فرمودند کہ بی نہایتی حق سبحانہ تعالی نہ بآن معنی است کہ در اجسام است باعتبار طول و عرض بآن معنی است کہ بی تعیین و تمیز است و دیگر محل آنصور ذات نیست کہ محلیت لازم آید بلکہ محل آن وہم است چنانچہ صورت متنقش در آئینہ نہ درون او نہ برون اوست اما وہم حکم میکند کہ بر روئے آئینہ است و محل او خیال است کہ آنرا مثال متصل گویند و آئینہ ہمچناں بر صرافت بیرنگی خود ہمدرین محل فرمودند کہ توحید حاصل می باید کرد۔ توحید محققین از علمائے متکلمین لَا مُؤَثِّرَ فِي الْوُجُودِ إِلَّا اللہ است یعنی تمام قدرت خود را بحق سبحانہ دادن و خود را ازان خالی ساختن۔ اگرچہ بعضے از متاخرین علماء قدرت موثرہ را بہ بندہ ہم فی الجملہ اثبات می کنند و توحید ایشاں لَا مَعْبُودَ إِلَّا اللہ است اما مذہب اصح ہمانست کہ لَا مُؤَثِّرَ فِي الْوُجُودِ إِلَّا اللہُ و صوفیہ چنانچہ فعل و قدرت را منسوب بحق می کنند۔ باقی صفات سبعہ را مثل علم و سمع و بصر و حیات و کلام نیز منسوب بحق میکنند و می گویند لَا مَوْجُودَ إِلَّا اللہُ بالجملہ توحید حاصل می باید کرد اگر آن عکس یا عکس العکس معلوم نشود در قیامت مواخذہ نخواہند کرد و ہرچند ازیں توحید خاص نخواہند پرسید و آنچہ تکلیف بآن کردہ اند بمعنی لَا مَعْبُودَ إِلَّا اللہُ است اما چون اخلاص تام بی این توحید کہ مقرر صوفیہ است پیدا نمی شود أَلَا لِلّٰہِ الدِّينُ الْخَالِصُ بضرورت این توحید حاصل میباید کرد تا اخلاص پیدا شود۔ **وصل**۔ روزے مقامات شیخ حسین خوارزمی قدس سرہ مطالعہ میکردند تعریف شیخ خلیل اللہ کہ یکی از خلفائے شیخ بود بسیار کردند و فرمودند حب جاہ از و برطرف شدہ بود باین تقریب فرمودند کہ جاہ دو جاہ است یکی جاہ عند الناس کہ از بقایائے نفس است آن خود بطور این طائفہ شرک است و جاہ عند اللہ کہ از بقایائے روح است و آنکہ گفتہ اند کہ اٰخِرُ مَا يَخْرُجُ مِنْ رُؤُسِ الصِّدِّيقِينَ حُبُّ الْجَاہِ مراد قسم ثانی است از و این جاہ برطرف شدہ بود۔ چنانچہ چندتن از مریدان کہ ہم در طریقہ ایشان استعداد شیخی پیدا کردہ بودند نزدیک مزار او می بودند و خلوت می برآوردند و ہرگز جای نرفتند و شیخی نکردند و این از آثار آن نظر است و ایضاً ہم درین مقامات مذکور است کہ یکے از صوفیان شیخ را قدس سرہ حالی پیش آمدہ بود بشیخ عرضہ داشت کہ من خود را در صحرائے تورانی بحق سبحانہ حاضر میبایم و در وقتے کہ

بایاران نشسته ام از ین غائبم و در آن صحرا حاضر۔ شیخ او را اشارتی داده فرمودند که خلوت در انجمن که در سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میگویند این است حضرت ایشان فرمودند که خلوت در انجمن که درین سلسلہ مشہور است چیزی دیگر است و این چیزی است که مبتدیان این طریقہ را در دو سہ روز روئے می نماید۔ تحتی سخن از استقامت شیخ نور الدین رفت و این شیخ نور الدین از مشاہیر علمای پنجاب است و بسیار از مردم آن صوب باو مرید اند۔ فرمودند که او بصد و بیست سالگی رسیده بود و بغایت ضعیف شده اما نوافل بسیار می گذارد و شبہا احیار میکرد و در عمل کوشش بلیغ داشت۔ گویند سی ۳۰ سال پہلوی خود بر زمین ننہاده بود۔ از حاضران شخصی عرضداشت که ہرگز از ایشان حقائق و معارف شنیده نمی شد۔ فرمودند، آدمی بشرائع مامور است نه بحقائق و معارف و آن سرور صلی اللہ علیہ وسلّم ہیچ کس تکلیف بمعارف صوفیہ نمی کردند ہمیشہ تلقین شریعت می کردند و چہ عظیم سعادتے که کسی بر متابعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم بود و در عمل کوشیده باشد و نیز فرمودند که معرفت را اقسام و مراتب بسیار است۔ اگر از حقائق و معارف نصیبی وافر داشتہ باشد بہتر و خوبتر۔ اصل کار بر شریعت بودن است میفرمودند که توحید سالم آنست که نقائص را بیقین خود که انا بر سراو می افتد اضافت کنی و از استعداد او شماری و کمالات را بحضرت اطلاق راجع داری ہر چند که معتقد لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہ باشی۔ شخصے از حاضران سوال کرد که آنکہ شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہ فرموده است که میتوانند که سالک متخلق شود بجمیع اسماء و صفاتِ الٰہی و ہنوز واصل نباشد بآں سخن مشہور تناقض دارد که تخلق باخلاقِ الٰہی بعد از وصول حاصل میشود۔ فرمودند که در کلام ایشاں لفظ توانند واقع شده پس میتواند که بعضہا را در زمان سیر الی اللہ پیش از وصول نہ دست دہد اما اکثر آنست که بعد از وصول بمقام سیر فی اللہ حاصل شود۔ لیکن اگر کسی اصلاح سازد تخلق قبل از وصول را تخلق گوید و بعد از وصول را تحقق مناسب است۔

چہار شنبہ سیزدہم ذی القعدہ سنہ مذکور

سعادت زمین بوس روئے داد۔ سخن در تعدد پیر افتاد بر لفظ مبارک راندند که پیر سہ است پیر خرقہ و پیر تعلیم ذکر و پیر صحبت۔ پوشیده نماند که پیر خرقہ آنست که خرقۂ ارادت از و پوشیده باشد و

از کسے کہ خرقہ تبرّک و اجازت یافتہ باشند۔ در اصطلاح این طائفہ او را پیر خرقہ نگویند و پیر تعلیم ذکر ظاہر است۔ و پیر صحبت آنکہ با وصحبت داشتہ و از صحبت او منافع و ترقیات حاصل کردہ باشند ہمدرین محل فرمودند کہ در سلسلۂ چشتیہ و سہروردیہ در ہندوستان مدار بر خرقہ است پیر مطلق باصطلاح اہل ایں سلاسل پیر خرقہ را گویند و لہذا تعدد پیر را قبول نہ دارند و پیر تعلیم و صحبت را مرشد گویند موافق ایں سخن بزرگی را نام بردہ فرمودند کہ در رسائل خود نوشتہ کہ تعدد پیر خرقہ مکروہ است و ہم چنین پیر تعلیم اما پیر صحبت می تواند کہ متعدد باشد بشرط اجازت پیر اوّل یا فوت صحبت او۔ بعد ازین سخن فرمودند کہ آرے پیر خرقہ متعدد نمی باشد اما پیر تعلیم ہمچو پیر صحبت متعدد می باشد و معمول سالکان است و فرمودند کہ در سلاسل خرقہ را معنعن از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلّم اسناد می کنند و ذکر معنعن بیان نہ کردہ اند۔ امّا در سلسلۂ نقشبندیہ و کبرویہ ذکر معنعن از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم رسیدہ است از حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الی یومنا ہذا در وسائط فتورے نرفتہ ہم دریں محل یکی از حاضران سوال کرد کہ آنکہ میگویند کہ در سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ طریقۂ رابطہ از حضرت صدیق اکبرؓ و طریقۂ ذکر از حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما رسیدہ چون است۔ فرمودند ذکرے کہ دریں سلسلہ است کہ آنرا وقوف عددی خوانند بطریقۂ معہود مثل حبس نفس و ضم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلّم با وے از حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ معنعن رسیدہ است و طریق صحبت نیز از ایشاں رسیدہ چراکہ ایشان در سفر و حضر با آن سرور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلّم ہمراہ می بودند و از راہ صحبت می گرفتند۔ اصل دریں کار صحبت است و رابطہ ظل او بر تقدیر فقدان صحبت صوری رابطہ کہ صحبت معنوی است اکتفا نمودہ اند۔ ہم دریں محل فرمودند کہ اگر کسے از پیر صحبت براہ صحبت بکمال رسیدہ باشد او را بہ پیر تعلیم کہ تلقین ذکر از و بگیرد حاجت نبود۔ مثلاً شخصے کہ بمنزل رسید بعد ازاں او را باسپ خریدن حاجت نباشد۔ بعد ازین سخن بتقریبی ایں نقل بنظر مبارک حضرت ایشان درآمد کہ حضرت مخدومی مولانا عبد الرحمٰن الجامی قدس سرہ السامی در نقد النصوص آوردہ اند کہ گاہ باشد کہ در حال حضور بے آنکہ از حس غائب شوند۔ بعضے از حقائق امور غیبیہ بر این طائفہ کشف شود آنرا مکاشفہ خوانند و مکاشفہ ہرگز کاذب نبود چہ مکاشفہ عبارت است از تفرد روح بمطالعہ مغیبات در حال تجرد از غواشی بدن فرمودند کہ این مضمون را حضرت مخدومی از ترجمہ عوارف نقل کردہ و تحقیق

آنست کہ در بعضے مکاشفات کہ خیال را دران مدخل ہست نیز خطا می شود اما علوم یقینی کہ بر مدرکہ بہم می شوند خطا را در آنجا مدخل نیست۔ ہمدرین محل شخصے از حاضران عرضہ کرد کہ در بعضے علوم یقینی کہ بطریق الہام معلوم مدرکہ میشود نیز خطائے یافتہ میشود۔ فرمودند سببش آنست کہ بعضے از مقدمات مسلمہ خود راکہ صاحب این دید بنعت یقینی مقرراست بآن علوم ضم کردہ است۔ خطا ازاں راہ آمدہ والا خطا را در جائیکہ صرف علوم ملہمہ باشند گنجائش نیست ولہذا علمائے معقولیین کہ استعمال علم معقول می کنند مراعات قوانین منطقیہ می نمایند ہم خطا در فکر ایشاں راہ می یابد سرش ہمانست کہ مقدمات مقررہ خود را یقینی خیال کردہ در انجا دخل دادہ اند والا منطق علمی است کہ رعایت او ذہن را از خطا در فکر نگاہ میدارد۔ اگر صرف استعمال منطق می بود و ضم مقدمات دیگر از پیش خود نمی کردند ہرگز خطا نمی خوردند۔ بعد از اتمام این سخن فرمودند کہ متوجہان الی اللہ را کشف ہیچ در کار نیست کشف دو نوع است کشف دنیوی وآں خود اصلا بکار نمی آید و کشف اخروی وآن در کتاب و سنت مبین شدہ است و برائے عمل کافی است و کشفی بآن برابر نیست۔

ایضاً می فرمودند کہ مشائخ را بر تربیت و ارشاد خلق یکی ازین ۳ چیز باعث می شود۔ الہام حق سبحانہ یا حکم[۲] پیر یا شفقت[۳] بر خلق۔ چو خلق را بر ضلالت می بینند دفع ضرر از ایشاں می کنند۔ آں ضرر مثل عذاب دوزخ و اہوال قیامت پس بمقتضائے شفقت آن است کہ ترویج شریعت لازم گرفتہ اینہا را بوعظ و نصیحت بحفظ آداب و اقامت شرائع امر بکنند مثل تعلیم و تعلم فقہ و حدیث و عمل کردن بموجب آن نہ آنکہ اینہا را اصل سازند۔ و اصل ساختن شرط شفقت نیست یعنی امرے زائدے است در شفقت ہماں قدر کافی است لختی سخن در فضیلت و شرف مشائخ بر یک دیگر افتاد فرمودند شرف صفاتی است نظر بآنکہ یکے را در معرفت بیشتر از ان دیگر است یا خوارق این بر خوارق آن فوقیت دارد۔ امّا در ذات جملہ برابر اند و این کہ مردم بر یکی بیشتر معتقد شدند فضیلتے نیست۔ اعتبار مر فضیلتے را ست کہ نزد حق سبحانہٗ در قرب و معرفت داشتہ باشند۔ می فرمودند کہ حاصل این طریقہ تربیت انجذاب ایمانی است کہ دعوت تمامی انبیاء و رسل بدان واقع است می فرمودند کہ نہایت قرب بندہ و اتصال نسبت بذات حق زیادہ بران نیست کہ دوام آگاہی و آرام کہ بفنا کشد حاصل شود۔ چون این نسبت حاصل شد سالک بحصول

این نسبت مشرّف بمرتبۂ ولایت شد و کمالاتے کہ در حصول مقامات وتجلّیاتِ اسماء وصفات
کہ سالکان طریق دیگر را بہ تفصیل حاصل می شود دیگر است امّا بحصول نسبت قرب واتّصال
کہ بذاتِ حق سبحانہ حاصل شد بمرتبۂ ولایت اخص خواص رسید۔ **ایضاً** می فرمودند کہ اوّل درآمد
طالبان این طریقہ در سرحد فناست ومعنی اندراج نہایت در بدایت کہ کبرائے این سلسلۂ عالیہ
اشارت بدان کردہ اند این است۔ **ایضاً** میفرمودند کہ ابتدائے حال بخاطر میرسید کہ بہ تفصیل
سلوک کردہ شود۔ چنانچہ اہل سلسلہ کبرویہ میکنند۔ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ در خواب آمدند
و فرمودند کہ حاصل سلوک بتفصیل آنست کہ تہذیب اخلاق حاصل شود۔ چوں این معنی حاصل شد
سلوک بتفصیل کردن تحصیلِ حاصل است۔ **ایضاً** میفرمودند کہ اربابِ رضا را بلائیت در بلا نمی ماند
وکراہت در نظرِ ایشان نیست ازان جہت کہ فعلِ حق سبحانہ است۔ **ایضاً** میفرمودند کہ داؤدِ
دینوری رحمۃ اللہ علیہ گفتہ کہ معدہ محلِ طعام است۔ اگر حلال در وے افگنی قوتِ طاعت یابی
واگر بشبہت بود راہِ حق پوشیدہ کند واگر حرام باشد معصیت زاید۔ **ایضاً** کہ شیخ ابوسعید ابن
ابی الخیر قدس سرہ براہے میرفت۔ شخصے قفائے بروبزد۔ شیخ برقفا نگریست۔ آں شخص گفتہ
چہ می بینی۔ صوفئے از حق بدان شیخ گفت میدانم کہ از حق است سبحانہ لیکن می بینم تا مظہر این
شقاوت کہ شدہ است۔

شنبہ بیست وسوم ذی القعدہ سنہ تسع والف

دولت زمین بوس بدست آمد سخن در احتیاط لقمہ افتاد۔ فرمودند کہ تنہا بر قلیّت لقمہ اکتفا
نباید کرد۔ باید کہ ہیزم وآب وظرف ہم از وجہ حلال باشد و پزندۂ طعام آگاہ بحق سبحانہ و در وقتِ
خوردن از سرِ حضور وآگاہی بکار برند کہ از لقمۂ بے احتیاط دُود سے می خیزد کہ مجاری فیض مے بندد
و ارواحِ طیبہ کہ پرتوِ فیض اند مقابل قلب نمی شوند۔ ہمدرین محل فرمودند کہ ضعیف دماغاں را باید
کہ طعامے کہ ملائم طبع ومقوی دماغ باشد بخورند مثلاً اگر ضعیف دماغی نان جو غذا کند۔ البتہ یبوستی
بدماغ او راہ یابد وراہ فیض بربندد۔ موافق این سخن فرمودند کہ یک فیض خاصی ہست کہ بدماغ میرسد

در دقیقکه بیوُستے بدماغ رفت آں فیض نمی رسد۔ لاجرم اِحتیاط باید کرد کہ طعامے کہ ملائم طبع نباشد نخورد و روزہ ہائے زائد برخود لازم نگیرد کہ مُوجبِ ضعفِ دماغ شود۔ خصوصاً اہلِ کشف را احتیاط بلیغ در تقویت دماغ باید کرد کہ اکثرے یبوست دماغ موجب غلط و کشف میشود۔ ہمدرین محل شخصے در خدمت حضرت ایشان نقل کرد کہ فلانے میگفتہ است و نام یکے از اکابر وقت را گرفت کہ حضرت ایشاں طالبانِ خود را از اعتقادے کہ بہ پیرانِ سابق دارند بری می فرمایند و افادہ را موقوف بآن می دارند فرمودند کہ ایں چنیں نیست لیکن چوں در بعضے از طالبان تذبذبے میبایم اشارتے بیک رویہ شدن آنہا می کنم و ازین باب در کتب قوم بسیار یافتہ می شود۔ چنانچہ یکی گفتہ است کہ ہر کہ یکجا ہمہ جا و ہر کہ ہمہ جا ہیچ جا و دیگرے گفتہ یک در گیر محکم گیر۔ دیگرے گفتہ توحید مطلب شرطِ راہ است وہم برین قیاس پس چوں حقیقتِ کار چنیں باشد و آنچہ حق است بآنہا نگویم آوارہ شان گزارم آنہا کہ پیشِ من می آیند برائے استفادہ می آیند نہ برائے امرے دیگر۔ بعد ازیں سخن فرمودند کہ اعتقادے کہ ما اہل ایں سلاسل داریم ہمانا کہ اشارت بسلسلہ چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ کردند دیگراں کجا دارند خصوصاً عامۂ اہلِ ہند کہ اعتقاد ایں ہا نزدیک بشرک چیزے است۔ ما اہلِ این سلاسل را فانی فی اللہ می دانیم و ایں مردم موثر مستقل اعتقاد می کنند۔ لختے سخن در بیان این حدیثِ قدسی اُفتاد کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فرمُودند کہ بخدائے تعالی انیکو گمان باید بود و بہ نفسِ خود بدگمان و خائف مشائخ را اختلاف است درین کہ غالب حال بندۂ مومن رجا باید یا خوف بعضے گفتہ اند در پیری رجا و در جوانی خوف و تحقیق آنست کہ ہمیشہ رجا باید کہ غالب باشد تمۂ حدیث اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْہُ یعنی فی ملاء الملائکۃ فرمودند کہ خیریت ملاء در صورتے کہ ذکر بندہ مرحق را سبحانہ در ملاء آں سرور صلی اللہ علیہ وسلّم باشد نہ باعتبار آنست کہ رُسُلِ ملک افضل باشد۔ از

نوٹ: صلی اللہ علیہ وسلّم باشد۔ اگرچہ در کتاب لفظ (باشد) است۔ چنانچہ اینجا نوشتہ است لیکن مقتضائے کلام دلالت می کند کہ لفظ (نہ باشد) باید کہ بود۔ زیرا کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلّم بالیقین سید الانبیاء والمرسلین افضل الخلائق اجمعین اند ہیچ ملاء از ایشاں افضل نمی تواند شد جبریل ومیکائیل کہ سرکردۂ ملائکِ عالی قدر اند از وزرائے حضرت ایشان اند۔
فافہم وتامل ابوالحسن زید فاروقی

رُسُل بشر و حال آنکه مذہب اہلِ تحقیق آنست کہ رسل بشر افضل است از رسل ملک بل باعتبار آنست کہ وجود رُوحانی آں سرور کہ در ملاء اعلیٰ است ذکر حق سبحانہ بندہ را دران ملاء باشد یا خیریت ملاء باعتبار آں باشد کہ جماعتے از فرشتگان اند کہ آن ہا مُہَیمِن گویند و آنہا افضل اند از رسل بشر ذکر حق سبحانہ بندہ را دران ملاء باشد۔

دو شنبہ بست و پنجم ذی القعدہ سنہ تسع و الف

سعادت زمین بوس حاصل شد سخن در ترقی بعد الموت افتاد فرمودند کہ شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ گفتہ است کہ اگر کسے بہ نیت صحیح و اعتقاد درست در راہِ حق سبحانہ در آید و آدابِ شریعت کما حقہ بجا آرد و اورا از اذواق و مواجید این طائفہ در حین حیات نصیبے نباشد البتہ بعد از موت احوال و اذواق این طائفہ اش بدہند حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاہ پارۂ تامل کردند و فرمودند بلکہ این چنین کس را ہم درین عالم وقت احتضار باین دولتش مشرف سازند۔ بعد ازین سخن فرمودند کہ اعتقاد درست و رعایت احکام شریعت و اخلاص و دوام توجہ بجناب حق سبحانہ بزرگ ترین دولتے ہست ہیچ ذوقے و وجدانے بہ این برابر نیست۔ این باید کہ داشتہ باشی دیگر ہیچ چیز گو مباش۔

شنبہ سلخ ذی القعدہ سنہ مذکور

بمجلسِ عالی بار یافت۔ از حاضراں شخصے سوال کرد کہ نسبتِ حضراتِ خواجگان قدس اللہ اسرارہم خود قدیم است چیزے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ الحاق کردہ باشند۔ کدام است کہ این سلسلہ بہ نقشبندیہ مشہور شد۔ فرمودند بعضے تعلیمات و کیفیات الحاق کردہ اند۔ چنانچہ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ سرہ العزیز نوشتہ اند کہ خاتم این نسبت بوجہ کمال ایشان بودند و خاتم آنست کہ بہ اتمام ختم میکند و خود ہم فرمودہ اند کہ من اختیار طریقہ کردم کہ البتہ موصل باشد۔ و آں طریقۂ محبّت و انجذاب است۔ بطریق مخصوص کہ درین طریقہ معمول است بعد ازین سخن فرمودند

که طریقهٔ انجذاب ومحبت البته موصل است داو را روئے جز بسوئے ذات نیست بخلاف طرق دیگر
که روئے بجانب انوار نیز دارند۔ لاجرم بعضے بهمان انوار باز می مانند واین انجذاب ومحبت در جمیع
این سلسلۂ عالیه تربیت همان انجذاب می کنند۔ می فرمودند که رویت بالبصر موعود است۔ در حشر ازینجا
فهمیده می شود که رویت بالقلب درین نَشْأَة باشد وتحقیق آنست که رویت بالقلب نیز چنانچه
رویت بالبصر موعود است چه رویت انکشاف تام است وتا روح متعلق این بدن است انکشاف
تام صورت نمی بندد۔ هر چند بے تعلق گردد لَا اَقَلَّ علاقۂ حیات باقی خواهد ماند اگرچند بصرافت اصلی نماند
تعلقے مائی خود باقی است۔ لختے سخن در وحدتِ وجود و اختلاف شیخ علاؤ الدوله سمنانی با شیخ
محی الدین عربی رضی الله عنهما افتاد بر لفظ مبارک راندند که نزاع این دو عزیز را که در اطلاق حق
دارند۔ فضلائے که بهر دو ایشان معتقد بودند۔ لفظی داشته اند وچنین تحریر کرده اند که شیخ محی الدین
وجود حق را سبحانه مطلق گفته است وشیخ علاو الدوله ازین اطلاق مطلق بشرط لا شئے فهمیده طعن وتخطیه
کرده است۔ امّا مراد شیخ این نیست۔ بل مرادِ شیخ ازین اطلاق مطلق لَا بِشَرْطِ شَیْئٍ است ومعتقد
شیخ علاو الدوله هم همین است پس نزاع در لفظ است نه در معنے۔ هم درین محل فرمودند رفع نزاع
نمی شود تا آنکه شیخ علا والدوله قائل نشود که موجودات خارجی جز در علم وجودی ندارند وصورِ علمیه اعتبارات او
شیونات ذات است۔ روزے میاں شیخ احمد سرہندی را که از اجله اصحاب حضرت ایشانند،
بسرہند رخصت میکردند ایشاں را مخاطب ساخته در اخفائے نسبت فرمودند که بعد از نماز بامداد تا
اشراق بر مصلا بنشینید۔ اما حلقه نکنید وبعد ازاں از علومِ دینی دو درس بگوئید لیکن وقت طالب علمی
درمیان نباشد واکثر اوقات تصحیح کتب ومطالعه در پیش داشته باشید واگر سخن گوئید بطور علما گوئید نه
بطور صوفیه واگر احیاناً بطور صوفیه گفته شود باغلاقے بگوئید که جز مخاطب دیگرے نه فهمد واز انجا چیزے
فرا نگیرد که موجبِ ذلت او گردد ومجلس سکوت را منحصر درمیان تهجد وبامداد دارید۔ هم درین محل فرمودند
که راه افاده واستفاده جنسیت ومناسبت است نه خوارق وتصرفات مستفید بقدر مناسبتے که بمفید
دارد معتقد کمال او می شود واستفاده میکند وبمقدار جنسیت خوارق وتصرفات او مشاهده میکند۔
بمقدار جنسیّت بداں می گردد مثلاً اگر بر کسے اعتقاد عرفان دارد یا کسی را محبِّ حق سبحانه میداند۔ البته
نِشْأَة عرفانی در باطن او پرتوے از نسبت جمی در استعدادش هست۔ اگر ظاهر نباشد پوشیده خواهد بود

ہم برین قیاس از اَوصافِ ذمیمہ چنانچہ بُت پرست مثلاً بمقدار مناسبتے کہ دل او را بان سنگ ہست کمالاتِ آن سنگ رامی وریابد و جذب منافع از راہِ جنسیّت ازاں سنگ میکند و تاجیست و مناسبت بینہما نہ باشد۔ راہ افادہ و استفادہ مسدود است۔ چنانچہ آں سرورِ صلی اللہ علیہ وسلم چنداں تصرفات در کارِ ابوطالب کردند و معجزات نمودند۔ باوجود آنکہ از ابتداءِ طفولیّت خوارق و معجزات آں سرور صلی اللہ علیہ وسلّم را دیدہ بود۔ اما چوں مناسبت مفقود بود فائدہ نداشت۔ چنانچہ کلام مجید بداں ناطق است اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

و مولوی رُومی فرماید ؎

بُوئے جنسیّت کند جذبِ صفات ‌ ‌ ‌ مُوجبِ ایماں نباشد مُعجزات

بُوئے جنسیّت پئے دِل بُردن است ‌ ‌ ‌ معجزات از بہرِ قہرِ دُشمن است

جمعہ سیزدہم ذی الحجہ سنہ مذکور

سعادت حضور بدست آمد۔ چوں ایں فقیر را دیدند تبسّم کناں فرمودند کہ برائے سخن شنیدن آمدۂ۔ ہم دریں محل از حاضران شخصے را مخاطب ساختہ فرمودند کہ ابوعبداللہ مروزی ہر جا سخن مشائخ می شنید۔ بہ یکے می گفت کہ این را برائے من بنویس۔ چنانچہ از سخناں ایں طائفہ مجلدی جمع کردہ بود و با خود میداشت۔ روزے برلب آبے طہارت می کرد۔ ناگاہ آں مجلد در آب افتاد۔ وے گوید کہ من ازیں معنے سخت متالم شدم و دریں تالم و تاسف می بودم کہ شبے سہل عبداللہ تستری را بخواب دیدم کہ بمن گفت کہ عمل بمقتضائے سخنان ایشاں باید کرد۔ نوشتن ہیچ نیست زمانے بریں بگذشت کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم در آں خواب ظاہر شدند و بمن خطاب کردہ فرمودند کہ باایں صدیق یعنی سہل تستری بگوئے کہ سخنانِ ایشاں نوشتن اثر محبت ایشان است و محبتِ ایشان عین مقصود۔ لختے سخن در سماع نغمہ افتاد شخصے ایں مصراع خواند کہ شیخ سعدی شیرازی قدس سرہ گفتہ۔ مصرعہ

کہ این حظِ نفس است و آں قوتِ رُوح

یعنی دیدنِ حُسن حظِّ نفس وسماعِ نغمہ قوتِ رُوح فرمودند کہ ہر دو از یک عالم است اگر حظِّ نفس است یا قوتِ رُوح در ہر دو مندرج است در فہم قاصر راقم عفی اللہ چناں میرسد کہ گرفتارِ نفس را از ہر دو حظِ نفس حاصل است و رہائی یافتہ از قیدِ نفس را از ہر دو قوتِ رُوح نزدِ جماعتے کہ سماعِ نغمہ راسماع گفتہ اند

دوشنبہ شانزدہم ذی الحجہ سنہ مذکور

مجلسِ عالی باریافت۔ شخصے بہ یکے دعوائے داشت ظاہراً از ننگ بحضور قاضی نمی رفت فرمودند کہ قاضی نائبِ شرع است ہرگاہ مناقشہ درمیان آید و ایں کس تابعِ شرع است اورا ناگزیر پیشِ قاضی باید رفت مناسب ایں معنے حکایت کردند کہ در عہد حضرت امیرالمومنین عُمر رضی اللہ عنہ شخصے بحضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ دعوے داشت۔ طرفین بحضور حضرت عُمر رضی اللہ عنہ آمدند۔ حضرت عمر بحضرت علی رضی اللہ عنہما گفتند یا اباالحسن بخصم برابر بنشین تا قضیۂ شمایاں بشنوم۔ حضرت امیرالمومنین علی را کرم اللہ وجہہ ایں سخن گراں آمد گفتند کہ تو بکنیتم خواندی من دعوی خود را پیشِ تو تقریر نمی کنم۔ بایستی گفت یا علی بخصم برابر بنشین تا شانئ من لاحق نمی شد برابری محقق می گشت۔ ہم دریں محل فرمودند کہ بحضور حضرت مخدوم مولٰنا خواجگی قدس سرہ در امکنہ دو کس درمیان ہم دعویٰ داشتند و ایشاں برآں واقف بودند۔ چوں بقاضی رجوع کردند۔ قاضی از ایشاں شہادت طلبید۔ ایشاں بطرفے کہ حق بُود شہادت نوشتند طرف دیگر گفتند کہ تا ایشاں سوگند نخورند ما ایں شہادت را قبول نمی کنیم۔ ایشاں فرمودند سوگند براستی خوردن مشروع است و درامرِ مشروع چرا توقف روا خواہم داشت۔

دوشنبہ ہفتدہم شہر ذی الحجہ سنہ ہزار و نُہ

مجلسِ عالی باریافت۔ ایں فقیر را مخاطب ساختہ فرمودند ہرگاہ شمارا می بینم بخاطر میرسد

کہ برائے سخن شنیدن آمدہ اید ہیچ کار می کنید۔ چیزے نیست سعی بکنید کہ کار پیش رود۔ تا از شما این نوع سخنان صادر شود۔ ماخود بصحبت کسے نبودیم۔ این سخنان از کہ شنیدیم۔ ہم درین محل سخن از طریقِ سلف رضی اللہ عنہم رفت۔ بر لفظ مبارک راندند کہ طریق سلف آں بود کہ اوّل بہ تزکیۂ نفس وتحصیلِ مقامات مشغول می شدند۔ چوں موانع قربِ الٰہی کہ خواطر و ہواجس است بہ تزکیہ برطرف می شد۔ بقدرِ تزکیہ نورِ ایمانی قوت می یافت تا بجائے می رسیدند کہ جُز حق سبحانہٗ پیشِ بصیرتِ ایشاں نمی ماند و جمیع افعال و اوصاف را از و می دیدند و صور و اجسام در رنگ سرابے می نمود۔ مظاہر را مخلوق و معدوم می یافتند و توحید صوری بعضہا را بعد از فرو آمدن حاصل می شد و بعضہا را نہ۔ فرمودند کہ طریقۂ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم ہماں طریقۂ سلف است لیکن ابتدا بہ تحصیلِ مقامات مقید نمی شوند و آنہا را کہ از راہ توحید صوری می روند خطر بسیار است ہم درین محل فرمودند۔ می تواند کہ شخصے بحضرتِ حق سبحانہٗ اقرب باشد یعنی استہلاک و اضمحلال داشتہ باشد و اکرم نباشد۔ چنانچہ شخصے باشد کہ تحصیلِ مقامات کردہ است و نتیجۂ مقامات را کہ استہلاک و اضمحلال است دریں عالم نیافتہ این اکرم است نزدِ حق سبحانہٗ و کہ میزانِ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ناطق بایں است لختے سخن در ولایت و ولایت بالکسر الواؤ و فتحہا رفت۔ فرمودند کہ وَلایت بالفتح قربِ بندہ را گویند کہ بحق سبحانہٗ دارد و بالکسر آں معنی را کہ موجبِ قبول خلق می شود و اہلِ عالم بداں میگروند۔ ایں بکونیات تعلق دارد و خوارق و تصرفات داخلِ قسم ثانی است۔ شخصے از حاضراں سوال کرد کہ برکاتے کہ بمستعداں میرسد اثر کدام قسم است ازیں قسم۔ فرمودند کہ از ولایت بالفتح است۔ بعد ازیں سخن سر استفادہ بیان فرمودند کہ ہرگاہ آئینہ طالب مجازی آئینۂ مرشد می شود۔ ہر چہ در آں آئینہ است بقدرِ مناسبت پرتوے اندازد ہم درین محل فرمودند کہ می تواند بُود کہ شخصے را از ہر دو خطے وافر نصیب باشد و شخصے را یکی حاصل باشد و آں دیگر نباشد۔ یا یکے بیشتر باشد و آں دیگر کمتر و مشائخ نقشبندیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وَلایت ایشاں بر وِلایت بالکسر ہمیشہ غالب بودہ است۔ ہم درین محل فرمودند کہ اگر مقتدائے ازیں عالم انتقال می کند وِلایت بکسرو او را بہ یکے از مخلصان خود می گزارد و وَلایت بالفتح را باخود می بردگاہے بحکم زلتی وِلایت بالکسر را از ولی باز می ستانند۔ چنانچہ

شیخ ابن الفارض می نویسد کہ پیر بقالے بود۔ چوں وقتِ فوتش رسید بمن وصیت کرد کہ بعد از مردنِ من جنازہ مرا بر فلاں کوہ نہادہ منتظر باشی کہ شخصے خواہد آمد و بر من نماز گزارد با و اقتدا کن ہمچناں کردم۔ شخصے از بالائے آں کوہ در رنگ مرغے بسرعت فرود آمد کہ او را مردم در بازارہا سیلے میزدند و از پیش دوکان ہائے خود می راندند۔ او بر جنازہ اش شروع در نماز کرد حالانکہ مرغانِ سبز و سفید از زمین تا آسمان پر بستہ بودند و تسبیح می گفتند۔ چون از نماز فارغ شدیم مرغے سبز عظیم الخلقت بیامد و جنازہ آں بقال را فرو برد و بہوا اندر شد و از نظر پوشیدہ گشت۔ من از مشاہدۂ ایں حال سخت متعجب شدم۔ آں مرد گفت چہ جائے تعجب است نشنیدۂ کہ ارواحِ شہداء در جوف طیر خضر می باشد و بجانب آں بقال اشارت کرد کہ او ازیں طائفہ است و من ہم ازیں طائفہ بودم اما موجب زلتی کہ از من بوقوع آمد مرا ازاں مقام برآوردہ اند و قبول خلق را از من باز گرفتہ می فرمودند کہ معاملہ برزخ و حشر خوش معاملہ دور و درازے است پارۂ تامّل کردہ فرمودند سعادتے برابر بہ ایں نیست کہ کسی را اُنسے بحضرتِ حق سبحانہ حاصل شود۔ بعد ازاں کہ دوام اُنس حاصل شد ہیچ انتظارے نمی باشد۔ **ایضاً** می فرمودند سبحان اللہ آدمی مامور باخلاص و محبت است و خاصیتِ محبت سوختن غیر خود است۔ با ایں ہمہ چندیں تکالیفِ شرعیہ برو نہادہ اند۔ ہم درین محل سخن در علوشان مرتبۂ بندگی و رُتبۂ اہلِ انقیاد و خاصیتِ عبودیّت و انقیاد و ضعف نفوسِ انسانی افتاد و بنوعی ادا فرمودند کہ تفاصیل آں بہ یاد ناقل نماند۔ **ایضاً** میفرمودند وجودِ آدمی ہفت طبقہ است از رُوح و قلب و سِر و غیرہا و ہر علمے کہ طبقۂ اوّل را حاصل شد ہر یک از طبقۂ ثانی و ثالث تا طبقۂ ہفتم برخود مے بندد و لہذا تعدد بایں مراتب در نظر عامہ مخفی است و علمِ ہر یک را جُدا نمی توانند کرد و بر اہلِ کمال آں مراتب واضح و ممیز است و علمِ ہر مرتبہ را جُدا جُدا می دانند۔ ہم درین محل فرمودند کار بائد کرد خواہ مراتب بتفصیل معلوم شود یا نہ۔ روزے حضرت ایشاں در مسجد جماعت گریستند و گریہ در غیر خلوت از آنحضرت کم بظہور می رسید۔ عزیزے از مستفیداں حاضر بود متعجب شدہ از قرب نسبت و عزتے کہ داشت سِرّ ایں گریہ پرسید فرمودند کہ در نماز رُوح عروجے کرد کہ نہایت برسد ایں معنی میسرش نہ شد باز گشت و در بدن آمدہ چرخے زد ظاہر ادریں صُورت گریہ بجہت دریافت بے نہایتی مطلب یا سِرّے دیگر باشد کہ در ادراکِ نویسندہ نمی آید و ایں بیت اکثر می خواندند ؎

چہ تواں کرد کہ دیوارِ غمم اُفتاد بلند این بنائے است کہ آں خانہ برانداز نہاد

یک شنبہ بستم ماہِ شوال سنہ عشر و الف

در سلک باریافتگاں حضرت عالی در آمد سخن در اہل اللہ رفت۔ فرمودند کہ اہل اللہ سہ[3] فرقہ اند۔ عُبّاد[1] و صُوفیہ[2] و ملامتیہ[3]۔ اما عبّاد جماعتے اند کہ بصورتِ عبادت اکتفا کردہ اند و بعد از فرائض و سُنن بنوافل عبادات و خیرات قیام دارند حتّٰے کہ چیزے از خیرات خواہند کہ فرو گذارند و از اذواق و مواجید صوفیہ بہرہ مند نباشند و ہر کہ از عباد باذواق و مواجید صوفیہ بہرہ مند شد داخل صوفیہ گشت و از مرتبۂ خود برآمد و صوفیہ فرقہ باشند کہ بمواجید و اذواق بہرہ مندند و خوارق و کراماتِ خود را از نظرِ خلق نمی پوشند نظرِ ایشان در جمیع امور بر حق است سُبحانہ و خلق را ظہورِ حق می دانند و دریں فرقہ بالجملہ رعونتے و عنوانے ماندہ است و ملامتیہ طائفہ اند کہ در کسوتِ عوام اند و از عوام ہیچ تمیزے ندارند و اقتصار در ظاہر بر فرائض و سنن مؤکدہ کردہ اند۔ در رعایت معنی اخلاص می کوشند و خود را باظہار خوارق علم نمی سازند و ظاہر نمی کنند اتباع دریں امر بحضرت حق سُبحانہ کردہ اند۔ چوں دانستہ اند کہ ایں نشاء محل ظہور نیست و حضرت حق سبحانہ خود را از نظر عامہ پوشیدہ است۔ ایشاں نیز خود را از نظرِ خلق می پوشند و لہذا اکثرے از مردم آنہا را مثل خود خیال می کنند و ایں جماعت بالکلیہ از رعونت رُستہ اند و رعونتے درینہا نماندہ و بہ نہایت مقامِ عبودیت رسیدہ اند و شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ سرِ ایں جماعت حضرتِ رسالت را صلی اللہ علیہ وسلّم داشتہ و از اصحاب حضرت صدّیقؓ اکبر و سلمانؓ فارسی را و از مشائخ بایزیدؒ بُسطامی و ابوسعیدؒ خراز و ابو المسعودؒ و خودش را اما از دیگران ساکت است نفی آنہا نکردہ و روش شیخ آنست کہ ہر چہ در کشفش در وقتِ مخصوص آمدہ می نویسد و فرقہ از ملامتیہ کہ خود را بر خلق بعنوان ملامت ظاہر کنند و تکیہ بشریعت کردہ بعضے چیز ہا را کہ نظر بظاہر ممنوع است پیشِ مردم مرتکب شوند مثلِ آنکہ در سفر روزۂ رمضان را در بازار بخورند تا در نظرِ خلق بے اعتبار باشند۔ آنہا در رتبہ و مرتبہ فرود صوفیہ اند و خلق از نظر آنہا ساقط نشدہ است۔ لختے سخن در نغمہ رفت۔ فرمودند کہ فقہا آنرا مکروہ میدانند و بعضے مشائخ آنرا مباح داشتہ اما مبتدی را اہلِ آن نمیدانند و آں ہائے کہ

کہ بسماع نغمہ قائل اند۔ حکمت درین آنست کہ در وقتِ استماعِ نغمہ طبیعت ساکن و بر جائے خود می باشد۔ لاجرم رُوح در ادراکِ معانی بیشتر می رسد محبوب آنہا معانی است و نغمہ را مثلِ زیور آں می دانند و اِلّا بہ نفسِ نغمہ مبتلا نیستند و در ملفوظات حضرت شیخ نظام الدین اولیاء مسطور است کہ از شرائطِ استماع نغمہ یکے آنست کہ بر مستمع محبتِ حق سبحانہٗ غالب باید۔ ہم درین محل بندۂ درگاہ عرضہ داشت کہ محبّ حق سبحانہٗ را چہ علامت است۔ فرمودند اتّباعِ تمام آں سرور علیہ افضل الصلوات واکمل التحیّات عرضہ کردہ شد کہ می تواند کہ صاحب اِتّباع را مطلب بہشت یا رُستن از عذابِ دوزخ باشد۔ فرمودند ایں چنیں کس صاحبِ اتباع تام نیست و اورا از اہل اللہ نمی تواں شمرد۔ اتباع ظاہر ظاہر است و اتباع باطن آنکہ در باطنش جُز حق سُبحانہ مطلبے نباشد۔

جمعہ نوزدہم شہر ربیعُ الاوّل سنہ عشر والف

دولت زمیں بوس رُوئے داد سخن در فضائل صحابہ رضوان اللہ علیہم افتاد۔ بر لفظ مبارک راندند۔ کہ صحابہ کرام ہر چہار علی الترتیب اقطاب مطلق بودند و علّت در آنکہ فضائل از حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بیشتر منتشر شد آنست کہ در زمان خلافتِ بنو امیہ خوارج بسیار شدند یسلف محتاج بیشتر فضائل اہل بیت شدند۔ ازیں جہت فضائلِ ایشان بیشتر در کتب ماند۔ لختے سخن در تصرّف و خوارق افتاد۔ فرمودند کہ خوارق در زمانِ اصحاب ایں قدر نبود کہ بعد ازیں پیدا شد۔ چہ لازم نہایت کمال آن است کہ از دست منتہی تصرّف نمی آید مگر بحکمِ الٰہی ولہٰذا از پیغامبران بنحو است آں ہا ظاہر می شد و از بعضے ہا بمقتضائے وقت کہ کفّار بانکار بر میخاستند معجزہ بہ ظہور میرسید بے تصرّف و خواہش ہم درین محل سخن در انکارِ مشائخ رفت۔ فرمودند کہ اولیاء از کبار محفوظ نیستند۔ اگر از ایشاں چیزے ازیں باب ظاہر شود۔ احوالِ ایشاں را حکم بر بطلان کردن جہالت است۔ ملاحظہ باید کرد کہ منزلِ ایشاں کہ دائم یا اکثر در آنند کدام است۔ درین میان احیاناً اگر بحکمِ بشریت چیزے صادر شود ایشان را در آن معذور باید داشت ہم درین محل فرمودند کہ اکثر مشائخ را در حین حیات مردم زندیق گفتہ اند۔ چنانچہ ذوالنّون مصری را اما ذوالنّون را بعد از موت قبول پیدا آمد چہ از دنیا منزّہ بود۔ اگر

در دنیا مے بود یعنی بادشاہ یا وزیر بادشاہے، ہیچ کس باوجود آں انکار کہ درحین حیاتش می کردند قبول نمی کرد و بعد از موت ہم از طعنِ مردم خلاص نمی شد و ایں ہمہ اختلاف کہ در اصحاب ماندہ علتش ہماں است کہ بجہت منصبِ خلافت در دنیا بودند و الّا چندے از اصحاب کہ کوہ ہا گرفتہ بودند و بوضع فقیر زندگانی کردہ اند، ہیچ کس از آنہا سخن نمی گوید و سخن از اصحاب گفتن داخلِ دین و ایمان ہم نیست۔ بسیارے از مومناں باشند کہ بجز خدا و رسول را نمی دانند و در ایمان آں ہیچ شبہ نہ۔

جمعہ دوم جمادی الاولیٰ سنہ مذکور

بمجلسِ عالی باریافت محررِ سطور بحکم بعضے ضروراتِ شرعیہ استرِ خاص سفر کرد۔ پرسیدند کجا میروی نظر بہ بازماندگی و پست ہمتی خود کہ از دولت قرب دوری میگزیدم و از مجالس اُنس جدائے می جستم بلب ادب و زبان حسرت عرضہ کردہ شد کہ در بلا۔ انواع شفقت و مہربانی فرمودند و کلمہ چند بیکے از اہلِ دنیا کہ در اقران خود بخوب کرداری موصوف بُود در سفارش ایں ہرزہ گرد وادیِ ندامت نوشتند۔ مدتے در بعدِ مکانی و مہاجرت صوری آں دولتِ صوری و معنوی باقسام محنت و ندامت بسر بردم۔ دریں مدت عرائض عبودیت آمیز و احوالِ دل بلا استیزِ خود مرقوم قلم نیازمندی رقم می ساختم و بنظرِ حاضرانِ مجلس گرامی می مداند و بمطالعہ باریافتگاں حضرت عالی شرف می یافت روزے عنائت نامہ بندگان حضرت مخدومی حاجی شیخ عبدالحق کہ با مضامین حقائق آمیز و کلماتِ نصائحِ انگیز نسخہ سعادت را عنوانے بود رسید۔ بر ظہر آں مکتوب کلمہ چند از آثار کلک بدائع نگار حضرتِ ایشاں بنظرِ تعطش اثر در آمد و حالتے بخشید کہ از حوصلہ کاغذ و قلم بیرون است۔ مجملے از ذوق آں دریں مصراع یافتہ میشود مصراع نہادم۔

رُوئے بر رُوئے وے داز خویشتن رفتم

و آں کلماتِ حقائق آیات این است۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ ہرچہ نوشتنی بود در صحیفہ بندگانِ مخدومی مندرج است۔ زیادہ چہ نویسم بارے فرصت و فوت بلکہ وقت و نفس را غنیمت

شمرده بمقتضائے آن زندگانی می باید کرد ۔ دریغ که این عاجز گرفتار را قوتِ کار نمانده و گر نه بتوفیق اللہ درین دو روزہ عمر دیوانہ وار ماتم باز ماندگی خود میداشت و زندگانی فدائے این راه می کرد ۔ حق تعالیٰ درین اُفتادگی نیز دردے و آشوبے کرامت فرماید که کارِ دو جہان خود را در قبضۂ اقتدارِ او نہادہ از مجموع گرفتاری ہا فراغے بیابم آمین یارب العالمین ۔ امید ازاں برادر آنست که روئے بر خاک بنہد و از برائے حصول این آرزوئے فقیر از خدا بخواہد که دُعَاءُ الْغَائِبِ لِلْغَائِبِ اَسْرَعُ اِجَابَةً آمده است و الدعا بر دیده وراں حقائق و اہلِ مذاق این طائفه روشن و پیدا است که چه قدر فنا و تعطش و انخفاء و بے تعلقی و مجرد روی و اسقاط وجود و رضامندی این کلمات مفہوم میشود ؎ آشنا داند که این بیگانه نیست ۔

شنبه یکم صفر سنه اثنے عشر و الف

سعادت حضور مشرف شد بر لفظ مبارک راندند که تا کجا رفتی و چوں بودی و چه آوردی ۔ جواب ایں کلمات اگرچه بزبان قال چنیں بود که تا بسرحد ضلالت رفتم و در تفرقه بودم و ندامت آوردم اما از ہیبت آن مقام بزبانِ حال ندامت منوال اکتفا رفت و بجز خاموشی جوابے دیگر دلپذیر روئے ننداد و مع ذلک در حضور آں بینای خفایا و دانائے ضمائر زبانِ حال را گویاتر از لسان قال دانسته تحصیل حاصل نه کردم از نظارهٔ آں جمال و مطالعهٔ شکسته زنگی و اضمحلال و انعکاس اشعه الواردات که بر آئینه پیشانی آں مظہرِ اسمآء و صفات می تافت دیده ہوشمندی را خیرگی دست داد و گریه شادمانی در جوشش آمد ۔ خود را از حضور عالی بگوشه کشیدم و سیلاب دیدهٔ مفارقت دیده را سر دادم ۔ بحدے که اگر یاراں بمنع و زجر باز نمی داشتند بساحل صبر آشنا شدن دور می نمود ؎

گر کام دل بگریه میسّر شود ز دوست   صد سال می تواں به تمنّا گریستن

للّٰہ الحمد و المنة که آں گریه قدری از زنگ غفلت را که بر آئینه استعداد ایں گرفتار مضیق تعلقات که در ایامِ مہاجرت نشسته بود یک نوع شست و شوی داد و تیرگی صحبت اضداد و غبار ہم نشینی ایں دیو خو و فریب که عبارت از نفسِ امّاره است ۔ چوں قدرے فرو نشست خاطر نگران مجالست

صوری و استماع سخناں گراں مایہ شد۔ امّا ازاں جا کہ حضرت ایشاں باشاراتِ غیبہ دریافتہ بودند کہ دربر رُخِ خلق بستہ میباید بود چہ جائے ایں فقیر کہ اکثرے از مخلصان خواہاں ایں معنی بودند کہ بدستور سابق در آں حضرت تنگ بار گنجائش میداشتہ باشند صورت نمی بست لاجرم از کلماتِ حقائق آیات بیواسطہ کم استماع افتاد و بعضے ازاں اشارات غیبہ کہ باعث وضع و تجرد و مقتضی کم توجہی بامر ارشاد و عدم پرسش احوال مترشدان شد ایں است کہ بنقلِ صحیح و روایاتِ ثقات مسطور مے گردد۔ حضرت ایشاں واقعہ نسبت بخود دیدند کہ آخر آں ایں عبارت بود فَبَقِیْتَ وَحِیْدًا طَرِیْدًا فَرِیْدًا وہم چنیں از وقائع دیگر روشن شد کہ منتسبان خود را بہر جائے و بہر وضعے مقرر باید فرمود از روئے شفقت بتاکید فرمودند کہ چون فرمان و مرضی در ترک مشیخت است یاراں ما را متصدی تربیت خود ندانند و ہر جا خواہند در طلب مقصود پویند مگر سہ چہار نفر کہ دریں تکلیف داخل نبودند۔ ازیں معنی چوں دلہائے امیدواران بغایت شکستہ شد از انجا کہ وسعت کرم و مہربانی حضرت ایشان بود فرمودند کہ امر نمی کنم کہ البتہ برود مقصود ازیں گفتن ابرائے ذمہ خود است چہ بعضے ترک تدریس و بعضے ترک تحصیل و بعضے ترک روزگار کردہ کردہ بمحنت و شدائد فقر قرار دادہ بودند و در ایام ترک تصرف بہ یکی از مخلصان توجہے فرمودہ بودند۔ آخر ظاہر شد کہ مرضی اللہ نبودہ است متفکر شدند کہ مبادا ایں معنی از راہِ لطفِ الٰہی نباشد۔ بعد از دو سہ روز چوں محقق شد کہ سرہا و عنایات دراں مندرج بود از اں تفکر برآمدند و در جمیع جزئیات از خوردن و پوشیدن قولاً و فعلاً ہمچوں برگ گلے کہ بر رہگذر باشد از خلاف مرضی لرزاں و بر جادۂ رضا و تسلیم ہمچو کوہ مستقیم مے بودند و ایں معنی در قرب ایام رحلت قوی تر شدہ بود و پیش از ارتحال بچند گاہ فرمودند کہ چناں دیدہ شد کہ کس کلانے از سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ فوت خواہد شد۔ بعد ازیں واقعہ بخاطر شریف رسید کہ جائے در نواحی شہر دہلی باید اختیار کرد و ترک اختلاط خلق نمود چوں عمر رسید ہماں جا مدفون شد۔ دریں باب بعضے از مخلصان را استخارہ ہا فرمودند۔ چوں اجازت بر انصرام آں ارادہ فہم نشد ترک آں ارادہ فرمودند۔ و ازیں صریح تر واقعہ دیدند کہ مضمونش ایں بود کہ برای غرضی کہ شما را آوردہ بودند تمام شد الحال سفر باید کرد و نزدیک ایام ارتحال فرمودند کہ طرفہ خوابے دیدہ شد۔ می گویند کہ قطب زمان مرد دریں چین من قصیدہ غرّا البغایت خوبی در مرثیہ خود می خوانم و تعریفات عالی دراں مندرج است۔ ہم دریں محل یا وقت دیگر بہ یکے از محرمان بتقریبی فرمودند کہ قطبِ زمان دیگر است امّا بعضے از صفاتِ کاملہ

ندارد و ما بصفات ممد اویم۔ الحق صفات حضرت ایشاں باتفاق ہمہ آشنایان خصوصاً یارانے کہ اکثر در ملازمت عالی بودند در ایام سابق مطالعہ آں نسخہ کمالات کردہ بہ نہایتی رسیدہ بود کہ بالاتر ازان دریں وقت از کسی متصور نباشد ؎

بود آئینہ کہ عکس خورشید وجود   جاوید درو بصورتِ اصل نمود

عزیزے در ایام کم توجہی ہائے حضرتِ ایشاں بامر ارشاد پرسیدہ کہ باعث بر اختیار ایں وضع تجرد چیست۔ فرمودند مارا مقامے می نمایند۔ چند گاہی انتظار رسیدن بہ آں مقام است۔ بعد ازاں فوائد بیاران بیشتر خواہد رسید و الحال ہم آنانکہ بما متوجہ اند حضور و غیبت ما نسبت بایشاں یکسان است بکار خود باشند۔ غیبت و عدم پرسش ما منافی ترقیات ایشاں نیست لیکن آنکہ ما شیخ و مرشد باشیم و باختیار ما شود از میان برخاستہ است۔ باز آں عزیز پرسید کہ لوازم و آثار آں چیست و وقت رسیدن بآں چند فرمودند۔ وقت آں بعد ازانکہ عمر ما بہ چہل سال برسد و لوازم آنکہ ہر کہ ببیند سجدہ کند۔ چون سن شریف حضرت ایشاں بہ چہل رسید رخت اقامت ازیں سرائے فانی بستند و بدار الملک باقی خرامش فرمودند ؎

دریں حدیقہ بہار و خزاں ہم آغوش است   زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش است

برغم بعضے از مخلصان تعبیر ایں واقعہ سخن حضرت ایشان است کہ قریب بایام رحلت می فرمودند کہ دریں ایام مارا از جمیع سلاسل رخصت ہا شد و ہر کس از مسلمانان ہر جا باشد بارشادات کریمہ لِلّٰہِ یَسْجُدُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ طَوعًا وَّ کَرھًا از ما فائدہ بوے میرسد خواہ داند یا نداند واللہ اعلم

بتاریخ پانزدہم شہر جمادی الآخرہ سنہ ۱۰۱۲ ہجری

باوجود بیماری ہائے مزمنہ دیرینہ کہ نظر بظاہر صحیح می نمودند۔ تپے نیز لاحق شد و ایں مرض آخر بود ہم دریں مرض می فرمودند کہ حضرت خواجۂ احرار قدس سرہ بخواب آمدند و عنایت بسیار فرمودند و در آخر امر کردند کہ پیراہن بپوشید۔ ایں واقعہ را فرمودہ تبسم کردند و فرمودند

اگر زندہ ماندیم ہمچنیں بکنیم والاّ کفن ہم پیراہنی است وقبل ایں مرض روزے بیکے از ازواج طاہرات فرمودند کہ چوں عمرِ من بچہل سال برسد مرا واقعۂ عظیم پیش آید وبرائے تفہیم وے نزدیک بطریق طیبت آمدہ کف دست خود را نمودند وفرمودند کہ ایں خطے کہ در دستِ من است علامت آنست اہلِ خانہ باستماع ایں خبر بنیاد وحشت وحشتی کردند۔

فرمودند کہ چہل سال اندک نیست کسی تا چہل سال زندگانی بکند کم است۔ باز برائے تسلی خاطر آں مردم فرمودند کہ آں خط را وصل ہم کردہ اند وعادت شریف حضرت ایشاں آں بود کہ ہرگاہ سخنے از عالم کشف یا خارق عادت می فرمودند بخود نسبت نمی کردند البتہ حوالہ بچیزے می فرمودند۔ چنانچہ در فصل آخر مثال ہا نمودہ آید۔ انشاء اللہ تعالیٰ وقبل ازیں مرض بیک ہفتہ صریح تر ازیں از انتقال خود خبر دادہ بودند وآنچناں بود کہ ولی نعمت ظاہر کہ در عالمِ اسباب حق سبحانہ مفاتیح ارزاق جمعے کثیر از بندہ ہائے خود را بدست وے دادہ واو را بحسب ونسب از سیادت وسخاوت بہرہ مند گردانیدہ لَا زَالَ فِي الْعِزِّ وَالْمَجْدِ كَاسْمِهٖ فَرِيْدًا اطلب حضور جماعتے کردہ بود وداعی نیز داخل آں جماعت است۔ عزیزے از قبل محرر عرضہ کرد کہ او را بعلت مطالبہ بہ لشکر باید رفت فرمودند۔ چند روز جائے نرود کہ آخرہائے بازار ماست وظاہراً کار ما باآخر رسیدہ است واز ما امیدوار منافع باشد وایں منع باوجود آں قدر بے توجہی درباب مسترشداں داشتند خالی از غرابتے نہ بود۔

شنبہ ہفدہم جمادی الاخرہ سنہ ۱۰۱۲ ہجری

بطفیل صحبت حضرت مخدومی ملاذی حاجی شیخ عبدالحق سلمہم اللہ بمجلس عالی باریافت۔ فرمودند کہ شب گذشتہ اوضاعِ بدن بغایت برہم زدہ شد وحالتِ نزع بظہور رسید وتا نیم شب ایں چنیں بود اما بعنایت آخر آرامے حاصل شد۔ اگر مردن عبارت ازیں است چہ نعمتی بودہ است کہ از آں حال بر آمدن خوش نمی آمد وہم دریں بیماری وصیتے کہ کردند ایں بود کہ در ملکیت یک دو کتاب شبہہ گونہ بود۔ فرمودند کہ آنہا را بصاحب شان بفرستند۔ ہرچند بہ ہبہ شرعی آنہا مقبوض ومملوک بودند ومیراثی کہ از حضرت ایشاں ماند از نقود یک روپیہ واز اجناس چند کتابے واسپے وفرشی

وطریقه که درمسترشدان معمول است ؎

گر جان من اندر سر و کار تو شود　　مہر تو بمیراث وہم خویشاں را

شامِ پنجشنبہ بست وسوم ماہِ مذکور

خیلگی صحیح و خورم بُودند چنانچہ عصائے بدست گرفتہ بپائی فلک فرسائے خود از جائے که بودند بجائ دیگر تشریف بُردند وبفرح و شادمانی درخانہ که مشرف به دریا بود وہوائے مخالف درو سرایت داشت نشستند و نماز شام را به ایما گزاردند و پوشش ہاکہ ہمیشہ در ایام بیماری می بود کم کردند و مثنوی مولوی معنوی بآواز بلند می خواندند وباخود زمزمہ داشتند مخلصانے که بہ تعہد خدمت و تیمارداری مخصوص بودند از مشاہدہ ایں حال متحیرؔ بودند۔ بعضے از حاضران از غوامض علوم تحقیق می نمودند شخصے از حاضراں پُرسید که آنچہ در قرآن مجید امر بایمان بہ غیب آوردن شدہ ایں معنی نسبت بہ عامہ مسلمین خواہد بود نہ بہ اہلِ مشاہدہ یعنی اینہا ایمان بہ مشہود دارند۔ فرمودند که نہ چنیں است ۔ بل امر بایمان غیب نسبت بعوام وخواص است ۔ بیت

ہرچہ نزد تو بیش ازاں رہ نیست　　غایت فہم تست واللہ نیست

پاسے اخیر از شب جمعہ ماندہ بود که دل حضرتِ ایشاں ضعف کردہ بے خود شدند بعد از اندک فرصت بافاقتے که متضمن بشاشت وجہ بود بہ کمال قرار وآرام باز آمدند و چشمانِ مبارک واکردند و تکلم ازیں وقت تاقبیل وصال نفرمودند۔ دریں اوقات سکوت که ہمگی آں دوازدہ پہر بود۔ ہرچند ادویہ مخالف طبع شریفت می مالیدند اصلاً بچین ابروئے متعرض نشدند ہمانا اثبات حال رضا مرعی میداشتند۔ بہ قبیل ایں حالت سکوت مخلصے بطریق دلسوزی گفت سبحان اللہ چندیں امراض سابق ولاحق بس نبود که سوزش درون ہم براں افزود بزجہ منغش کردند۔ فرمودند حق سبحانہ مالکِ مِلکِ خود است ۔ در مِلکِ خود ہر گونہ تصرفے که میخواہد میکند دیگری را دم زدن نمی رسد و تاہنگام رحلت از آرام وقرارے که داشتند متغیرؔ نشدند۔ اِلّا از آوردن طبیب ہندو که آزار رُوحانی راہ یافت وصورت کراہتے ظاہر کردند چینے بر آبروے

مبارک پیدا آمد و رُوئے از جانب طبیب گردانیدند خدمت خواجہ حسام الدین احمد عرض کردند کہ برضائے والدہ حضرت ایشاں ایں گستاخی کردہ شد و اِلاّ مشرب عالی معلوم است کہ بآوردن طبیب ہند و راضی نیستند۔ از استماع ایں سخن چین ابرو فراہم آمد و بمرضی والدہ راضی شدند۔ دریں وقت یکی از مخلصان بتقریبے نام اللہ العالمین گفت۔ بسرعت جانب وے دیدند و سر مبارک را کہ بہ یک قرار گزاشتہ بودند گردانیدند۔ یکی از حاضران گفت دیدید کہ باستماع نام محبوب چہ بشوق تحرک فرمودند۔ ازیں سخن آب در چشمِ حقائق بین گردانیدند امّا بیرون نہ آمد۔

شنبہ بست وپنجم ماہ جمادی الثانیہ سنہ اثنے عشر والف

سعادت حضور حاصل شد و ایں وقت احتضار حضرت ایشاں بود از مخلصان ہر کہ مے آمد لحظہ بجانب وے میدیدند بصرف نظر با اغماض عین رخصتش می کردند۔ چوں جامع مسودہ بہ نظر مبارک در آمد خیلگی متوجہ شدند و صرف نظر مدتے بجانب دیگر نکردند۔ بخلافِ عادت مکرر مکرر بچشم شفقت و مرحمت نگریستند۔ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا مِنْ بَرَكَاتِ حُجَّةِ الْإِسْلَامِ حضرت مخدومی خواجہ حسام الدین احمدی گریستند۔ بنظرہائے کہ متضمن وداع باشد بجانب ایشاں نگریستند و نظراتِ شفقت و مرحمت بر تفقد حال خیر مآل ایشاں کردند و بر رُوئے حضرت ایشاں تبسمے و تعجبے چنانچہ عادت شریف دریں امور بود ظاہر می شد یعنی عجب از شما کہ خود را در دائرۂ درویشاں می گیرید و طفلاں وار دریں معاملہ گریہ می کنید و بعنایت و مرحمت تمام انگشتاں دست مبارک در انگشتان ایشاں درہم زدہ خیلے وقت منعقد داشتند و دست بر سرو روے ایشاں کشیدند و در وقت بیماری اخیر ہیچ کدام از اصحاب کرام ورائے ایشاں بحضور عالی نبود۔ اگرچہ خدمت میاں شیخ اللہ داد نزدیک بودند لیکن از ضعف و بیماری کہ شیخ مذکور را از مشاہدہ ضعف ایشاں طاری شدہ بود دریں مدت نتوانستند بمجلس عالی حاضر شد۔ شب و روز در ملازمت حضرت ایشاں خصوصاً در ایامِ بیماری غیر از ایشاں کسے نبود۔ القصہ چوں جا تنگ بود و یاران بنوبت می آمدند۔ باشارت اعزہ کہ انجا حاضر بودند بیرون آمدم حق سبحانہ بطفیل آں نظرات و بحرمت صفائی آں اوقات ایں آوارہ وادی

ناکامی و بازیچہ طبیعت و خامی را از سوئے خاتمہ نگاہدارد و این زلات و جرائم را کہ از ہم نشینی ابنائے زمانے خانہ پرور و غول نمود فریب کہ نفس و شیطان سر بر میز ند سد راہ وصول نگردانادمنہ وجودہ۔ تمامی قصہ آنکہ پاسے از روز شنبہ باقی ماندہ بود کہ بذکر اسم ذات بطریق جہر مشغول شدند بعد از دو سہ گھڑی بہمیں شیمہ کریمہ بجوار رحمتِ حق پیوستند و بعالمِ قدس تمکن فرمودند مثنوی

دریں صندل سرائے آبنوسی — گہے ماتم بود گاہے عروسی
جو بہرِ شادی و غم جائے رو بند — بجائے سر بجائے پائے کو بند

رُباعی

کہ گفت کہ آں مایۂ اُمید بمرُد — کہ گفت کہ آں دولتِ جاوید بمرُد
آں دشمنِ خورشید بر آمد بر بام — پوشیدہ دو چشم و گفت خورشید بمرُد

اکنوں اندکے از اطوار حضرتِ ایشاں نسبت بعموم خلائق و تربیت بمسترشداں در دو فصل بوجہ اختصار تمام کنم۔

فصل اوّل در بیان بعضے از اطوار حضرتِ ایشاں

طریقہ حضرتِ ایشاں بخلق اللہ ایں بود کہ ہر گاہ شخصے بملازمتِ گرامی می آمد خود را بطور او می گذاشتند و باندازہ عزت او بذل جاہ می فرمودند و تعظیم علماء و سادات بسیاری کردند و اکثر ساکت می بودند مگر برائے استمالت خاطر زائر نادر بر اسخن شے ہماں قدر کہ در معرض جواب کافی می بود تکلم می فرمودند مگر وقتیکہ سخن در تصوف و وحدت وجود و محل اختلاف می افتاد خیلگی منقح می کردند چہ آں محال مختلطہ افہام است تا کسی کج نہ فہمد و مخالف مذہب صحیح فرا نگیرد و اگر از اہل عرف تکلیف می بود و سہ کلمۂ عرفی بہ تکلف بر لفظے آوردند و بنوعے تازہ روئے بوئے می کردند کہ ہیچ گونہ تکلفے یا کراہتے مفہوم نمی شد و در آنحضرت ہرگز سخن دنیا یا اربابِ دنیا یا اخبار عالم مذکور نمی شد مگر کہ حاجت مندی ہنگام عرض حاجت خود چیزے ازیں مقولہ می گفت یا امرے از امور دینی بآں متعلق می بود و

حتی الامکان در انجاح مهمات مسلمانان خود را معاف نمی داشتند و بفعل و قول حاجات حاجتمندان را رواجی کردند و از حضرت ایشان هرگز سخنے که دلالت بر وجودِ قدرت کند ازیں جماعه کسی نشنیده مگر وقتے یکے از مخلصان که بظاهر در مشغولیها مبالغه نداشت و جمعے از اصحاب طعنِ وے می کردند بشکستگی و حسرت از کم توفیقی خود و طعنِ یاران بعرض رسانید فرمودند هر طور میخواهی باش و از کدورت ہستی طاعنان و نورانیت مرحومی آں مخلص فرمودند بخاطر میرسد که متوجه شده بکمترین ساعتے ایں شخص را بمرتبهٔ بلند رسانیده شود اما ضعف فرصت نمی دهد و هرگز این چنیں سخنی از ابتدا تا انتها کسے از حضرت ایشاں که تمام غرق دریائے فنا و نیستی بودند نشنیده در وقتے یکے از اخص خواص بنا بر حکمتے از بحر وجود حضرت حق سبحانه قطره می یابم و به همان تعین زندگانی می کنم. و در خلا و ملا در دوام آگاهی و حضور و شهود حق می بودند و اگر مکروہے شرعی از کسے می دیدند بشدت امر معروف نمی کردند و احیاناً چوں ضرور می شد به کنایت یا به تمثیل بنوعے می فرمودند که دلنشین وے مے شد و سبب بر نا کردن امر معروف آں بود که خود را از سائر ناس می دانستند و می فرمودند که امر معروف بر علما و اهل احتساب است. روزے یکے از ازواج مطهره نسبت بحضرت ایشاں بے ادبی کرده بود بارباب علم فرمودند که مسئله تحقیق کنید اگر در ایمان وے به هتک حرمت ما فتورے رفته باشد تجدید نکاح کنم. شخصے عرضه کرد که اگر بعلما کسے این چنیں بے ادبی کند حکمش چنیں است فرمودند ما داخلِ علما نیستیم. در کتاب ببینید که اگر مومنے هتک حرمت مومنے بکند چه لازم می شود و حکم آں چیست و سر مو از جادهٔ مستقیم و طریق قویم شریعت تجاوز نمی کردند و عمل بروایات مفتی به می نمودند و از اموریکه مظان شبهتے دران گنجائش می داشت بقول و فعل اجتناب می کردند و آں قدر نظرهائے دقیق دریں باب داشتند که عقل حیران می شد. مثلاً اگر کارے می کردند و دران کار رعایت حقوق شرعیه کما ینبغی می نمودند گاهے اطلاع بر اسرار آں عمل نمی شد بعد از انکه کشفِ حقیقت آں اتفاق مے افتاد ظاهر می شد که نهایت مرتبه رعایت تا همیں قدر است و ایں چنیں می بایست. مثلاً روزے نشسته بودند. وقت نماز در رسید مصلا طلب داشتند شخصے از حاضراں کمربند خود را پیش آورد. فرمودند که بر جامهٔ شما نماز گزاردن از ادب دور است بر زمین ادا کردند و جامهٔ او را نه انداختند. عاقبت ظاهر شد که ایں شخص بعد از اتمام وضو نشف رطوبتے از اعضائے مغتسله خود بآں جامهٔ نموده بود و اگر کسے در

ملازمت حضرتِ ایشاں تخفیف مسلمانے می کرد چہ جائے غیبت بمجرد آنکہ ایں معنی از وے می فہمیدند تعریف و توصیف آں مسلمان بنیاد می کردند. چنانچہ آں کس نیز از ارادہ تخفیف برآمدہ در توصیف مقوی حضرت ایشاں می شد از شخصے انواع افعالِ قبیحہ صادر شدہ بود. چنانچہ پدر و جدش محضرے بر وجوب قتلِ وے نوشتہ بودند لیکن قاضی حکم بقتل نکردہ بود. عزیزے قبائح وے را بہ تعجب و تغیب بحضور حضرتِ ایشاں نقل کرد. انواع شفقت و مرحمت بے ہیچ تعجبے در بارہ وے فرمودند. ناقل را از مشاہدۂ ایں حال وجدے درگرفت کہ سبحان اللہ حضرت ایشاں مخلوق و منقیّد اند. ہرگاہ از حضرت ایشاں ایں ہمہ شفقت و مرحمت ظہور می کند. حق سبحانہ کہ ارحم الراحمین است وسعت رحمت او تا بچہ حد خواہد بود و از غلبۂ ایں نظر خندہ و عرض نمود کہ ازیں جا معلوم شد کہ گناہے پیدا نخواہد شد کہ کسی مستحق دوزخ گردد. بآں عزیز خطاب کردہ فرمودند شما مردم عزیزید. شما را قبائح وے در تعجب می آرد و ما کہ او را در تقابل نفس خود پنداریم جائے تعجب نیست. شخصے نقل کرد کہ صوفیان حضرت ایشاں کار کم می کنند. و مشقت در مشغولی ندارند. فرمودند بیچارہا چہ کنند ما ہم ہیچ مشقتے دریں امر نکردہ ایم. چنانچہ ما مفت یافتہ ایم ایشاں ہم میخواہند مفت یابند. اگر از مریدے امر قبیحے مشاہدہ می کردند یا می شنیدند تہمت بر خود می بستند و می فرمودند کہ اثر بد صفتی ہائے ماست. ہرگاہ در ما بد بہا باشد ایں فقیراں چہ کنند. ہر چہ در ماست در ایشاں پرتو می اندازد. وقتے میاں شیخ تاج کہ از خلفائے حضرت ایشاں اند و در سنبھل توطن دارند در باب یکے از سنبھلیان کہ خالی از جذبہ و جنونی نبود شکایت گونہ نوشتند کہ اہل سنبھل از مشاہدہ احوال و اوضاع وے زبانِ طعن دراز می کنند. حضرت ایشاں در جواب عریضہ میاں شیخ تاج چنیں نوشتند کہ دماغ خشکی شما را کہ در باب شیخ ابابکر نمودہ بودند خواندیم. ایں نوع چیزہا منافیٔ مقامِ شفقت و کارشناسی نیست. اولیاء از کبائر محفوظ نیستند. نامراد بیچارہ کہ روزے چند سلوک طریق تصفیہ کردہ باشد از کجا محفوظ و معصوم شد تا خلاف چشم داشت از وظاہر نشود خصوصاً کہ در اصل دیوانہ و منحرف العقل باشد. استقامت صفات از و نباید چشم داشت اگرچہ بولایت برسد خداداد اند کہ دراں وقت چہ نا معقول معقول او شدہ باشد و صورت صواب را از نظرش پوشیدہ باشد کارخانہ دیوانہا دیگر است نمی بینید کہ تکالیف شرعیہ مربوط بعقل است. بالجملہ ہمہ را در مرتبہ اش معذور می باید داشت و نظر بر فاعل حقیقی می باید گماشت بل معیت وجود را باید دید. ادب شناخت

این است نفوس مختلف اند بعضے امّارہ بعضے مطمئنّہ و بعضے درمیان کہ لوّامہ میگویند آں ہم اگر ذوی العقول باشند مطمئنّہ نفوس اولیاست۔ ارباب نفوس امّارہ را نیز معذور می باید داشت۔ بل بنظرِ لطف دید در ہر کارے مطالعہ ہائے جمیل بکار باید برد طعن اہلِ سنبھل را نیز انکار نمی باید کرد بل بہ نظر رحم در ایشاں باید دید کہ از استقامت عقل بر آمدہ اند و شیوہ نفوس را فراموش کردہ۔ اگر عاجزے یک گناہ بکند حکم بر بطلانِ او چرا کنند و مجموع امور را بر تلبیس چرا حکم فرمایند۔ الحمد للّٰہ والمنۃ کہ ملامت اولیاست ما خود در ظہور ایں امور طریقے دیگر داریم۔ ہر گاہ ملامتے میرسد در خود می نگریم۔ و یک بد صفتے در خود می یابیم و این اشارت را موعظۂ غیبی میدانیم۔ چنانچہ دریں مادہ نیز در خود نفاق ہا و تلبیسات یافتیم و التجا بحضرت کرم اوبردیم انشاء اللّٰہ مرتفع شود۔ بارے بگوئید کہ از ملامت سنبھلان چہ ضرر لاحق خواہد شد عبادت را قبول نخواہد بود یا صفائی توجہ برطرف خواہد شد یا ردّ درگاہِ الٰہی خواہد شد چہ خواہد شد ؎ معشوق ترا و بر سرِ عالم خاک ۔ انتہیٰ کلامہ قدس سرہٗ

روزے عزیزے از مخلصاں شکایت حال خود را در ملازمت حضرت ایشاں برد کہ مرا حالی پیش آمدہ ہر چند می دانم کہ دیگراں بہ ازیں احوال دارند ولیکن نفسِ من بداں مغرور شدہ است باوجود آنکہ استغفار می کنم۔ آں عجب و غرور از من نمیرود۔ یکے از صوفیان در ملازمت عالی نشستہ بود فرمودند۔ ایں مرد نیز بطورِ شما گرفتار ہمیں حال است از وعلاجی بپرسید آں عزیز عرضہ کرد کہ ما ہر دو بیمار علاجے کہ ایشاں بمن خواہند کرد بہ چہ خواہد بود۔ فرمودند شما ہر دو مردم عزیز ید حاصل ہا دارید لاجرم چیزہا در خود مے بینید ما کہ ہیچ نداریم ہیچ نمی بینیم۔ بچہ چیز ما را عجب شود آں عزیز گوید کہ از استماع ایں سخن نزدیک بود کہ تار و پود ہستی من از ہم بگسلد تا بعجب و خود بینی چہ رسد۔ دیگر ہر گز گرفتار ازاں گونہ عجب نشدم ؎

ساقیاں لبیہ او چوں شراب اندر دہند

ہوش گوید گوش را ہاں ساغری کن ساغری

روزے یکے از متفقہاں بے خبر کہ خود بمشروعات مقید نبود بر حضرت ایشاں زبانِ اعتراض دراز کرد۔ بعضے دخل ہائے ناحساں و بیجا بر اوضاع و لباس مرضیہ می کرد و حضرت ایشاں تحسینش می کردند می فرمودند کہ مثل شما در عالم کم کسے یافتہ می شود۔ می باید کسے شما را ہمیشہ باخود می داشتہ باشد چہ خوب کسی بودہ آید۔ دریں مدت ما را مثل شما ئے ملاقات نشدہ ہر چہ تواضع می کردند۔ او در

اعتراضات قوی تر شد اصلاً بوے اظہار گرانی نہ کردند و کج خلقی کار نفرمودند باوجودے ریش تراشی بود و مروے نبود کہ در ہیچ فرقہ اعتبارے داشتہ باشد۔ عزیزے از دانشوران عہد بوے گفت۔ کہ اے از خدا بیخبر تو چہ دانی کہ علم شرائع چیست برو کتاب رجوع کن یعنی ہرگز از اولیا خلاف کتاب نیاید خصوصاً از مثل حضرت ایشاں کہ از ارباب صحو اند نہ اصحاب سکر۔ فرمودند دریں جزو زماں وجود ایں چنیں مردم غنیمت است ہم دریں محل طعامے درمیان آمد۔ اورا با خود شریک کردند و انواع شفقت و مہربانی فرمودند چوں بتمام خالی شدند اعتراضات ویرا از روئے کتاب ہائے مفتی بہ جواب فرمودند بعد ازاں تا امروز آں متفقہ پیدا نشد گویند از شہر برآمد و روش حضرت ایشاں شب ہا در ایام تخفیف امراض مزمنہ کہ خادماں اورا صحت می نامیدند ایں بود کہ بعد از نماز خفتن کہ از مسجد تشریف مے بردند قدرے مراقب می نشستند۔ چوں ضعف اعضا بیشتر می شد پائے دراز می کردند و ہمیں کہ چشم بخواب گرم می شد و خادماں درخواب می شدند برمی خاستند و بمتوضا می رفتند و تجدید وضو می ساختند و شکر وضو می گزارند و می نشستند بازچوں اعضا ضعف کردے دراز می شدند۔ ہم چنیں پنج مرتبہ گاہے شش مرتبہ می شدند و تجدید وضو کردہ بخواب می رفتند و احتیاط بلیغ می کردند کہ از خادماں کسے بیدار نشود و شب ہا باوجود آنکہ دو خانہ داشتند بیرون می بودند و اگر میل غسلے پیدا می شد در خانہ کہ نوبت آں می بود می در آمدند و ہماں جا غسل کردہ بیروں تشریف می آوردند و خواب می کردند و اہل خانہائے حضرت ایشاں حقوق خود را بتمام حتے قسم نیز بخشیدہ بودند۔ باوجود آں قدر رعایت قسم می کردند کہ سرموئے فروگزاشت نمی شد۔ چنانچہ در ایام غلبہ ضعف و بیماری نیز از خانہ کہ بخانہ یکے از ازواج قرب مسافت داشت بخانہ دیگر آمدند کہ مسافت ہر دو خانہ از انجا برابر است و آں خانہ وسط حقیقی است و در جائیکہ شب می بودند سنت نماز فجر را در ہمانجا گزاردہ بمسجد جماعت تشریف می آوردند و در اوقات دیگر و رائے نماز شام بعد از وضو شکر وضو گزاردہ بمسجد مے آمدند و اکثرے از ارباب حاجات دریں راہ عرض مہمات خود می کردند۔ قدرے می ایستادند و حاجات ہرکدام را می شنیدند و بہرکس جوابے شافی بمہربانی می گفتند۔ آں گاہ بمسجد مے در آمدند اگر در وقت اتساعی می بود تحیت مسجد نیز ادا می کردند والا بر فرائض و سنن مؤکدہ اکتفا می فرمودند۔ ہم چنیں در وقت برآمدن از مسجد ہرگز از اہلِ حاجات اغماض نمی کردند۔ بلکہ ببشاشت و جہ با نہا سخن می فرمودند و در جائے خود تشریف می بردند۔ چوں ایں شمیمہ کریمہ فحہائے

عظیم یافتہ بُودند خیلگی درباب مہم سازی خلق اللہ متوجہ بودند۔ آخرہا این معنی بنابر نیستی کم پذیرفتہ بود
و از حضرت ایشاں فوائد ظاہر و باطن بمردم می رسید و تادیب مریدان جز از راہِ باطن نمی کردند مثل
سلب حال و در قلق انداختن نسبت بآں شخص این معنی باعث چندین تنبیہ و فتوح می شد۔ یکے از
مخلصان را بنابر مصلحت دلے در قلق انداختند و این مرد لاہوری بود و از لاہور بصحبت یکے از شیخان وقت
تا بدہلی آمدہ بود۔ چوں ملازمت کرد فرمودند چرا ہمراہ آن شیخ پیشتر نرفتی۔ طرفہ حالے بران نامراد گزشت
کہ تمام شب در رنگ ماہی کہ بر تابہ باشد بیقرار بود و نعرہا میزد و گریہ ہا دردناک می کرد۔ چنانچہ خواب
بچشم اکثر یاران از نالۂ او آشنا نتوانست شد و از غایت گریہ نماز خفتن و بامداد را آنچناں کہ بائد نتوانست
گزارد۔ عشرۂ اخیر ماہ رمضان بود و یاران بعد از نماز بامداد حلقہ کردہ متوجہ بحضرت حق سبحانہ نشستہ بودند
کہ آں نامراد دریں جمع در آمد و گفت اے مسلمانان برائے خدا دردلے دارم بشنوید۔ اگرچہ ہیچ کس متوجہ
بسخن وے نشد چہ تمام شب گوش ہا را پر ساختہ بود۔ ہر کدام بذوقِ خود فرو رفتہ بودند۔ گریان گریان بنیاد
کرد کہ من پیوستہ طالب درویشاں و معتقد و خادم ایشاں بودم۔ شبے بخواب دیدم کہ ابلق سوار می گذرد و مردم
در دُنبال او می روند و می گویند کہ این قطب وقت است۔ من نیز بر سرِ راہ وے دویدہ ایستادم۔ آں سوار بمن
گفت کہ نوکر من می شوی۔ قبول کردم و گامے چند در جلوے او دویدم۔ عاقبت بر یک کوہی بر آمد و از چشم
من غائب شد و بعد ازیں واقعہ پنج شش سال گزشتہ بُود و انتظارِ من بآخر آمدہ کہ بتقریب حضرت ایشاں
ازاں کوچہ کہ نزدیک بخانۂ من بود بہماں نسق کہ در خواب دیدہ بُودم گزشتند بمجرد آنکہ چشم من بر جمال حضرت
ایشاں افتاد شناختم و از دنبال رفتم و این واقعہ خود را گفتہ مشغولی گرفتم۔ اکنوں پنج شش سال است کہ
محبت ایشانم. الحال می فرمایند کہ ہمراہ آن شیخ چوں نہ رفتی۔ اے مسلماناں برائے خدا بگوئید کہ من چہ کار کنم
چوں سخن بآخر آمد با اہل قلعہ وجدے در گرفت کہ سر از پا گم کردند و بے طاقتی ہا نمودند این جماعت کہ قریب
بہ ہفتاد کس بُودند یک کس ہوشیار نماند و از سنگ مسجد بعضے مجروح شدند و غریو در تمام قلعۂ فیروز آباد
برخاست و تماشائیاں ہجوم آوردند۔ چوں این غوغا بسمع شریف رسید بمسجد تشریف آوردند و فرمودند تا یک دگر
را گرفتند و مستی اینہا فرونشست۔ بعد ازاں آں لاہوری آتش زن را طلبیدہ از قلق بر آوردند غرضکہ تمام مظہر
رحمت بودند و می فرمودند کہ از ما بکسے ضرر نمی رسد الا منافع۔ والحق فوائدیکہ دریں دو سہ سال از آں حضرت
بمستفیدان رسیدہ در زمان پیش بسالہائی رسیدہ و تفصیلِ آں از حدِ بیان بیرونست ؎

یک دہان خواہم بہ پہنائے فلک | تا بگویم وصفِ آں رشکِ ملک

ثنائے او بدل ما فرو نیاید زانکہ | عروس سخت شگرفست وحجلہ نازیبا

و مہربانی بر مشربِ حضرت ایشاں آں قدر غالب بود کہ اگر گربہ بر دامن نزہت نشیمن خواب می رفت۔ ہر گوش بیدار می کردند و منتظر بیدار شدن وے می بودند۔ تا زمانے کہ او بخواب بودے حرکتے نہ فرمودندے و خود را بطور او گذاشتندے۔ واکثر اوقات بایں تقریب سرماہا می خوردند و لحاف از زیرِ گربہ نمی کشیدند و ہر قسم آشنائے کہ سابقاً باشنایان داشتند تا آخر با آنہا ہماں طریق سلوک می فرمودند۔ چنانچہ اکثرے از آشنایان سابق حضرت ایشاں را از خود بہ ایچ وجہ تمیز نمی دانستند۔ عزیزے در ملازمت حضرت ایشاں نقل کرد کہ بعضے کوتاہ بینان تیرہ منش می گویند کہ مدار مشیخت حضرت ایشاں را بہ آشنائی یگانہ الآفاقی مرجع الانامی قدسی القاب شیخ فرید است سلمہ اللہ تعالےٰ وہمیشہ در رقعات کہ بہ شیخ می نویسند عنوان آں قبلہ گاہی سلامت می باشد۔ از فقرا ایں قسم خوش آمد چہ زیبا است۔ در جوابِ ایں سخن فرمودند کہ شیخ را بر ما حق ہا است و بوسیلۂ وجودِ ایشاں درین راہ کشایش ہا دیدہ ایم و الحال ہم وجہی شرعی برائے قطع طریق آشنائی نمی یابیم۔ والا چناں می کردیم و ایں نوشتن را علت ہماں است کہ بہر نوعے کہ از ابتدائے سلوک یکسے کردہ بودند تغیّر نمی دادند و معہذا حقوق سیادت و بلند منشی شیخ سلمہ اللہ و اوصلہ الی مایتمناہ رخصت بتغیّر ایں عنوان نمی داد۔ روزے ضعف والدۂ ماجدۂ خود دیدہ امر طعام پختن را کہ بتکفل ایشاں بود۔ بہ بعضے از صوفیاں فرمودند۔ والدۂ حضرتِ ایشاں تا چندگاہ بہ گریہ وزاری گزرانیدند کہ از من کدام جریمہ بوجود آمد کہ حق سبحانہ مارا ازیں سعادت باز داشت۔ عمل خیرے کہ از دستِ من می آمد ہمیں بود کہ برائے حضرتِ ایشاں طعامے می پختم۔ آخرا ہم از من باز گرفتند۔ مدتہا بریں حال بودند و از نہایت ونائی وزیرکی و غلبہ نسبت اخلاص و مریدی کہ مرکوز جوہر شریف ایشاں است نتوانستند اظہار ایں معنی کرد بعد ازاں کہ ایں سخن بحضرتِ ایشاں رسید و امر طعام پختنی بتصدی ایشاں گزاشتند۔ باطن سعادت موطن ایشاں ازاں قلق و اضطراب فراہم آمد و بی بی بانو کہ زن محمد صادق کہ خسر پورہ حضرت ایشاں باشند و زن شیخ محمد صدیق کشمیری کہ بی بی آغا باشد برائے خمیر نمودن و مدد در بعضے امور گزاشتند و نفی اختیار حضرت ایشاں آنقدر بود کہ باوجود ضعف و دوام بیماری مقید اختیار طعامے نبودند۔ و اگر نا ملائم طبع می بود اظہار ایں معنی نمی کردند و بدن شریف و عنصر لطیف از عدم ترتیب و بے توجہی بطعام و دوام مشغولی بحضرت

حق سبحانہ بغایت نحیف بود لیکن رونق چہرہ وطراوت روے باآں ہمہ نحافت کہ بالاتر ازاں صورت نہ بندد روزافزوں ے

خطِ سبز ولب لعل ورُخِ زیبا داری ہرچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وہنگامِ طغیان قلق گاہے باوجود چندیں ظہور ومقتدائیت درکوچہا وبازارہا تنہا بطرفہ بے تعینی می گشتند ودر سایہ ہائے دیوار برخاک می نشستند ومضمون حدیث کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ کَعَابِرِیْ سَبِیْلٍ لائح می شد وحضور وشہودِ حق از سراپائے گرامی می بارید ومحقق می شد کہ جمیع اعضا جداجدا بنعمت خاص متوجہ حضرت حق سبحانہ اند واستفاضۂ خاص میکنند وپیوستہ باوجود چندیں فتوح وکشاد کہ آناً فاناً میدیدند ہمیشہ در انتظار وتفکر وحزن می بودند ے

دریک دم اگر ہزار دریا بکشی کم باید کرد وخشک لب باید بود

وقتے بیکے از مخلصان بتقریبے می فرمودند کہ اگر ما ریاضاتِ شاقہ چنانچہ اربابِ سلوک می کشند نکشیدہ ایم لیکن انتظارہا وقلق ہا کشیدہ ایم کہ چندیں ریاضات ومحن درضمن آں می بود واز ابتدا تا انتہا از انتظار نہ آسودند چوں اطوار حضرت ایشاں ومعموری اوقات پاک بتمام وکمال بیان کردن در طاقت بشریت چہ حقیقت بگفت نیاید ولذتے کہ رُوح از دریافت معانی وبسط حال یابد بیان از ادائے آں عاجز است۔ لاجرم آنچہ اندیشہ وادراک نویسندہ از مشاہدۂ اوقات استغراق سمات حضرت ایشاں دریافت۔ اگر ہزار کتب پرداز دوعمر ہم بالفرض مساعدت کنند تحریر آں صورت نہ بندد۔ خوش گفتہ ہر کہ گفت ے

نبود در کتاب ہا دل و درد از دے صد کتاب نتواں کرد

للہ الحمد والمنۃ کہ از دیدارِ گرامی حضرت ایشاں کہ نسخہ اخلاقِ انبیاء واولیاء بودند یقینی واعتقادے بویں طائفہ بطریق مشاہدہ پیدا شد۔ قبل ازیں ہرگاہ کتب احوالِ مشائخ مطالعہ کردہ می شد بخاطر ناتجربہ کار می رسید کہ مریداں سخن را بسط دادہ اند والا ایں احوال از قیاس عقل بیروں است۔ اکنوں مفہوم شد کہ حق سبحانہ بعضے از بشر را بجائے میرساند کہ اگر افلاطون وبوعلی ودقیق النظران عالم آگاہ گردند بنادانی مقر آیند۔

فصل ثانی در بیان تربیت مسترشدان طریقہ

عادت شریفہ حضرتِ ایشان در تربیت طالبان این بود کہ ہرگاہ طالبے می آمد کہ اظہارِ طلب می نمود چندگاہ دوراندازیہاش می کردند۔ اگر اہلِ شہر می بُود و اگر مسافرے بود و محتاج نان در ابائے کہ بامِ ارشاد متوجہ بودند چندگاہ نانش نمی دادند بہ نیت آنکہ مردم برائے نان جمع نشوند و دکانے راست نہ سازند و ہرگاہ کسے از اربابِ دنیا برائے فقراء نذرے می فرستاد بمخلصانِ خود نمی دادند و فقرائے بیگانہ را تقدیم می کردند۔ اگر چیزے باقی ماندے تحقیق می کردند۔ ہرکہ از مخلصان غرض حقانی داشتے آنگاہ ادنی آنچہ ضرورت وے بدان کفایت شدے عنایت می کردند و امداد مالی چنانچہ بعضے عوام گمان می بردند نسبت بمخلصان بغایت کم۔ و می فرمودند کہ بہر کس ما امداد مالی کنیم۔ یقین داند کہ نسبت با و در محبت فتورے داریم و نظر حضرت ایشاں در عدم امداد تنقیح صوفیاں و تربیت طالبان بود نہ عدم مہربانی بلکہ نہایت مہربانی نسبت بگرفتاران آز و ہمین است و آخرہا کہ امر مشخیت و ارشاد متروک شدہ بود۔ فرمودہ بودند کہ بآیندگان تا سہ روز نان بدہند کہ ضیافت تا سہ روز مسنون است دریں میان بعضے سُست طالبان نمی ایستادند و دوراندازی ہا تاب نمی آوردند اِلّا آنہا کہ طلب قومی میداشتند و دریں کار بجد ترمی شدند بآنہا طریقہ می فرمودند۔ بعد از مشغول ساختن اگر محتاج روزمرہ می بودند برائے آنہا قوت لایموت تعین می شد و نہایت آن یک تنکہ دہلی بود و الا یک نیم بہلولی و یک بہلولی از وجہ قرض حسنہ کہ برائے حلیت لقمہ حیلہ شرعی است و ایں مخصوص مسافران بود نہ اہلِ شہر۔ مگر کسے کہ در جوار حضرتِ ایشاں دائم بودے و احتیاج او معلوم می شد داخل مسافران روزینہ دار گشت و طریقِ مشغول ساختن این بود کہ اوّل استخارہ اش می فرمودند بعد ازاں در خلوتش مے طلبیدند۔ و شغلے از اشغالِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کہ در رسائل اکابر این سلسلہ مبین است می فرمودند و نسبت بہ بعضے بعضے کیفیات از پیش خود براں مشغولی ہا زائد میکردند۔ چنانچہ در رسالہ[1] خود کہ در بیان طرق نوشتہ اند ایزاد فرمودہ اند۔ توجہے در باب وے میکردند و ہمتے مصروف میداشتند۔ اکثر طالبان در صحبت اول بیخود شدہ بر جائے خود مے افتادند و در آنہا اثرے از حرکت و شعور نمی بود۔ تا ہرگاہ کہ صلاح حال آں ہا

---

[1] ایں رسالہ را جامع در رقعاتِ شریفہ نوشتہ است۔ رقعہ ۶۲ را باید دید۔

می دیدند واں بے خودی میگزاشتند و این حالت بر بعضے ہا بنوعی میگذشت کہ حاضراں آنہا اموات خیال می کردند۔ باز بر عکس آں تصرف می کردند بہوش می آمد و قول اَلشَّیۡخُ یُحۡیِیۡ وَیُمِیۡتُ بوضوح می پیوست بعد از طریانِ این حالتِ بیخودی و بے شعوری اکثرے از اخلاقِ ذمیمہ او مہذّب می شد و شکستے در کارخانہ وجود او پیدا مے آمد۔ چنانچہ مردم از چہرہ او پے بمعانی محصولہ او می بردند و ابتدا بتغیر اوضاع وے امر نمی فرمودند۔ بعد از چشیدن لذتِ بیخودی او خود بوادی موافقت باوضاع مرضیہ حضرت ایشاں می آمد۔ ہم چنیں ہر کہ مرحمت بیشتر می داشتند یا غلطی در استعدادش میبود بکرات تصرف برو می کردند و بحالتِ بیخودیش می بردند و آں قدر قدرت بود کہ اگر کسے را میخواستند در یک روز بسر حد فنا و فنائے فنا کہ مقارن رُتبۂ ولایت است میرسانید و نسبت بدو سہ کس این معنی دریافتہ شدہ و ہر کسے را طریقے خاص پیش مے آمد۔ بعضے را کشف و بعضے را ترقیات در مقامِ قرب و بعضے را تلوّنِ احوال و باز کشف ہم انواع بود کشف حقائق اشیاء و کشف توحید و کشف قبور۔ چنانچہ این خط حضرت ایشان کہ درین باب بفرزند و برادر میاں شیخ احمد سرہندی مرقوم شدہ موئد آنست ۔

رقعه

قرۃ العین محمد صادق برخوردار ظاہر و باطن گردد۔ احوالِ او چنانچہ ظاہر است مستوجب حمد است برہان حضور خود باشد از غیبت و استغراق اندیشہ نیست انشاء اللہ از شکر بصحو و فنا در شعور اندراج یابد۔ مولنا محمد مسعود از کشف قبور اعتبارے بر نگیرند۔ کشوف صوریہ محل خطا و لغزش است سعی کنند کہ حضور مع اللہ ظہور یابد و دوام پذیرد و ہر چند کہ عالم صاف شدہ باشد و معنی نورانیت نیز از نظرِ بصیرت اسقاط یافتہ در کار و سعی باشد کہ جذبۂ خواجہا و حضور ایشان دیگر است دران مواطن از ماسوے نام و نشانے نیست۔ گاہ بالکلیہ و اکثر بالاصالۃ توجہی است از شش جہت معرا۔ گاہی جہت فوق بجہت خصوصیتے کہ عرش مجید راست در وہم مے آید و گاہے ہمہ جہات را یا اکثر را فرو می گیرد و معنی وَاللّٰہُ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ مُّحِیۡطٌ بظہور می رسد۔ اگر صور معنویہ و اشکال صوریہ محو نشدہ اند و ہمچوں سراب و خیال بے اعتبار افتادہ و در ہمیں وقت نزد دریافت خیالیہ صور ہُوَ الۡاَوَّلُ وَالۡاٰخِرُ نیز درمیان مے آید و اگر در وقت فروگرفتن آن توجہ ہمہ جہات را یا اکثر را صور و اشکال بالکلیہ محو شود و صفائی اتم بظہور رسد و معنی لَیۡسَ فِی الدَّارِ غَیۡرُہٗ دَیَّارٌ

درجلوه آید بہوش باید بُود کہ کسوت معنویہ درمیان است لااقل صفت حیات وہستی اکنون یک دقیقہ دیگر بشناسند کہ در وقت ظہور وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَائِہِمْ مُّحِیْطٌ نیز می تواند بود کہ ہمچنیں کسوتے درمیان باشد و می تواند بود کہ بالکلیہ نظر مجتش مجرد شدہ باشد۔ بارے حقیقت مقصود در دریافت و ادراک نمی آید آنجا عشق و محبت است و تصفیہ سر از ماسوے و آں تحقیقات کہ در سلسلۃ الاحرار نوشتہ شدہ بغایت غامض است۔ درین مبحث آنرا بگذارند و مدار بر ادراک متعارف بنہند حضرت خواجہ نقشبند

خواجہ پاک نقش پاک نفس قَدَّسَ اللّٰہُ رُوْحَہُ الْاَقْدَسْ

می فرمودند کہ ہرچہ دیدہ شد و دانستہ شد آں ہمہ غیر است۔ بکلمۂ لَا آں را نفی باید کرد۔ میاں شیخ احمد نیز حالِ خود را درین صحیفہ مطالعہ نمایند و بدانند کہ تا استغراق در حضور ذاتی و وحدت صرف بظہور نمی رسد۔ اہل این سلسلہ اسم فنا برآں نمی نہند و آنکہ ما گفتہ بودیم کہ یک درجہ دیگر درمیان است۔ این است حقیقت این سخناں مشافہۃً معلوم میشود باوجود برائے خاطرِ شما نوشتیم والسلام والاکرام القصہ ہرکدام از طالبان واردات خود در خلوت رفتہ عرضہ می کرد و حضرت ایشاں بحکمتِ بالغہ الٰہی و وقتِ نظری کہ من عنداللہ یافتہ بودند بمصلح احوال و اوقات وے امری فرمودند و اگر کسے خوابے یا واقعہ نقل می کرد می شنیدند و درباب خواب گاہے می فرمودند کہ احتیاج گفتن نیست ہرچہ شدنی است خواہد شد و ہرگز تحسین صاحبِ حال و واقعہ یا تعبیر خوابے بحضورش نمی کردند۔ مگر کہ حالے عالی وارد شدے۔ دراں وقت این قدر می فرمودند کہ بکوش تا از دست نرود و قدم بر تر نہی۔ بہ یکے از طالبان ہنگام عرض احوال فرمودند ؎

مرغے غمِ او بحیلہ شد با ما رام　　ہشدار کہ مرغ رام را رم ندہی

یکے از طالبان را بنا بر مصلحت وے دور می انداختند و می فرمودند کہ استعداد وے بسلاسل دیگر مناسب است و وے سرگرم تر می شد۔ بعد از چار پنج ماہ بہ وے فرمودند۔ بیکے طالبانِ خود خواہیم فرمود کہ طریقہ بشما بگوید وے باین ہم راضی شدہ از سر دانستند و امیدوار می بود روزے میاں شیخ تاج الدین کہ از خلفائے حضرت ایشانند از دہلی متوجہ سنبھل کہ وطن اقامت ایشاں است می شدند و بخانہ آں مرد یک شب نزولے اتفاق افتادہ بود اہلیہ وے طلبے قوی داشت باجازت شوئے از شیخ مشغولی گرفت و بمقتضائے استعداد در مجلس اولے او را بیخودی روئے داد و کیفیت ہائے عظیمش حاصل شد و دراں

کیفیت اخبار ہفت آسمان گفتن گرفت ہر گومی آں مرد بجد افراط انجامید واز شیخ حرفے از مطلب نشنیند سراسیمہ متوجہ ملازمت حضرت ایشاں شد و درراہ از کثرتِ شوق افتان وخیزاں در رنگ مست طافح مے آمد۔ چنانچہ بندہائے زانو ومرافقش خونی شدہ بود۔ چوں نظرش بر جمال حضرت ایشاں افتاد مانند خرمن گل تنگ درکنار گرفت و در صحن خانہ غلطیدہ میگشت۔ حضرت ایشاں لختے خود را بطوراو گزاشتند۔ گاہے بر بالائے وے می شدند وگاہے در تہ وے و آزارہا بدن شریف وعنصر لطیف راہ یافت چہ آدم مردے زبردستی بود و درکنار گرفتہ بر خاک مے غلطید واز در و دیوار مضمون ایں بیت مے تراوید ؎

ہزاراں دشمنے شد بانسیم کان تن نازک شود آزردہ گر اندر برش بند قبا جنبد

عاقبت فرمودند مارا ہیچ کارے ہم داری گفت کارے کہ دارم بتو دارم و مقصد ومقصودِ من توئی۔ فرمودند پس مارا خود میکشی فائدہ نہ کرد۔ آں گاہ فرمودند بجانب روئے من ببیں۔ بمجرد دیدن ازجائے برجست و برخاک ادب نشست و ازیں جرأت ندامت ہا کشید و مے گوید کہ آں روز کہ در چشمان حضرتِ ایشاں چیزے دیدم کہ ہنوز لذتِ آں فراموش نشد و عبارت و اشارت از شرح آں قاصر است و اگر می خواستند تصرفی کنند یا خارق عادتے بنمایند۔ بخود نسبت نمی کردند بکتابے یا بقصۂ حوالہ می فرمودند مثلاً اگر در بیمارے میخواستند۔ تصرف کنند و اورا ازاں بیماری بر آورند۔ کتاب طب می طلبیدند۔ واز روئے آں داروئے می فرمودند و ہمت بجانب وے می گماشتند۔ بمجرد استعمالِ آں دارو وگاہے پیش از استعمال صحتش می شد۔ چنانچہ طفلے از قلعہ فیروز آباد بجانبِ دریا کہ ارتفاعِ آں زیادہ از نہ قدِ آدم باشد افتادہ بود واز راہِ گوش و بینی وے خون می آمد و نفسش تنگی میگیرد۔ مادرش اورا در نظر مبارک در آورد۔ بریں حال شفقت فرمودہ قدرے متوجہ باطن حق موطن خود شدند و کتابے بدست گرفتند و فرمودند کہ دریں کتاب چنیں نوشتہ اند کہ او زندہ خواہد ماند آں طفل تا امروز زندہ است واز مشاہدہ احوال وے ہیچ عاقل بزندہ ماندن او نمی کرد۔

شبِ پانزدہم ماہِ شعبان

روزے در اوائل ہا کہ نوتماشائی

این کارخانۂ بلند قدر بودم و در ملازمتِ گرامی ہوسنا کانہ آمد و رفت میکردم بخاطر آوردم کہ اگر امروز
اشرافے کنند و مرا بخود کشند داخل خادمانِ عالی گردم لا اقل سخنے از مرغبات راہ بفرمایند۔ شب
پانزدہم ماہ شعبان فرمودند امشب شب برات است در سلسلۂ شما یعنے چشتیہ نمازے کہ درین شب میگزارند
چند رکعت است عرضہ کردہ شد۔ صد رکعت و بروایتے دو رکعت ہم آمدہ۔ فرمودند اگر شق آخر است
شاید ما ہم توانیم گزارد ہم دریں محل فرمودند مثل ما بریش گاو میماند و آنچنان است کہ شخصے از پسر خود
پُرسید کہ ہرگز ریش گاؤ بودہ پسر گفت معنی آن چیست گفت کسی از خانہ برآید و بگوید بے آنکہ رنجے
بکشم گنجے بیابم گفت بابا نا بودہ ام ریش گاؤ بودہ ام ما ہم تا بودہ ایم ریش گاؤ بودہ ایم۔ یکے از
صوفیان نقل کرد کہ روزے بخاطر آوردم کہ مرا خدمتے فرمایند و از بازار چیزے ماکول طلب دارند
ناگاہ کسے بطلب من آمد فرمودند برائے ما از بازار تربز بیار عرضہ کردم کہ معرفت تربز چندانی ندارم۔ فرمودند
ہر کدام کہ بزعمِ تو خوب باشد بیار و عادت تشریف این نہ بود کہ درائے خادمانے کہ متعین این چنین خدمتہا
بودند بدیگرے بفرمایند۔ خصوصاً بنو درآمدگان این طریق و این مرد دران وقت از جملہ نو درآمدہ ہا
بود وہم دے نقل کرد کہ فصل زمستانی بود و پوششے نداشتم الا یکتہ بے لحاف کہ با اہلیہ خود شب ہا
می پوشیدم و از تنگی معیشت قدرت لحاف ساختن معدوم بود شبے از اہلِ خانہ خود خجالتے کشیدم کہ
بخاطر این ہا می رسیدہ باشد کہ بطرفہ بے جمیتی کار افتادہ صباحش کہ در ملازمت حضرت ایشان نماز

بجماعت می گزاردم ۔ دراثنائے نماز نیز خاطر شبینہ آمد اور انفی کردم بعد از فراغ نماز چوں نظر حضرت ایشاں برمن افتاد ۔ بیکے از مخلصان کہ معاملہ اخراجات متعلق بایشاں بود فرمودند کہ از یاران ما ہر سید ہر کہ لحافی یا جامہ نداشتہ باشد یا اہلِ خانہ وی نداشتہ باشد ہر طور کہ بگوید ساختہ بدہید دو سہ کس دیگر نیز ہم اِحتیاج من ظاہر شدند و بما یحتاج رسیدند ۔ گوید ازاں باز ہمیشہ ترساں بودم کہ مبادا خاطرے بیاید کہ موجب گرانیِ خاطرِ اقدس بودہ بر ہم زن مقاصد سعادت مندی گردد وقوتِ علمی و قدرت بر اقسامِ سخن خصوصاً در علمِ تصوّف آن قدر بود کہ فضلائے وقت کہ سالہا درس علوم گفتہ اند استفادہائے عظیم می کردند ۔ روزے عزیزے التماس کرد کہ برائے شرح رباعیات کہ مسمی بسلسلۃ الاحرار ست دوراں ولا بتازگی تسوید فرمودہ بودند ۔ تاریخ[1] اتمام گفتہ شود ۔ درہماں مجلس دوات وقلم طلبیدہ نوزدہ تاریخ برائے آں رسالہ املاء فرمودند ۔ دو تاریخ بیاد محرر بود برائے تمثیل ایراد یافت باقی در آخر سلسلۃ الاحرار مسطور است یکے "تجرع فصوص حکم" دوم "نظم وجوب" ومع ذلک بجہت رعایت ظاہر شریعت ازین تصنیفِ خود کہ سخنِ وحدت وجود درانجا بخوب ترین تدقیقات مبین است ناراضی[2] بودند و می فرمودند از ما این تصنیف خوب واقع نشدہ و می فرمودند کہ محقق شد کہ ورائے طریق توحید راہے است ۔ وسیع وراہِ توحید نسبت بآں شاہراہ کوچہ تنگی بیش نیست واین نوزدہ تاریخ دریک مجلس نوشتن از قدرت اکثر عقول بیروں است خصوصاً باعدم ممارست وکمی ورزش بلکہ خارق عادت ست وچہ احتیاج بہ اثبات خارق کہ وجود حضرت ایشاں تمام خارق عادت بود ازین جا نسبت سخن شیخ الاسلام پیر ہرات قدس اللہ تعالیٰ سرہ بہ یاد آمد کہ در نفحات در باب یکے از اکابرین ایں طائفہ زیبا گفتہ کہ وے را نہ بستایند بہ کرامات و نہ بیارایند بہ احوال و مقامات ۔ کرامت و حال و مقام و وقت ور دست او شجرہ بود ۔ بلے ؎

در دل ہر بندہ کہ حق مزہ است   وی داد اے پیمبر معجزہ است

---

[1] مصنّف ایں رسالہ آں نوزدہ تاریخ را بعد از اتمام رسالہ بطور ضمیمہ در آخر نوشتہ ۔ آں را بر صفحہ ۶۵ باید دید ۔

[2] عدم رضا غالباً بہ آں است کہ متمسک اہل بدع وضلال است نشود چہ اینہا مسئلہ وحدت وجود را پیشوائے بدی وبدکرداری خودی سازند ۱۲

انتقالِ پُرملال حضرتِ ایشاں

حضرت ایشان رحمۃ اللہ تعالیٰ بتاریخ بیست و پنجم ماہ جمادی الآخرہ سنہ ۱۰۱۲ یک ہزار و دوازدہ اواخر روز شنبہ رخت اقامت بدار القرار کشیدند و روز یک شنبہ بیست و ششم در شمال رویہ قدم گاہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بیرون قلعۂ سلطان فیروز کہ برائے مجاوران قدمگاہ ساختہ و الآن آباد است مدفون شدند۔ محرر سطور در مرثیہ حضرت ایشاں ایں ابیات مرقوم قلمِ خونیں رقم گردانیدہ۔

نظم

دل بر گرفت ازیں چمن آں تازہ نوبہار
زیں غم بخون دیدہ نشستم چو لالہ زار

کو غم کہ داد خود بستاند ز عیش من
تا پیش ازیں بچہرہ بہ بندم بخوں نگار

ایں یک دو روزہ عمر مداری بریں منہ
ویں بر غلط فریب جہاں دل بریں مدار

بر حالِ خویش گریہ کند مرغِ ایں چمن
بر عمرِ خویش خندہ زند کبکِ کوہسار

از ہمرہست قافلہ در نیمہ رہ نماند
ہشدار دہاں دہاں نظرے بر قضا گمار

نوشخواں سرو دہاست دریں رہ کہ چوں جرس
ہر صبح و شام مرثیہ خوان ست روزگار

بر خونِ خلق چرخ دہن باز کردہ است
عبرت بگیر ازیں سبُع آدمی شکار

کان قطب نہ فلک بہ دلِ عرش جا گرفت
خلوت گزید باحق و جامِ بقا گرفت

امشب کہ نالہ بلبلِ خاموش تازہ کرد
آہنگ گریہ بر منِ مدہوش تازہ کرد

ہر نالہ ماتمے دگر افزود بر دلم
داغے کہ خفتہ بُود در آغوش تازہ کرد

جوشِ دروں کہ از دمِ سرد م فسردہ بُود
آتش بہ سینہ در زد و آں جوش تازہ کرد

شوریدہ حکایت آں رُخ نہفتہ گفت
آشفتگی بہ سینہ بلا نوش تازہ کرد

آں خواجۂ کہ از دل غرّاے ہوش مند — آئینِ شرع و قاعدۂ ہوش تازہ کرد

وز بہر حلقہائے غلامیش مہر و ماہ — ہر روز سیقہائے بہ ناگوش تازہ کرد

از پیکِ روزگار بر آمد پیامِ چرخ — بر ماہزار دردِ فراموش تازہ کرد

یک رہ خبر دہید کہ آں نو سفر چہ دید
بر اوجِ نہ سپہرِ بریں آں قمر چہ دید

آں ہادی زمانہ رُخ اندر نقاب کرد — زیں شیوہ خان و مانِ جہاں را خراب کرد

در عمرِ روزگار ندیدست کس بخواب — زیں صعب تر غمے کہ دل و دیدہ آب کرد

در کام عیش زہر شکست از فراقِ او — عشرت بجام و شیشۂ خود خون ناب کرد

خود وصل برگزید و بہ یاراں فراق داد — خود بادۂ بخورد جگر ما کباب کرد

ہر کس کہ نالہا جگرِ ریشِ ما شنید — شب را تمام روز قیامت حساب کرد

بیدار باد دیدۂ عبرت گزین ہوش — کاں بختِ ارجمند جہاں عزمِ خواب کرد

خوں شد دلِ سپہر ز بسیار خفتنش
در زیرِ خاک با دلِ بیدار خفتنش

داماں کشیدہ سرو ازیں بوستاں چرا است — کہ گلبنِ شگفتۂ رعنا نہاں چرا است

پیمانۂ مُرادِ حریفاں نہ کردہ پُر — آں ساقیِ شرابِ بقا سر گراں چرا است

پژمردہ گشت غنچۂ اُمید بے رخش — افسردہ خاطر از چمن آں باغباں چرا است

آں مایۂ جمالِ جہاں گر سفر نہ کرد — افسردہ رنگ و رونقِ روئے جہاں چرا است

آں نو بہارِ تازہ اگر رُخ نہفتہ است — گلہا جگر فگار ز دستِ خزاں چرا است

از ہفت بام چرخ اگر سنگِ غم نہ ریخت — بر پشت جانم ایں ہمہ کوہِ گراں چرا است

آں آفتابِ اوجِ ہدایت اگر نہ خفت — ایں تیرگیٔ روئے زمین و زماں چرا ست

آں گنجِ شائگاں کہ نخفت است زیرِ خاک
از مخلصاں نیاز بداں آستانِ پاک

گویند خضرِ وقت و مسیحِ زمانہ مُرد — خورشید نور گسترِ ایں ہفت خانہ مُرد

پوشید چشم یکرہ و شد زندۂ ابد — معشوقِ دہر بود ولے عاشقانہ مُرد
اِلّا محبتش ہوسِ جملہ مُردہ باد — چوں آں مہِ دو ہفتہ و فردِ یگانہ مُرد
نالند بلبلانِ چمن از فراقِ او — ہیہات کاں طراوتِ زیبِ فسانہ مُرد
زنگِ زخم شکستہ تر آمد ز جامِ دل — خوں در رگِ ترانہ چنگ و چغانہ مُرد
رُشدی ازاں نفس کہ رخِ خود نہفت دوست — سازِ طرب شکست و نوائے ترانہ مُرد
بر حکمِ وہم و دیدۂ کوتاہ بیں مگوے — کاں رُوح بخشِ زندگیِ جاودانہ مُرد

چوں نو عروسِ وصل در آغوشش بر گرفت
از بس حلاوتش لبِ خاموشش بر گرفت

آوخ کہ شہسوارِ زمین و زمن نماند — گلدستۂ کہ بود بہ دستِ چمن نماند
یعقوب وار دیدہ بہ کوری سپردہ بہ — چوں در زمانہ یوسفِ گل پیرہن نماند
آشفتہ گشت خاطرِ مجروحم آں چناں — کز جوششِ گریہ ہیچ دماغِ سخن نماند
دل شاد بلبلے کہ بخود صد ترانہ داشت — آں گل چو رُخ نہفت زباں در دہن نماند
شد برگ ریزِ لالۂ و گل از خزانِ دہر — در گلشنِ نشاطِ لبِ نغمہ زن نماند
دہر از فراق چوں شبِ دیجور تیرہ شد — کاں شمعِ بزمِ قدس دریں انجمن نماند
آں نورِ قدس روشنی از دیدہ بر گرفت — خورشید گو مماں چو شہنشاہِ من نماند

دل خوں کنِ زمانہ غمِ خواجہ باقی است
جاں کاہِ عاقبت المِ خواجہ باقی است

از حق ہزار مکرمت و آفریں برو — شد ختم سرفرازیِ دُنیا و دیں برو
چوں مادرِ زمانہ ندارد چو او پسر — زانست گریہای زمین و زماں برو
بر بام خود کشید پئے فخر چوں مسیح — دل بستہ بود چوں فلکِ چارمیں برو
دانستم آنکہ بود چو من عاشقِ رُخش — کز بام ریخت زہرہ گلِ یاسمیں برو
بُلبل نہفت در غزلش خنجر و سناں — گل چاک کرد پیرہنِ نازنیں برو
دلہا بخاکِ او چو مگس بر شکر گرو — صد حسرت است در جگرِ انگبیں برو

برقد ردردِ او نتوانیم گریہ کرد　　گریند تا بہ حشر شہور و سنین برو
آہ ایں چہ ماتم ست کہ خونِ جگر بسوخت
ہر لحظہ ام بدرد و غمِ تازہ تر بسوخت

نوزدہ تاریخ از اتمام رسالہ شرح رباعیات کہ مسمّٰی بہ سلسلۃ الاحرار است و ذکر آن بر صفحہ ۱۶ آمدہ

(۱) ھوالحکیم الفتاح المصور (۲) لوائح حکم موجودیہ در کلم نقشبندی (۳) اللہ تعالیٰ بقایش بدہاد (۴) وجہ عکس مرآت الصفا (۵) حظّ جود مولی (۶) فیوض علیا (۷) حلّ کلم خواجہ پارسا (۸) ظلّ حی موجود (۹) بل ظلّ حی وجوبی (۱۰) ملحظ وجودی (۱۱) منافی تصور حدوثی (۱۲) نظمِ وجوب (۱۳) جملگی اسرار احباب توحید (۱۴) تجرع فصوص حکم (۱۵) فصوص الحکم بے ثقل (۱۶) لب مقدّمات نقد نصوص (۱۷) فیض جود بہاء الدین (۱۸) شیخ نکمل باد (۱۹) صَلِّ عَلٰی اَتَمِّ الْاَنْوَارِ وَاَھْلِہٖ۔

رسالہ شرح رباعیات سلسلۃ الاحرار در سنہ ۱۰۷۰ھ ہزار و ہفت بہ اتمام رسیدہ و این تاریخ از متممات و مکملات آں رسالہ شریفہ است۔

مکتوبات

ہشتاد و ہفت رُقعاتِ شریفہ

از خواجۂ خواجگان قطبِ جہاں حضرت خواجہ مؤیّد المِلّۃ والدین الرضی ابُو الوقت محمد الباقی المعرُوف بہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرّہٗ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اکثر اصحاب ازیں ترتیب مشائخ خود خبر نداشتند۔ از غلبۂ ظہُورِ احوال و علوِ مجلس عالی اگرچہ در خاطرہا می گزشت اماّ نمی توانستند کہ ازیں قسم مقاصد را بعرض رسانید۔ بہ ناگاہ بعد از مدّتے درویشے از درویشان عہد التماس بیان مشائخ ایں سلسلۂ شریفہ نمود و قاصدے برائے ہمیں غرض بخدمت فرستاد و حضرتِ ایشاں بقلم خاص نوشتند و سبب خوش حالی ہائے تمام شد۔

۱۔ بہ التماسِ درویشے

ارتباط ایں بیچاصل از حیثیت مصافحہ و تعلم ذکر و مراقبۂ سلسلۂ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم بخدمتِ عالیہ ذو البصیرت و البصارۃ منبع الحضور و مرجع الصدور و المنتہی بالصراط المستقیم و المتنزل فی الخلق العظیم مولانا خواجگی علیہ الرحمۃ و ارتباط ایشاں بوالد بزرگوار خود مولانا درویش محمد است و ارتباط مولانا بخالِ خود مولانا محمد زاہد است و ایشاں را انتساب بختم الکبار النور الاتم والدری الاعظم الظل الکامل للشجرۃ الزیتونیہ ؎

آں سرافیل عزّ و ناز از علم ملک الموت شخص آز از حِلم[1]

خواجہ عبید اللہ احرار است و نسبت بعیت و تعلم ذکر حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی است

---

[1] آں سرافیل سر فسر از علم ملک الموت شخص آز از حِلم

وبیعت و تعلّم ذکر و استفاضہ مولانا بخواجہ بزرگ خواجہ نقشبند است و تعلّم ذکر و تربیت صوریہ خواجہ بزرگ از سید امیر کلال است لیکن پیر معنوی و بستان حقیقی ایشاں خواجہ عبد الخالق غجدوانی از میاں حضرت امیر و خواجۂ جہاں خواجہ محمد بابا سماسی و خواجہ علی رامیتنی و خواجہ محمود الخیر فغنوی و خواجہ عارف ریوگری علی الترتیب المذکورۃ من المؤخر الی المقدم۔ واسطہ طریقہ و فیض اند تعلم ذکر خواجہ جہاں ابتداء از خواجہ زندہ ولاں خواجہ خضر است و تربیت ذکر و افاضہ نتائج الی ذروۃ الکمال والاکمال از امام ربانی خواجہ یوسف ہمدانی است و نسبت ارادت و خدمت امام بہ شیخ ابو علی فارمدی است و نسبت ذکر و استفاضہ معنویۂ ایشاں بہ شیخ ابو الحسن خرقانی است لیکن شیخ ابو علی را بعد ازیں نسبت۔ نسبت خدمت و صحبت و استفاضہ بشیخ ابو القاسم کرکانی نیز بودہ و چوں نزد محققین پیر سہ است۔ پیر خرقہ و پیر ذکر و پیر صحبت و پیر صحبت اتم و اکمل است در ارتباط۔ پیر حقیقی ہمان است۔ لاجرم نسبت شیخ ابو القاسم نیز آوردم چہ ایشاں نیز پیر صحبت شیخ ابو علی فارمدی اند و خدمت و ریاضت بسیار در حجر تربیت ایشاں کشیدہ اند و کار را بہ نہایت رسانیدہ۔ نسبت شیخ ابو القاسم تا امام علی موسی الرضا سلام اللہ تعالیٰ علیہ و علی جمیع عباد اللہ الصالحین شش واسطہ دارد۔ ابو عثمان[1] مغربی۔ ابو علی کاتب[2]۔ ابو علی رودباری[3]۔ سید الطائفہ[4] جنید بغدادی۔ سری سقطی[5] معروف کرخی[6] رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ ہمچنیں شیخ معروف کرخی را بعد نسبت امام[7] ہمام نسبت بہ داؤد طائی و حبیب عجمی و حسن بصری نیز ہست نسبتے معتبر معروف۔ نسبت امام ہمام[8] تا بہ باب مدینۂ علم حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب آباً عن جدٍ معروف مشہور است ایں زماں بر سر سخن بیائیم۔ شیخ ابو الحسن خرقانی را نسبت استفاضہ و اخذ طریقہ از روحانیت سلطان العارفین بایزید بسطامی است کنسبۃِ اُویسٍ مِن مَنبعِ الاَنوارِ عَلَیہِ اَفضَلُ الصَّلواتِ وَاَکمَلُ التَّحِیّاتِ وہم چنیں نسبت سلطان العارفین بروحانیت حضرت امام جعفر صادق است و آنچہ معروف است از خدمت و صحبتِ غیر صحیح است و نسبت امام صادق باوجود انوار وراثت آباء کرام خود بجد مادری خود قاسم بن محمد بن ابی بکر است۔ ایشاں در تابعین از فقہائے سبعہ و اکمل علمائے ظاہر و باطن بودہ اند۔ طریقہ مخصوصۂ سلسلۂ نقشبندیہ ازیں راہ تنزل نمودہ و حضرت قاسم منسوب و مربوط بہ سلمان فارسی اند و سلمان فارسی دریں نسبت و طریق منسوب بہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و رحم علی

---

[1] واستاد [2] [3] مراد از امام ہمام حضرت موسیٰ الرضا اند

جَمِیْعِ مَنْ تَوَلّٰی بِھِمَا وَالصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَانَ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِمَامُ الْاَیْسَرِ وَھُوَ عَبْدُ الْمَلِکِ سَیِّدُ الزَّمَانِ بَعْدَ الْقُطْبِ وَصَارَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُطْبًا وَھُوَ الَّذِیْ یَکُوْنُ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ مُّتَوَحِّدًا وَیُسَمّٰی بِالْغَوْثِ سَیِّدِ الزَّمَانِ۔ وَاِمَامُ الْعَھْدِ وَالْقُطْبُ بَعْدَہٗ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَبَعْدَہٗ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَبَعْدَہٗ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہٗ وَرَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بَابُ مَدِیْنَۃِ الْعِلْمِ وَخَتْمُ جِھَۃِ الْخِلَافَۃِ وَبَعْدَہٗ حَسَنٌ وَبَعْدَہٗ حُسَیْنٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَلْکَامِلَانِ فِیْ ھٰذَا الْمَقَامِ سِبْطَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسِرَّاہُ۔ ھٰکَذَا قُرِّرَ عِنْدَ اَسَاطِیْنِ الْکَشْفِ وَعُظَمَاءِ الْمُشَاھَدَۃِ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

قطب اور غوث

این کتاب بجناب خلافت پناہ مظہر الطاف الٰہی اُمید گاہ مریدان ومخلصان این خاندان میاں شیخ الٰہ داد ثبتہ اللہ علی مسند الارشاد نوشتہ شد۔

۲۔ برادر ارشد میاں شیخ الہداد۔ ایں دُعاگوئے معتقد خود را بتوجہ فاتحہ امداد می نمودہ باشند، بایں ہمہ پریشانی اوضاع و بے استقامتی کمال بے حیائی است کہ سخن تصوف درمیاں آریم واز دقائق طریق انجذاب حقائق منتہی کشف تحریر نمایم۔

ع از خود بطلب ہر آنچہ خواہی ہستی

بہر حال یک وصیّت می کنم بر شما باد کہ آنرا از دست ندہند۔ آنست کہ چوں ماہر زہ گرد بیابان ہیچ نباشید و خود را بر نسبت خود بدو زید و آنرا عزیز بدارید کہ اَعَزُّ من الکبریت الاحمر است فافہم انشاء اللہ العزیز

لہ مُراد از امام ہمام حضرت موسی الرضا اند ۔ لہ قولہ امام الایسر الخ اَلْاِمَامَانِ ھُمَا الشَّخْصَانِ اللَّذَانِ اَحَدُھُمَا عَنْ یَمِیْنِ الْغَوْثِ اَیِ الْقُطْبِ وَنَظِیْرُہٗ فِی الْمَلَکُوْتِ وَالْاٰخَرُ عَنْ یَسَارِہٖ وَنَظِیْرُہٗ فِی الْمُلْکِ وَھُوَ عَلٰی مَنْ صَاحِبِہٖ وَھُوَ الَّذِیْ یَخْلُفُ الْقُطْبَ۔ ۱۲۔ اصطلاحۃ الصوفیہ تصنیف کمال الدین ابی الغنائم عبد الرزاق بن جمال الدین الکاشی السمرقندی رحمۃ اللہ

حصہ اول زید نوشتہ وحاشیہ دوم بر حاشیہ کتاب نوشتہ است۔

ہرگاہ انبساطے دست دہد تفصیلے خواہم نوشت تا عزت آں نسبت کما ینبغی معلوم شود

پیش ازاں کہ جناب عالی مقام ارشاد پناہ میاں شیخ تاج الدین بحضرت خواجہ مامور بوطہ گردند۔ بالتماس مخلصے ایں کتابت را برائے ایشاں نوشتند و دراں زماں مشارٌ الیہ در سلسلہ شریفہ عشقیہ سلوک تمام کردہ باجازت پیر کامل مکمّل مرخص ومجاز شدہ بودند لیکن از روئے سعادت وبلندی استعداد بعد از رسیدن ایں کتاب بخدمت حضرت ایشاں رسیدہ بکمالات دیگر مشرف شدند وبآں قدر ترقیات و تصرّفات مشرف گشتند کہ از دائرۂ نوشتن بیرون است و ہرگاہ کہ از وطن اقامت بخدمت پیر دستگیر میرسیدند اکثر بلکہ دائم بہم خانگی وشرف حضور مشرف می بودند وایں دوام ہیچ یکے از اصحاب کبار را غیر ایشاں میسّر نشد وازیں وجہ و وجوہ بسیار مغبوط خلفا و خدام آں آستانہ می بودند۔

۳۳۔ عریضہ سرگرداں مملکت محمد باقی اشتیاق قدمبوسی سائران طریق انتباہ ومتوجہان حضرت اللہ بسیار است برآرندہ حاجات باسہل وجوہ میسّر کناد۔

شنودیم کہ روزے چند خلوت خانہ خواجہ حسام الدین احمد را معمور داشتہ اند از بازماندگی خود دور یافت۔ لطفے از احبا صورت قبض وبسط درہم آمیخت۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْ جَمِیْعِ مَاکَرِہَ اللّٰہُ۔ قلم بر سبیل عادت بر ہر رطب ویابس اقدام می نماید مقصود اظہار تحیر وخرابی باطن دست تا بود کہ دلے را بہ نیاز روئے آرد و در ما شفقتے پیدا شود و ہمتے برگمارد و توجہی نماید۔ بیت ؎

بے عنایات حق وخاصان حق   گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

عنایات بزرگان و التفات خاطر ایشاں سرمایہ سعادت ہا است و وراں را در راہ ومستعداں را آگاہ می سازد خصوصاً کہ ایں توجہ بصحبت ونشست وبرخاست جمع شود۔ آہستہ بیار و می سپارد مغناطیس اسرار و اطوار است ؎

نارِ خنداں باغ را خنداں کند
صحبتِ مردانت از مرداں کند

مخدوما حاصل ایں وطن سلوک وجذبہ است۔ ہرگاہ بہ برکت اختلاط خالص باطن طالب کسب صفت جذبہ میل ومحبت ذاتی است بکند وقوت گیرد سلوک کہ نفی صفات بشریت است بحکم جَذْبَۃٌ مِّنْ جَذَبَاتِ

الرَّحْمٰنِ تُوَازِیْ عَمَلَ الثَّقَلَیْنِ۔ دست دہد بلکہ ایں روش خوشتر ازاں ست کہ بجز نفی لوازم بشریت کنند۔ حد معتدل و صفات نگھداشتن کارے است نہ بقوتِ بازوئے سالک۔ الغرض اشتیاق و آرزومندی بحکم ایں ایماں نسبت بہمہ دوستاں حق دارایم حق تعالےٰ روزی کناد۔ عزیزے می گفت کہ زہے سعادت کہ طالب ملاقات ایں طائفہ راست کہ اگر یافت خدارا یافت واگر نیافت شفیع یافت الحمد للہ علیٰ ذالک التماس آنکہ نیازمندے ایں سیاہ دل عمرضائع کردہ را درمواجہ مزار حضرت میاں ظاہر سازند و استمدادے بکنند۔ والسلام والاکرام

چوں جناب عالی مقام ارشاد پناہ میاں شیخ تاج الدین بنا بر ورود بعضے واردات و مستی ہا و بے نیازی ہا بملاحظہ دید مصلحت مسترشداں بے اجازت عالی صلاح دراں دیدہ بودند کہ از سلاسل دیگر کہ بفیوض آں آشنائی ہا داشتند۔ بعضے را از اداراں طریق تربیت کنند ونیز خود را بے حاجت و اویسی مشرب میدیدند تا ایں معنی رابکسے ظاہر می کردند برائے ایشاں ایں کتابت نوشتہ شدہ بود۔

۴۔ بہ شیخ تاج الدین۔ وفقک اللہ تعالیٰ فیما یحبہ ویرضاہ۔ بعد از ادائے ما وجب علی الاحباء مشہود ضمیر منیر می گرداند۔ فقیر را در بعضے از خواب ہا چناں می نماید کہ باطن شما را بہ فقیر یک نوع عدم انقیادے وطغیانے ہست ظہور ایں وقائع بعد از بیماری فقیر است۔ دریں دفعہ کہ آمدید شرم آمد کہ بایں نوع چیز ہا توجہ نمودہ اظہار آں نمائم مقصود حق است اگر حجاب ما درمیاں نباشد نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔ لیکن چوں سنت اللہ بر اعتبار واسطہ وبرزخیت او رفتہ از وچشم پوشیدن و اورا درمیاں ندیدن مورث عدم ترقی است۔ اگر بنا گاہ بحکم یقیں انحرافے در باطن واسطہ پیدا شود برکت از میاں برخیزد۔ ہر چند اَلْفَانِیْ لَا یُرَدُّ اِلیٰ اَوْصَافِہٖ مقرر است وبی شبہ ایں طریق پیشِ خدا و رسول نامرضی ونامقبول است۔ ادب معلم اطفال تا چہ حد نگاہ باید داشت۔ استاد طریقت کہ نادواں فیض و بُستان کشف وشہود باشد ہر آئنہ برزخ الوہیت خود خواہد بود

ع پیرمن وخدائے من از تو بحق رسیدہ ام

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ یادی دو درجہ است۔ درجہ اول آنکہ ہمیشہ مستمد و مستفیض باشند تا باب ترقیات بے نہایت مفتوح باشد وادب ایں معنی راکما ینبغی رعایت نمانند

تا برخورداری و برکت کامل گردد۔ درجہ دوم آنکہ بر تقدیر آنکہ ما را درمیان نہ بینید و گمان برید کہ از ارواح طیبہ خواجہا بے واسطہ مستفیضیم ما نیز ازیں ابا نداریم۔ ہر چند کہ خلافِ واقعہ است و مورث بے برکتے در اتباع مسترشداں لیکن حفظِ طریقہ خواجہا و استفاضہ در توجہ بایشاں و عدم خلط بطریق دیگو ناگزیر است و ازاں بہ ہیچ وجہ چارہ نیست۔ ایں طبقہ در غائت غیرت و نازکی اند۔ شما کتب محققین مطالعہ نکردہ اید۔ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم با ہیچ تفاوتے طریقہ ایشاں است اخفا و عدم امتیاز از خلق شکستگی و متواضع بودن و خود را در دائرہ عوام انداختن اکتفا بسنن معتادہ نمودن و باسبابِ ظاہر توسل نمودن طریقہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم است۔ چنانچہ شیخ کبیر محی الملۃ والدین محمد بن العربی در کتاب فتوحاتِ مکیہ می گوئند کہ ہذا مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والوبکر الصدیق ومن المشیخۃ ابویزید البسطامی وصمدون القصار وابوسعید الخراز ومن سادات ہذ المقام ابوالسعود وہذا حالنا۔ باقطع نظر ازیں شما برسیدہ ایں باغ وید ونائب ایں گنجوران شما را ملازم آستانہ ایشاں بودن و بر مرضیات ایشاں قدم استوار داشتن لازم وواجب است والسلام علی من اتبع الھدیٰ

ایں عنایت نامہ ہم درایامیکہ جناب مستطاب عالی مقدار میاں شیخ تاج از مستی ہائے دید کمالات خود ترقی نہ فرمودہ بودند۔ برائے تربیت ایشاں صادر شدہ بود۔ بعد ازاں آنچہ باعث برایں کتابت ہا بود۔ ایں بود کہ از برکات توجہ شریف از وساوس ولغزش ہائے خود تائب گشتند و آخر بخیر انجامید۔

۵ - بہ شیخ تاج الدین - حق سبحانہ وتعالیٰ برکات تامیہ ابدیہ روزی کناد۔ محبت نامہ کہ مصحوب نظام مرسل بود مطالعہ نمودہ شد۔ از شورش ہا عجب آمد۔ سخنے نوشتہ بودیم اگر خلاف واقعہ باشد فہو المراد باری وصیت آن است کہ اگر صفتے از صفات ما را مخالف یابند۔ بآنچہ درخیال شما کمال قرار گرفتہ تکیہ بآں نکنند کہ اطوار مختلف است۔ بعضے از معانی اَلنِّھَایَتُ ھُوَ الرُّجُوْعُ اِلَی الْبِدَایَتِ مرجح طور بے تکلفاں و عوام روشناں است وہم چنیں اگر در خاطر آید کہ اہلِ ارشاد را کشف والہام می باید آں نیز اصلے ندارد۔ اہلِ ارشاد بعد از فنا و بقا مظہر اسم العلیم والحکیم والمتکلم می باید کہ باشند چنانچہ در کتب آمدہ طریقت مقرر است وہم چنیں ہمیشہ خود را نیاز مند و مستفید بدارید احتیاج

مسترشد بمرشد ہمیشہ است و آنکہ می گویند اکنوں حاجت فلاں از مرشد برخاست ۔ ایں معنی دارد کہ قائم بنور اصل شد ۔ اگر مرشد از میاں برود فتورے باو راہ نمے یابد ؎

در یک دم اگر ہزار دریا بکشی گم باید کرد و خشک لب باید بود

دہم چنیں در آداب طریقہ عالیہ احراریہ نقشبندیہ چوں کوہ راسخ باشید ۔ زنہار کہ بطریق دیگر خلط نکنید و آنکہ از سلاسل مختلف مرید می گیرید ۔ چیزے نیست ہر کہ مرید شما شود ۔ شود ۔ واللہ فلاں تعلیم و تلقین منحصر در طریق نقشبندیہ سازید ۔ نان دیگرے خوردن و دعائے دیگرے کردن بسیار بے فائدہ است شخصے نور نقشبندیہ از شما گیرد و متوجہ شطاریہ باشد چہ مزہ دارد ۔ دیگر مرید کالمیّت بَیْنَ یَدَیِ الْغَسَّالِ مے باید کہ آنکہ خودش گوید کہ مرا تعلیم فلاں شغل بدہید ۔ بغائت قبیح است نابودن ایں چنیں خود روی خوشتر ؎

جملہ سر خواص و سر عوام گفتہ شد والسلام والاکرام

ایضاً بہ میاں شیخ تاج الدین نوشتہ اند ۔

۶ ۔ دوام وضوو دوام شکر وضو و احتیاط لقمہ و اجتناب از معاصی بالکلیۃ از غیبت و سخن چینی و تحقیر بندہ مومن از آزاد و بندہ و بغض و کینہ مومنے و غضب و سختی بر زیر دستاں از لوازم است و اساس ایں کار است ۔ بے ایں ہا کار محکم نمی شود و امّا اگر دریں امور احیاناً فتورے برود ترک ایں کار نکند بلکہ بتوبہ و استغفار متوسل شدہ دراز و یاد ایں کار کوشد تا بحکم اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ صفائی تمام روئے نماید انشاء اللہ تعالےٰ والسّلام والاکرام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

(در نیاز مندی و شکستگی خود بجانب پیرزادہ جناب خواجہ ابو القاسم سلمہ اللہ تعالیٰ نوشتہ بودند)

۷ ۔ بہ پیرزادہ ابو القاسم ۔ دور افتادہ گرفتار محمد الباقی بعرض ملازمان آستانۂ ولایت می رساند کہ ہوائے خاک بوسی آں منبع سعادت و اقبال بسیار است لیکن کثرت علائق و ضعف قوائے جسمانیہ سد عظیم شدہ بحال آنکہ بہ ہیچ طرفے رفتہ شود نماندہ ۔ آرے کرم الٰہی بعنایت برگزیدگان او باقی است ۔ انّہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ۔ بہر حال امید آں است کہ در سلک ملازمان خود داشتہ بتوجہی

امداد می فرمودہ باشند۔ دریچہ سعادت و ارادت خوہماں درگاہ رامید انم حضرت ایشاں قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ ایں گدائے بے حاصل را خود بخود قبول فرمودہ بودند۔ چنانچہ دراوّل وسیلہ طلب والتماس ھم درمیاں نبود۔ اکنوں ازیں آستانہ ہم ہمیں چشم داشت است۔

ترا ہست دستِ تصرّف دراز | مگیر از سرِ غائباں دست باز
مرا دستِ ہمّت بفتراک تست | سرم گر بگردوں رسد خاک تست

زیادہ چہ زبان درازی کند۔ الحمد للہ اوّلاً و آخراً۔

(ایں کتابت درجواب عریضہ مخدومی ملاذی استاذی میاں شیخ احمد ادام اللہ برکاتہٗ صادر شدہ بود)

۸۔ بہ شیخ احمد سرہندیؒ۔ در مکتوب سیوم مرقوم بود کہ توجہ بجہت دفع بعضے از امراض و شدائد آیا مشروط است بسبق علم بمرضی بودن او یا نہ۔

مخفی نماند کہ توجہ فعلے است از افعال اختیاریہ و فعل اختیاری یا مرضی است یا نامرضی یا مباح بر توجہی۔ کہ متوجہ الیہ اش از امور نامرضیہ است۔ بے شک آں توجہ نامرضی است و ہر توجہے کہ متوجہ الیہ اش از امورِ مباحہ است۔ آں توجہ از مباحات است لیکن نسبت بعرفا سُوءِ ادب است۔ چہ حق سبحانہٗ را تابع خود ساختن است و از امر فاتخذہ وکیلا۔ برآمدن و لہٰذا جمع از عرفا ترکِ تصرّف نمودہ اند و خود را در مقامِ عجز فرو گزاشتہ کالبی المسعود الشبلی۔ ایں طبقہ گاہے بہ نیابتِ نبی یا رسولے بجہتِ اثبات معجزۂ آں نبی یا رسول تصرّف می نمائند و مثلِ ہماں معجزہ را بظہور می آرند۔ و ہر گاہ معرفت علو یافت عاجز محض می شوند۔ اسم ترک از ایشاں بوجی رفتہ و اگر تصرّفے از ایشاں بظہور می رسد امراً و جبراً است۔ چنانچہ از اطوار حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ مفہوم می شود چہ باطن مبارک ایشاں کہ از مظہر خاص ارادۂ الٰہیہ بود بہیچ است متوجہ امرے می شد و بقوتِ قاہرہ رفع آں می کرد و خود نیز می فرمودند کہ وائے برآں روزے کہ دل من در پیش یکے داشت بایستادہ و سخناں دیگر ہم ازیں صریح تر است۔ چنانچہ اہل تتبع کلمات ایشاں را ظاہر است و شیخ بزرگ در کتاب فصوص خود را در درجہ

ثانیہ میگوئد و مقام ابو المسعود را فی الجملہ نقصے می نہد۔ بر سرِ سخن رویم و ہر توجہی کہ متوجہ الیہ اش از امور مرضیہ است سَوَاءٌ اَظْهَرَتْ مَرْضِنہ فی الشریعۃ اَوْفِی اُلکشف الصریح الصحیح فالتوجہ الذی نحن فی بیانہٖ وھو جمع الھمّ الذی یعبر بالھمۃ امر آخر یحتاج بعلم اخرانّہ مرضی ام لا از سخنان حضرت ایشان چناں معلوم می شود کہ مرضی است وہم چنیں تصرف یا ترک التصرف بجہت اثبات معجزہ فی الجملہ تائید ایں می کنید۔ قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اِذا امرتکم بامرفا فعلوا منہٗ ما استطعتم۔ اگر گفتہ شود کہ انبیا صلوٰت الرحمٰن علیہم باوجود ہذہ الاستطاعت و امر جہاد و اعلائے کلمۃ الحق چوں در مقامِ تصرّف نمی آمدند گوئیم وما علی الرّسول الّا البلاغ عذر آں می خواہد ایشاں مامور بودند بنفس جہاد و اعلائے کلمۃ الحق از طریقہ مشروعہ نہ بطریقِ تصرّف۔ ایشاں از اہلِ عجز اند نہ از اہلِ تصرّف نمے بینی کہ لوط علیہ السّلام طلبِ ہمّت کردہ در آنجا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ می گوید لو ان لی بکم قوۃ۔ کما قال صاحب الفصوص رضی اللہ عنہ۔ ہرگاہ امرالٰہی می شود بجہت امر قوّت وہمّت ظہور می کند۔ در آں وقت معنی فافعلوا منہ ما استطعتم جاری می شود پس اہلِ ہمّت را بحکمِ اتباع انبیاء صرف ہمت در مرضیات مرضی است و ترکِ آں نامرضی۔ باز بر سرِ سخن رویم و ہر توجہے کہ متوجہ اش از امورِ مشتبہ است اعنی معلوم نیست کہ مرضی است یا نامرضی است۔ چنانچہ سوالِ شما در مثل آں مادہ است آنجا بہمت و توجہ دلیری نباید کرد بل دعا باید کرد۔ آں ہم باسم ذات مثل یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم اگر مرضی است مستجاب خواہد شد والا رفع درجہ یا کفارت سیہ خواہد شد۔ عالم بخواص اسماء را مناسب نیست کہ درایں چنیں مادہ دعوت باسم بکند۔ امّا سوال آنکہ بعد از تحقق حضور مر طالباں را از ذکر باز داشتن و امر بہ نگہداشت حضور کردن لازم است یا نہ۔ مخفی نخواہد بود کہ جمع حضور با ذکر احکم و اوثق است ذکر از جمعے کہ بسببِ فتورِ حضور ایشاں شود ممنوع است وہم چنیں در وقتِ کسالت و سآمتِ نفس ممنوع است حضور ذکر روح است و تصحیح حروف ذکر کہ درجہ اخفا است علی القول الاصح فی المنفرد عند ائمۃ الحنفیہ نصیب خیال و نفس و زبان است چہ زبان نیز در وقت نگہداشت بے حرکتے نیست۔ کما ظہر علیٰ اہل الشعور و حقیقت ذکر آں است کہ آدمی بہ جمیع اجزائش ذاکر باشد تا اسمِ ذکر بر آں حقیقت جامعہ تواں نہاد۔ و در حدیث الا انبئکم بخیر اعمالکم

(الحدیث) اشارت بایں ذکر است کما فی کتاب الفصوص اما سوال آنکہ در فقرات خواجہ مامذکور است کہ اہلِ صحبت را آخر بذکر امر می کنند کہ بعضے مقاصد ہست کہ بے آں میسّر نیست۔ آں مقاصد چیست و بچہ وقت امر بذکر می باید کرد۔ مخفی نماند کہ وقت امر بذکر وقت ظہور حضور است و وقت ظہور حضور وقت بہ تکلف آمدن رابطہ است ونتیجہ ذکر فنائے حقیقی وظہور اذکو کرد۔ وآنچہ بعد ایں است از حقائق و معارف ومراد از ذکر لا الہ الا اللہ کما ھو الظاھر من طریقھم تواند بود کہ در اثنائے رابطہ یا توجہ ذکرے از اذکار بطریق انعکاس از باطن مرشد بباطن سالک بتابد خواہ ذکر قلبی وخواہ ذکر روحی۔ وھو المعارف وھو عین النتیجۃ کما شاھدتم خیر مرۃ واگر صحبت ورابطہ منتہی بایں قسم چیزے شود۔ باز نفی واثبات درکار است رفیع الدرجات۔ گاہ باشد کہ کشف نیز منجر بایں سیر شود از جہت ظہور مرتبہ فوق اذا اراد اللہ شیئًا ھیأ لہ اسبابہ بالجملہ طلب می باید من قرع باب الکریم ولج ولج مقرر است کہ ہمت را اثرہاست وآنچہ در فقرات است کہ بے ذکر نمی شود تواند کہ سیر محبی باشد چہ سیر محبوباں دیگر است ؎

عشقِ عاشق با دو صد طبل و نفیر — عشقِ محبوباں نہاں است و ستیر
عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کند — لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کند

اگرچہ باحقیقت ذکر کہ اعراض واقبال است دراں سیر ہم درج کردیم لیکن ذکر خفی پوشیدہ است کہ ملک را نیز براں اطلاع نیست۔ ان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسہ وھو الحافظ لھذا الذکر وھو الذی یرقبہ بلاواسطۃ وسبب بالتجلی فی الخلوۃ التی لیس فیھا الا ھو وان ذکرنی فی ملاء الملائکۃ اوغیرھم من الانس ذکرتہ فی ملاء خیر منہ۔ فان فی ھذہ الملاء نفسہ داخل وفی ملاء الحساب تفنی النفوس بظھور الکبریاء عدم خیریۃ الملاء بالنسبۃ الی ملاء آخر لا ینافی خیریۃ بعض اجزاء الملاء النازل بالنسبۃ الی اجزاء الخیر۔ برسرِ سخن رویم ترقی در ذکر نفسی است وبس علیٰ ما بیّنا۔ وہر ذکر ملائے کہ خالی از ذکر نفسی است درجہ بیش ندارد۔

؎ صاحب دردے وسوختہ جاں می باید
آتش زدۂ بخانماں مے باید

امّا سوال آنکه بعض از طالبان اظهارِ طلب طریقه می کنند لیکن در لقمہ احتیاط نمی کنند الی آخره۔ مخفی نماند کہ پیش ازیں در خاطرِ فقیر ایں معنی خطور می کرد کہ دریں باب وسعتے کردہ شود۔ اکنوں نیک افتاد دہر کہ می تواند رعایت احتیاط کرد و تقصیر نکند و نسبت باد شما نیز مبالغہ نمائید مباد اکہ از اہمال و مساہلِ دیگراں مساہلِ در ہمہ راہ یابد البتہ دریں باب مساہلہ نکنید کہ رعایت طریق جذبہ بے ایں روش تمام نمی شود و جمعے کہ رعائت نمی توانند کرد در باب ایشاں مسامحہ بکنید لیکن در حدودِ شرعیہ باشند آں نکنند کہ ہر چہ از حلال و حرام یابند بخورند و ہیچ باک ندارند نعوذ باللہ منہا۔ اگر کسے ہم چنیں باشد ملاحظہ معنی اللہ حاضر می فرمائید تا بآمدو شد و ملازمت شما خجل شود۔ و ازاں معنی باز ایستد در اثنائے آمدو شد و مذمّت لقمۂ حرام و بے خاصیّتے آں سخن کنید و اگر ایں چنیں بے باک است لیکن مستعد تیز رَو است می تواں باوجود آں خرابی طریقہ گفت امید کہ خود متنبّہ شود۔ و اگر نشود بعد ازاں کہ اورا یقینی بایں طریق پیدا شدو فی الجملہ نسبتے بدست آورد سلب نسبتش کنید تا شامتِ لقمہ را بدریابد الغرض تا توانید مظہر رحمت باشید و فائدہ بخلقِ خدا برسانید اگر جمعے میخواہند کہ مجرد استناد بایں طریق پیدا کنند مصافحہ و معاہدہ کنید۔ او عہد کند بر متابعتِ شریعت و حفظِ عقیدت از کدورت ہوا و بدعت و شما عہد کنید بر ثواب و نجاتِ آخرت۔ فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ و من اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرًا عظیما۔ اگر شجرہ طلب کنند نامہائے مشائخ را تا حضرت مولانا نوشتہ بدہید تا یاد گیرند ما را از خرابی خود شرم می آید کہ نام ما در سلک خواجہا در آید گاہے برائے توفیق ما فاتحہ خوانید ایں جماعہ کہ مصافحہ خواہند کرد اگر توانند دوازدہ رکعت تہجد و چہار رکعت بدو سلام اشراق و دوازدہ رکعت چاشت و چہار رکعت سنتِ عصر و بعد از سنّت مغرب چہار رکعت نفل بدو سلام بکنند و دو رکعت تحیۃ مسجد ہر گاہ کہ در مسجد در آئند و بنشینند مگر آنکہ بعد از طلوعِ آفتاب و بعد عصر در آئند و ۲ دو رکعت شکر وضو ہر گاہ وضو کنند الّا ہماں دو وقت۔ و دوام وضو رعایت کنند ازیں جملہ آں قدر کہ توانند بکنند و اگر ہمہ را کنند بہتر و کامل تر و اگر حق سبحانہ توفیق زیادہ بدہد ہمیں نماز ہا را خصوصاً نمازِ شب را بہ تطویل قرأت دراز بکنند۔ اگر سورۂ طویلہ یاد نداشتہ باشند سورۂ اخلاص را چنداں کہ توانند تکرار کنند۔ اگر فراغ و خفت باشد ایستادہ و الّا نشستہ نماز را بملالت و کسل جمع نکنند و دو رکعت آخر اشراق را بہ نیت استخارہ جمع بکنند و دعائے استخارہ تا اللّٰھم ان

کنت نعلم بخوانند و بجائے آخر دعا اللھم انی لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا ولا موتا و لا حیوۃ ولا نشورا ولا استطیع ان اخذ الا ما اعطیتنی ولا ان اتقی الا ما وقیتنی اللھم وفقنی لما تحب و ترضی من القول والعمل فی یسر و عافیۃ اللھم خرلی واخترلی ولا تکلنی الی اختیاری طرفۃ عین ولا اقل من ذلک اللھم اجعل الخیرۃ فی کل قول و عمل اریدہ فی ھذا الیوم و اللیۃ الی تلک الوقت بخوانند و عید ماثورہ صحیحہ کہ بعد از فرائض در کتب صحاح مقرر شدہ آنچہ توانند و ہر دعائیکہ در وقت کتب صحاح مقرر شد بخوانند و از نوافل صیام آنچہ پیش علما مستحب است از صوم دوشنبہ و پنجشنبہ و جمعہ ولیکن جمعہ را تنہا نہ و از صوم ایام بیض و از صوم سہ روز از اول ہر ماہے الا شوال آں قدر کہ توانند بر آرند والسلام و الاکرام

حدیث فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہ رابعض از علماء دلیل جواز جہر و دلیل خیریت ملائکہ بر آدمی داشتہ اند کما ھو الظاھر لیکن اگر مراد از ذکر نماز باشد و از ذکر ملائے قرأت جہر باشد کما اشار الشیخ رحمہ اللہ عنہ فی صلوٰۃ الاستسقاء فی الفتوحات المکیہ لایلزم شئ منھما اما الاول فظاھر وکذا الثانی فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن ماموما اصلا لیکن مذہب شیخ فضل ملاء اعلیٰ است بر خواص بشر و ھو راجع الی فضل ولایۃ الخاصۃ ای الوقت الذی لایسع فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل الی الولایۃ مع النبوۃ مع ان الفضل الجامعیۃ مسلم فالولی المستھلک فی زمرۃ المھیمین من الملاء الاعلیٰ والبشر اسم الجامع المرتران المراد من الخواص الرسل و عامۃ العلماء یفضلون خواص البشر علی الخواص من الملک وھم رسلھم ھذا متفق علیہ بین الشیخ والجمھور فافھم مقامے نوشتہ بودند کہ رسیدم و مخصوص بحضرت ختم الخلافۃ یا فتم مارا دراں دو شبہ است یکے آنکہ در اول خود را نامناسب می یافتند بعد ازاں بتدریج می رفتند و متصل شدند و دریں میاں ترقی در کدام جہت شد کہ سبب وصول شد اگر جہت جذبہ راحی گویند ظن ایں است کہ جہت پیش ازیں مقام بتمام شدہ بود صفا و غلبہ شہود سبب رسیدن آں مقام نیست۔ چنانچہ خود اشارت کردہ اند

کہ آں مقام مجذوب سلوک تمام کردہ است و اگر جہت سلوک راجی گویند می بائست دریافت کہ چہ صفت بدست آمد کہ آں مقام پیدا شد۔ شبہ دیگر آنکہ چوں تواند کہ آں مقام دیگرے را نباشد اقطاب وقت راکہ در ہر وقت سند زمان اند در جہت جذبہ یا سلوک چوں نقص باشد بارے رجال آں مقام را واہل قوام اورا و فرود اورا و نامناسباں اورا بہ تمام بنویسند شاید امرے مشخص شود۔ می دانم کہ مارا مناسب نیست باآں مقام بارے بہ نویسند کہ عدم مناسبت چہ نوع است دیگر مکرّر توجہ نمائند بہ بینند کہ ترک مشغول ساختن مردم نسبت بما مرضی است یا نہ؟

ایضا ایں جماعت کہ مصاحب مانند ایشاں را نیز در صحبتِ دیگراں فرستیم و خود مجرد باشیم مرضی ہست یا نہ اندیشہ بادشاہ را در خاطر نیارند۔ غرض دیگر داریم البتّہ مکرّر در اوقات نیک توجہ نمائند بدست معتمدے نوشتہ فرستند۔ اگر شیخ نور بہ نقطۂ فوق رسیدہ باشد۔ شیخ نور بیاد دیگر اسرار محفوظ دارند چنانچہ خصوصیّت آں مقام را نسبت بحضرت ختم الخلافت اظہار نکنند مردم در غلط می افتند سبب فساد عقیدہ می شود والسّلام

ایں رقعہ بہ یکے از خادماں کہ اورا بملازمت مہجور کردہ بخدمت و دیدن مشائخ عہد فرستادہ بودند و امر فرمودہ بودند کہ اختیار خدمت ہر یک از مشائخ دیگر کہ خواہد بکند و ایں درماندہ بمحض ضرورت امر اختیار ایں سفر کردہ بود و بے اجازت بوطن اقامت مراجعت می توانست نمود یاد نوشتہ بودند۔

۹۔ بہ یکے از خادمانِ مہجور بایزید بسطامی قدس اللّٰہ سرہ العزیز السامی در ہدایت حال بملازمت عزیزی بہ طلب مقصود حقیقی رفتہ بود آں عزیز فرمودہ کہ آنچہ تو مے طلبی در قدم اوّل گذاشتہ آمدہ ؎ ہماناں کہ حضرت سلطان را بخدمت والدہ امر کردہ بودند بارے بہر حال العود احمد شما را نیز بمتابعت آں قافلہ سالار شطار طریق مراجعت می باید نمود شاید مشابہت صورت منتج مناسبت معنوی شود حقیقت معیت حق و شمول وجود مطلق آشکارا گردد ؎

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست
با تو در زیر گلم است آنچہ ہست

بیکے از طالبان کہ بواسطہ شغل کسب باسباب معیشت شغل باطنی بفر مودند واو مستدعی می بود این رقعہ باو نوشتہ بودند۔

۱۰۔ بہ یکے از طالبان۔ محبت نامہ کہ دریں ولا مرسل بود مطالعہ نمودہ شد موفق باشند حق تعالے در دخو د کرامت فرماید آنچہ درباب طلب مشغولے مرقوم بود بالفعل برہماں چہ مقرر شدہ باشند ہفتاد ہزار بار ذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ درمدت یک ماہ یا کم یا بیش نیک است مدار بر رابطہ وصدق اعتقاد است انشاء اللہ تعالے آثار گسستگی و بے تعلقی رُوئے نمودہ مقصود بحصول پیوندد اکابر فرمودہ اند کہ روئے دل از دشمن برگیر دوست طلبیدن چہ حاجت والسلام

۱۱۔ درمیاں شب خواہ در ثلث آخر خواہ در نصف آخر وخواہ در ثلثین آخر وخواہ در ربعین میانہ از خواب برخاستہ ہر دو دست خود را بر دو چشم خود مالیدہ بر ذکرے از اذکار مشغول شوند خواہ تسبیح خواہ تہلیل خواہ تکبیر خواہ آیتے از آیاتِ قرآنی اگر آیت اِنَّ فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنھار تا آخر بخوانند بہتر چہ سنت است بعد ازاں دو رکعت شکر وضو گزارد دعائے جامع مثل ربّنا آتنا فی الدّنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النّار یا دعائے دیگر از ادعیہ ماثورہ لیکن دعا را مسبوق بحمد وثنائے الٰہی وصلوٰۃ ودرود حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات بکند بعد ازاں دوازدہ رکعت تہجد بشش سلام بگزارد۔ نہایتش این است اقلش دو رکعت یا چہار رکعت اگر کبر سن یا ضعفے باشد بکند بعد از فراغ نماز کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ را آہستہ چنانچہ خود نیز نشنود بگوید لیکن در اثنائے گفتن حق را جل جلالہ حاضر داند چنانچہ گوئیا مے بیند چہ حق از رگ گردن ہر کس باں کس نزدیک است ومعنی کلمہ لا متصرف الا اللہ باندیشد چنداں کہ تواند تکرار ایں سبق نماید وچناں اعتقاد کند کہ در ہر نفس از سر ایماں آورد قال اللہ تعالیٰ وتبارک یاایھا الذین آمنوا آمنوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جددوا ایمانکم بقول لا الٰہ الا اللہ۔ چوں نماز فجر بکند باز بہماں تکرار خود مشغول شود۔ تا آفتاب مقدار یک نیزہ برآید۔ چہار رکعت اشراق بدو سلام ادا کند۔ اگر حق تعالے توفیق بدہد کہ تمام اوقات خود را مصروف ایں طریق بدارد واسطہ

فیوضِ عظیمہ خواہد بود وَ مَنْ قرع باب الکریم ولج لج ؎

اگر تو پاس داری پاس انفاس

بسُلطانی رسانندت ازیں پاس

وَالسّلام علےٰ من اتبع الھدیٰ ۔

۱۲- بہ شیخ تاج الدین ۔ دماغ خشکے شمارا کہ در باب شیخ ابابکر نمودہ بودند ۔ خواندیم ۔ ایں نوع چیزہا مناسب مقامِ شفقت و کارشناسی نیست ۔ اولیاء از کبائر محفوظ نیستند ۔ نامرادِ بے چارہ کہ روزے چند سلوک طریق تصفیہ کردہ باشد از کجا محفوظ و معصوم شد ۔ تا خلافِ چشم داشت ازو ظاہر نشود خصوصاً کہ اصل دیوانہ و منحرف العقل باشد ۔ استقامت صفات ازو نے باید چشم داشت ، اگرچہ بولایت برسد ۔ خداداند دراں وقت چہ نامعقول معقول او شدہ باشد و صورت صواب را از نظرش پوشیدہ باشد ۔ کارخانۂ دیوانہا دیگر ست نمی بینید کہ تکالیف شرعیہ مربوط بعقل است بالجملہ ہمہ را در مرتبہ اش معذور مے باید داشت و نظر بر فاعلِ حقیقی باید کرد بل معیت وجود را باید دید ادب شناخت این است نفوس مختلف اند بعضے امّارہ و بعضے مطمئنہ و بعضے درمیان کہ آں را لوامہ می گویند ۔ آں ہم اگر از ذوی العقول باشد مطمئنہ نفوس اولیاء است ۔ اربابِ نفوس امّارہ را نیز معذوری باید داشت بل بنظرِ لطف باید دید در ہر کارے مطالعہ ہائے جمیل بکار باید برد طعن اہلِ سنبھل را نیز انکار نمی باید کرد ۔ بل بنظرِ ترحم در ایشاں باید دید کہ از استقامت عقل برآمدہ اند و شیوہ نفوس را فراموش کردہ اگر عاجزے یک گناہ بکند حکم بر بطلان او چرا کنند و مجموع امور او را بر تلبیس چرا حکم فرمایند الحمد للہ والمنۃ کہ ملامت نصیب اولیا است ماخوذ در ظہور ایں امور طریق دیگر داریم ہرگاہ ملامتے می رسد در خود مے نگریم و یک بد صفتے در خود مے یابیم و ایں اشارت را مواعظہ غیبی میدانیم چنانچہ دریں مادہ نیز در خود نفاق ہا و تلبیسات یافتیم و التجا بحضرت کرم او بردیم انشاء اللہ مرتفع شود بارے بگوئید کہ از شنیدن ملامت سنبھلیاں چہ ضرر لاحق خواہد شد عبادت را قبول نخواہد بود یا صفائے توجہ برطرف خواہد شد یا ردّ درگاہِ خداوندی خواہد شد چہ خواہد شد ۔

ع معشوقہ ترا و بر سرِ عالم خاک

والسّلام

۱۳۔ حق سبحانہ و تعالےٰ دریچہ کرم و راہ سعادت مفتوح دارد سعادت در انقیاد احکام شرعیہ است و قوی ترین سببے در تحصیل انقیاد محبت خدا و رسول است۔ وسیلہ در رسیدن سعادت محبت خدا و رسول محبت و خدمتِ دوستاں حق است ؎

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

۱۴۔ وفقک اللہ تعالےٰ آنکہ صور موجودات یک موجود می نماید۔ سہل است لیکن مبشّر است بظہور واللہ من ورائھم محیط۔ انشاء اللہ تعالےٰ ظہور کند و آنکہ جز محبّت حق تعالےٰ باقی نمی ماند۔ نیک است، مبشّر است بفنا و استہلاک در انوار ذات رزقک اللہ۔ لیکن دریافت ایں کہ جز محنت باقی نماندہ دشوار است و ہرگاہ محقق شد کہ جز محبت حق سبحانہ ہیچ باقی نماند و ایں معنی غلبہ کرد و بے شعور مطلق ساخت نوعے از فنا است۔ مبارک است بشّر است بظہور سعادت وصول۔ لیکن فہم ایں و تحقیقش بغائت دشوار است صور شبیہ بسیار دارد بالفعل غائت اہتمام مرعی باید داشت و بکار باید کوشید۔ بعد از ملاقات تحقیق خواہم کرد۔ دیگر بر تقدیر و بر تقدیر وصول نیز سعی بلیغ باید نمود کہ انوار الٰہیہ بے شمار است ہمّت را پست نباید داشت۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔

ایں رقعہ بجناب میاں شیخ احمد سرہندی نوشتند۔

۱۵۔ کتابت کہ ارسال داشتہ بودند رسید و آنچہ از کشوف مذکور بود طریق آں بغایت مرضی و صحیح و مستقیم و مستحسن است۔ چوں ایں طریقہ شما بنہجے واقع شدہ کہ بے قول و زباں چیزہا مکشوف می شود چہ حاجت است کہ بیاں ہمہ وجوہ نمودہ شود۔ انشاء اللہ تعالےٰ بعد از ملاقات آنچہ باید گفت بحضور گفتہ خواہد شد۔ ہرگاہ استخارہ کنند و ظاہر شود کہ البتہ باید آمد بیایند والا فلا۔ الحمد للہ علی الاحسان۔ دیگر ضعفِ ما بغائت قوی است و لہذا جواب مکتوب اوّل نوشتہ نشد یاراں ایں جائے یک نوع بکار طور می باشند صحبتے نیست کہ واسطہ سرگرمی شود۔

ایں رُقعہ بجناب میاں شیخ احمد سرہندی نوشتند۔

۱۶- بہ شیخ احمد سرہندی۔ ابواب کرم یوماً فیوماً مفتوح باد کتابتے کہ مشتمل بر وقائع و احوال بود رسید فرصت مطالعہ و تحقیق نہ شد انشاء اللہ العزیز بعد از تحقیق چیزے نوشتہ خواہد شد۔ آنچہ در نظر اجمالے درآمدہ خود نیک است تعبیر جامہ پارہ و شخص و پوست اگر بعین ثابتہ و تعین در مرتبہ وجوب باشد بسیار نیک است مرتبہ وجوب ہماں وجہ خاص است تعین حادث از انعکاس عین ثابتہ بظاہر وجود برزخی است بین الوجود والعدم وھما الظاھر والباطن کالنسبۃ بین الطرفین فالممکن ھو التعین الخارج الذی ھو من المعقولات الثانویۃ والمعقول الثانوی ایضا برزخ بین الوجود والعدم فان لہ من وجہ تعلقاً بالوجود ومن وجہ تعلقاً بالعدم۔

اما آنچہ خود نوشتہ کہ آں جامہ پارہ را عین ثابتہ خود تعبیر کردہ و آں پوست را کہ آخر خود را ہماں یافتہ اید و آں جامہ را از خود بیگانہ اشارت برزخیہ داشتہ اید۔ خالی از تکلفے نیست آرے شما خود برزخ مذکور کہ غیر آں است کہ ما نوشتہ ایم شدہ اید و اتصال بآں یافتہ لیکن بیگانگی آں جامۂ پارہ ازاں جملہ بعید است۔ بارے بہر حال نیک است و آنچہ در رسالہ سلسلۃ الاحرار در برزخ بین الوجود والعدم نوشتہ ایم غیر ایںہا است ان شاء اللہ العزیز بتفصیل کتابت اوّل و آخر را جواب خواہم نوشت۔ سفر در وطن را رعایت بسیار بکنید کہ تحصیل مقامات سلوک پُر ضروری است۔ مولانا عبدالہادی را دریں چند روز بجانب خانہ اش بفرستید تا والدۂ خود را ببیند کہ می گویند بسیار دیگر است بعد از تسلّی والدۂ خود باز پیش برود و محمد صادق باہمہ دوستاں بدعا مخصوص اند

ایضاً بجناب شیخ احمد سرہندی بقلم مشکین رقم صادر شد۔

۱۷- ابقاکم اللہ تعالیٰ۔ خدمت میاں صدر جہاں استدعائے تعلیم ذکر و مراقبہ کردند تعلیم ذکر کردہ شد۔ چوں مراقبہ خاصہ ایں طبقہ از مقولہ درس و بیاں نیست و ایشاں ارادہ ہماں داشتند مصلحت چناں دید کہ در خدمت شما تصحیح آں نمائند حصول آں بے ظہور تصرف متعذر است انشاء اللہ تعالیٰ بوجہ اتم ظاہر شود۔ دریں اوقات ضعف کاتب قوی است فرصت صحبتے و

سروبرگ توجہ نماندہ شما نیز بعد از استخارہ بیائید چنانچہ بیش ازیں مرقوم بود کہ اگر البتہ باید امد۔ بیائید و الافلا۔ شاہ حسین نیز ہماں نوع کند والدعا

۱۸۔ بہ شیخ احمد سرہندی۔ میاں شیخ محمد در خدمت شما خواہند بود ملتفت باشند و بر آنچہ لائق بحال ایشاں است امر نمائید جناب حاجی عبدالعزیز دعا گفتند بعز اجابت مقروں باد محمد صادق و محمد سعید و سائر اعزہ دعا قبول نمائید۔ والدعا

مکتوب مرغوب بجناب شیخ الہداد رقم فرمودند۔

۱۹۔ بہ شیخ الہداد۔ جناب مخدومی میاں شیخ الہداد سالم و غانم در سیر و سلوک باشند سیر فی اللہ را بحقیقت آنہا دارند کہ بعد از تحصیل جذبہ و استہلاک در معنی کہ مستفاد است از نحن اقرب بمدد فیض الٰہی تزکیہ نفس می یابند و از جانب دیگر محل ظہور اعتبارات حقیقت می شوند از حال ایناں بجز ہم سبقاں نیز ہوش و استادانِ حاذق باخبر نیستند اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیری علی روایۃ من قرء بیاء النسبۃ بارے ایں قدر می دانیم کہ سلطان اہلِ طریقت و گنجورِ گنجِ حقیقت قطب ارشاد و پیرِ آگاہ خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ سرہ العزیز در فقرات فرمودہ اند کہ اتباع حضرت رسالت علیہ من الصلوٰت اتمہا و اعتقاد اہل سنت والجماعت و نسبتِ باطنی خواجگان بہتر از نعیم عالم است چہ دنیا و چہ آخرت دیدار نشار آخر صورت ایں نسبت است چنانچہ بہشت صوری صورت اعمال صوری است والسلام

یکے از مخدوم زادہ ایں سلسلہ شریفہ کہ بجانب ولایت بود بقلم مشکیں رقم قلمی فرمودہ بودند نامِ او معلوم نیست۔

۲۰۔ بیکے از مخدوم زادہائے ایں سلسلہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ از جمیع ناشایستنی ہا محفوظ و مصون دارد و خاطر مبارک متفرق نباشد۔ بمدد ارواح طیبہ اکابر کلفتے روئے نخواہد داد۔ آنچہ می باید آن است کہ قصداً و اختیاراً در امکنہ خبیثہ نمی باید در آمد باقی مجموع امور از آفات محفوظ

خواہد بود۔ ظاہر است کہ اعتمادِ کلّی بہمت حضرات خواجگاں خواہد بود۔ ایں کمترین مرید ایں نیز دریں معنی موافقت خواہد نمود و ازاں برگزیدگاں التماس لطف خواہد نمود و ظیفہ خدمت آں بود کہ در ملازمت مولانا ترسول بشرفِ ملازمت می رسید لیکن خدا علیم است کہ ضعفِ جسمانی سدِّ راہ است۔ اگرچہ بعضے از موانع دیگر نیز ہست۔ باری اگر خواست الٰہی باشد و رفع موانع شود بجان و دل متوجہ خدمت خواہد شد مخدوم زادہ برخوردار بندگی قبول نمائند۔ جناب شیخ ابوالحسن نیز والدِ ما مع الاخلاص۔

۲۱۔ ہماں شکستہ دل و دردمند و مسکینم
ہماں جفاکش و سرور کمند دیرینم

ایں بیت مجملاً ما را از اظہار محزونات خاطر فارغ ساخت چہ عرض محرومی از وصول بہ مقصد المقاصد وچہ بیاں خار خارِ چہرۂ دل کہ تفصیل مرتبہ رُوح است وچہ از مہجوری از مقام انس بہ صفات جمیلہ خواہ جمال صوری خواہ جمال معنوی شاہدِ دل را وجوہ بسیار است بہر وجہے مائل مشاہدی است۔ آں لطیفہ روحی است کہ راہ خاص او جز احدیت صرف نیست زندگی و مردگی آدمیاں منوط و مربوط بہ ہمیں رفتار است از محبوباں تفصیلی بندگان درویشی نظر بکرم جوئی و آراستگی و بے عرفی ما را مشتاق خود دارند۔ دُعائے نیازمندانہ قبول نمائند و بتوجہ و فاتحہ مددمی نمودہ باشند۔ مخدومی مولانا محمد صوفی بحقیقتِ اسم خود برسند والسّلام والاکرام۔

۲۲۔ ضیق وقت مانع تمہید مقدمات مخلصانہ شد۔ لاجرم بکوتاہی املا و کمی کاغذ و بے ربطی عبارت راضی گشت چہ سخن ہر گاہ از مرکز خود برآید۔ بر مجموع اسباب آں فتور می رود و مدعائیکہ از مدرکہ سر می زند قطب دائرہ ملاحت است خیالی و تکلفی کہ لائق حال اہل آں است آنہا سر انجام آں می توانند داد حال بہ تمام معلوم شما است کہ خلوت خانہ اندیشہ ما را چہ می رود۔ باوجود تفصیل آنرا خود خواہم کرد انشاء اللہ تعالےٰ دریں چند روز بشرفِ ملاقات خواہم رسید والسّلام

۲۳۔ اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور۔ برحمت سابقہ دریابد وبوساطت نگاپوئے صوری ومعنوی حجاب نابودمارا از مابر باید بمنہ وکمال کرمہ وعنایت نامہ نامی مملو از جواہر لطافت رسید دل در اہتزاز ورُوح در پرواز آمد۔ بیت ؎

زہر نکتہ خرد کامی دگر یافت

زہر خط خاطر آرامی دگر یافت

الحق باہمہ اجمال وکم سخن نسخہ تفصیل آدمیت بود مقصود آفرینش را کہ طلب مقر اصلی وتنفر از اختلاط بہ وحوش صحرائی باز ماندگی باشد باخود داشت حق سبحانہ وتعالے ایں شکستہ پائے زادیۂ سیاہ دلی وکاہلی طبیعے را نیز باں برساند

ایں کتابت بجناب ملاذی امیدگاہی خدمت شیخ تاج نوشتہ شد۔

۲۴۔ بہ شیخ تاج الدین۔ نیازمند مخلص ومحب مختص دولت خواہ وآرزومندی باشد۔ کرم فرمودہ درباب رفتن بآگرہ مشورت کردہ بودند استفت قلبک ولوافتاک المفتون۔ ہرچہ خاطر الہام پذیر بر آں قرار می گیرد صراط مستقیم است۔ باوجود استخارہ طریقہ مسنونہ است و آنکہ از خواب ہائے مختلف غریب مرقوم بود بحسب تجربہ معلوم شدہ کہ گاہے منشاء آں ضعف قوائے جسمانیہ می باشد خصوصاً کہ مردن شخصے دیدہ شود گویا کہ طبیعت خود را دیدہ ایں قدر ہست کہ آں شخص را بحسب طبیعت وضعف مناسبتے باایں راہ دریں وقت پیدا شدہ خدا تعالے در حفظِ خود نگہدارد وباکے نخواہد بود وایضاً بعضے از مقامات را مناسبتے بموت است ہمانا کہ دراں مقام صفت افادہ از اں سالک منعدم می شود مَنْ زَارَ حَيًّا ولم يرزق منه شيئًا فكانما زار ميتًا شاید بعضے از مناسبت ہا دیگر ہم باشد۔ بارے موت را باآں مقام مناسبتے ہست دیگر ظاہر ایں است کہ بعد از رفتن جماع واقع شدہ باشد ودریں میاں بعضے از ادویہ حارہ نیز خوردہ باشند۔ شک نیست کہ نسبت بمزاج شریف ایں معاملہ واسطہ پریشانی خواب وفراموش کردن آں می شود وہم چنیں واسطہ یک قسم فرود آمدن از استغراق نیز می شدہ باشد وایں ہم سبب خواب پریشاں می باشد انشاء اللہ العزیز خیر باشد ایں مخلص نیز بغائت ضعیف وبے قوت وفسردہ

می باشد۔ طاقت یک ذرّہ نیروئے نماندہ۔ حکیم مطلق کریم ورحیم وہاب است کارہا بمراد خواہد شد۔ برمرضیات خود بدارد و برہماں بمیراند و در سلک اہل رضا محشور گرداند عنایت نمودہ بودند کہ خبر بسیار است کہ نوشتن آں خالی از خللے نیست۔ التماس آں است کہ بہر تقدیر بقدرے کہ تواں نوشت بنویسند دیگر سیّد بخاری کہ او در ترقی دارد۔ چوں در خدمتِ شما است چہ حاجت کہ ایں جا بیاید اگر از غیب اشارتے برسد و ناچار باید آمد آں چیز دیگر است۔

ع من کیم لیلے و لیلے کیست من

مولانا یعقوب را کہ فرستادہ ایم نیز باں نیّت البتہ خبرے بیارد و اگر مرضی است و خیر است بیارد و الّا فلا۔ وکان ایں معاملہ چنداں گرم نیست نزدیک است کہ سردی تمام رونماید الّا ما خدا نگہدارد۔ والدعا مع الاخلاص اگرچہ تصدیع است لیکن ہرچہ باشد نوشتہ ارسال دارند۔

ایں رقعہ بیکے از طالبان وقت بہ قلم مشکیں رقم اصدار نمودند۔ مراد از یکے طالبانِ وقت نواب مرتضوی انتساب نواب مرتضیٰ خان است

۲۵۔ حق سبحانہ وتعالےٰ بمنتہائے مطالب برساند۔ اہلِ تحقیق می گویند۔ آئینہ مدرک را دو رُو است۔ یک رویش بخلق و دیگر بخالق۔ ہرگاہ کہ رُوئے بخالق است درمیاں آید مقصود حاصل است و ایں سعادت در ہر یک آں می تواند بود۔ مجذوباں سالک باایں طور اند الغرض رشتۂ امید را ہیچ وقتے از دست نمی باید داد۔ بیت ؎

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

ایں رقعہ بجناب شیخ تاج الدین قلمی فرمودند۔

۲۶۔ بہ شیخ تاج الدین۔ السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔ جمیع اہل بیت از خورد و بزرگ و سایر اعزہ در رفاہیت و عافیت باشند مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ

اہتمام باید نمود کہ زندگانی جز در مرضیات الٰہی صرف نشود و مابقی زاید و بے اعتبار بل مکروہ و مُردار است۔ حیاتِ صوریہ معلوم است تا چند و نا خواہد کرد۔ اہلِ عقل را فکرِ آں منزل از ضروریات است زیادہ چہ گوید والدعا۔

۲۷۔ حق سبحانہ و تعالیٰ استقامت در کار نصیب کند۔ احتیاط در لقمہ پراگندہ و اجتناب از ظہورِ صفاتِ نفس مقوی شوق است سعی و کوشش نمائند کہ لقمہ حرام و مشتبہ خوردہ نشود و صفاتِ ذمیمہ نفسانیہ از غضب و بدخلقی و شہواتِ غیر ضروریہ بظہور نیاید۔ خلاصے از مہلکات جز بحسنِ انحصار و التجا بجناب حق سبحانہ میسّر نیست دائماً متضرع و نیازمند می باید بود و پیش ہر ذرّہ از ذرّات تواضع و فروتنے باید نمود ؎

بے عنایات حق و خاصانِ حق
مگر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

حرکت قلبی ہرگاہ بر وفق حرکت ذکرے شود یا بسمع خیال کلمہ اللہ مسموع شود۔ عبارت از ذکر آں گوشت پارہ صنوبرے است آں را نیز ذکر قلبی می گوئیند و از غیر اعتبار بیرون است و ذکر قلبی عبارت از حضور و شہود است بجناب حق سبحانہ ہرگاہ ایں معنی دست دہد دل شمار از خطور اغیار برہاند و ذکر را گزاشتہ محافظت او نمائند و ہرگاہ فرو نشیند باز بر سر ذکر او برویدتا زمانیکہ آں دولت ثباتے پیدا کند آں زماں ذکر را با او جمع کردہ منتظر الطاف بے نہایت باشید بعد ازاں رسیدنی است نہ گفتنی و ہرچہ بظہور رسد بہ تفصیل بما بنویسند۔

ایں رقعہ قبل مرض موت کہ امراض مزمنہ غلبہ ہا نمودہ بود بجناب ارشاد پناہ مقرب آنحضرت شیخ تاج الدین جیو نوشتہ بودند بجناب مشارٌ الیہ بعد از وصال آنحضرت قدس سرہ رسید۔

۲۸۔ ع نیاز مند تو ایم ای نیاز پروردہ

الحمد للہ والمنة کہ دریں اوقات در عارضہ سردی یک قسم تخفیفے ہست لیکن گاہ گاہ از حرارت و یبوست دماغی صورت عجب رُوئے مید ہد کہ بتقریر راست نمی آید انشاء اللہ

تعالےٰ واسطہ خیر باشد و دراوقاتیکہ خوش آید عبودیّت و شکستگی و نیازمندی ہرچہ میسّر شود از حمد و ثنا و استغفار و تسبیح و تہلیل و صلوٰۃ و تلاوت نیک است مگر در غیر تلاوت و صلوٰۃ رعایت اخفا از طریقہ ایں خانوادہ است والسّلام والاکرام

خارے بیکے از اُمرائے مخلص مستعد کتابتے نوشتہ بود و ایں امیر مکرراً عرائض و نیاز ہا بدرگاہِ عالی عرضداشت می نمودہ بود و فرصت جواب نوشتن نشدہ ۔ درپست کتابت ہمیں خادم چند کلمہ حسب التماس جمعے از اربابِ حاجت قلمی شدہ بود و بایں تقریب درجواب عرائض مشارٌ الیہ ایں چند سطر شرف ورود یافت ۔ بعد از رسیدن ایں دو سہ سطر مسموع شد کہ در اطوار ایں مستعد مذکور تغیّر بسیار راہ یافت و اثر کرد امید کہ سر رشتہ آنرا باعمالِ خیر استحکام دادہ باشد تا برکات ایں تصرّف سرمدی کردہ باوجود بمقتضائے رب حامل فقہ الی من ھو افقہ و بہ توفیق اللہ تعالےٰ درویشے را مصحوب نیاز نامہ خواہد فرستاد و اشارت بروشے خواہد کرد و انشاءاللہ تعالےٰ موافق اُفتد و درے مفتوح گردد ۔

۲۹ ۔ بہ یکے از امرائے مخلص حضرت واہب العطیات از خزائنہ غیب اضعاف آنچہ دلخواہ دولت خواہان است برساند بمنہ و کمال کرمہ امیدی دارد کہ رقیقہ مناسبتے کہ جوہرِ رُوحانیتِ عالی فطرتاں را در حرکت دادہ ۔ در عرصہ شعور بظہور آمدہ و ستِ تطاول طبیعت و ہوا را بیکار و کوتاہ دارد ۔ ایں ہا ہمہ عبارت آرائی است ۔ اللّھم لا تکلنی الیٰ نفسی طرفۃ عین ۔ تمام است ۔ بیت ؎

کے بود ماز ما جُدا ماندہ

من و تو رفتہ و خُدا ماندہ

وانکہ در التفات نامہ قلمے بود کہ ایں بے حاصل متصدی شرح طریقے شود کہ موصل بمقصود باشد ہرچند کہ نہ درخور حال و مقام من است ۔ بیت ؎

درعشق تو معرُوفم از وصلِ تو محرومم

گرگِ دہن آلودہ یوسف ندریدہ

۳۰۔ حق سبحانہ وتعالےٰ براں دارد کہ رضائے او باشد۔ دنیائے دوں خصمی است قدیم ہیچ کس را دو روز بریک حال نگزاشتہ۔ عاقبت از دوستاں وخویشاں بریدہ قطع دنیائے بے مدار میباید کرد۔ عاقل آں است کہ عمرِ چند روزۂ خود را صرفِ طاعتِ حق کردہ تمام متوجہ وار خلو باشد۔ والسّلام والاکرام

۳۱۔ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔ مسلمانی گردن نہادن است احکامِ الٰہی را۔

رُباعی

خواہی کہ بصُوفی گری از خود برہی
باید کہ ہوا وہوس از سر بہ نہی
آں چیز کہ داری بکف از کف بدہی
ہر سنگِ بلا کہ بر تو آید نہ جہی

سخن سلطان ابوسعید ابُوالخیر قدس سرہ است کہ تصوّف آں است کہ آنچہ در سر داری بنہی وآنچہ در کف داری بدہی واز آنچہ بر تو آید نجہی۔ مسلمان آں است کہ او را در ہر دو سرا جز حق سبحانہ مرادی نباشد۔ والسّلام والاکرام

ایں رقعہ بجناب عالی مرتبت شیخ تاج الدین در اوّل حال حضرت خواجہ بقلم مشکیں رقم شرف صدور یافت۔

۳۲۔ بہ شیخ تاج الدین۔ بدانکہ سالک طریقِ حق را قدمِ اوّل توبہ نصوح است واعتقاد صحیح ودرست بر مذہب اہلِ سنت وجماعت۔ چوں مدار ایں صفت بر علم است پس بر تو باد کہ ملازمت علماء تمام عمل پاکیزہ اعتقاد را بقدرِ حاجت از دست نہ دہی دحتی الامکان تحقیق دین وملت خود می کردہ باشی مدار ظہور حقیقت بر جذب وکششِ الٰہی است وجذب وکشش موقوف است برانکہ ترا بوصف محبوبی برگزیند وایں موہبت علیا مشروط است بر متابعت سیّد الاوّلین والآخرین ظاہراً وباطناً قال تبارک وتعالیٰ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ دیگر توجہ تام بحضرت او بتوفیقہ باید کہ نفسے از تو بے یاد او نہ بر آید اگر بناگاہ غفلتے روو آنرا گناہِ عظیم شمردہ سخت متالم و محزون شوی و دراں حزن بدرگاہِ حق بدرفنبالی کہ لوازم بشریّت از تو بر گیرد می باید کہ ہمیشہ بصفت عجز و اضطرار بر آئی تا مجیب مضطرین کار تو سازد۔ دیگر بر تو باد کہ بر کسے اعتراض نکنی و آزارِ خاطر بجوئے و محبت دوستاں حق سعادت عظمیٰ شماری۔ امّا از اختلاط بصوفیاں جاہل احتراز نمائی۔ دیگر از غیرِ خدا طلب نکنی کہ حجاب بزرگ و سرقوی طلب از غیر اوست۔ ہر گاہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ را بگوئی در دل بیندیشی کہ نیست معبودے غیر او۔ بدانکہ ہر چہ محبوب و مقصودِ تست ہماں معبودِ تست و ہر چہ ہوائے تست خدائے تست اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـھَہٗ ھَوَاہُ پس می باید کہ در گفتن آں کلمہ صادق باشی و محبت غیرِ او را بتمام از دل بر آری و قبلہ توجہ خود را در ذاتِ الٰہی حصر کنی ؎

یارب ز تو آنچہ من گدا می خواہم

افزوں ز ہزار پادشاہ می خواہم

ہر کس ز در تو حاجتے می خواہد

من آمدہ ام از تو ترا می خواہم

سخن خواجہ احرار است کہ ہر چہ دیدہ شد و دانستہ شد ہمہ غیر است بکلمہ لا آنرا نفی می باید کرد بدانکہ با ایں تنزّہ و تقدّس ہر کجا موجود است چہ در عالمِ معانی و ارواح و چہ در غیر آں مثال و اشباح اوست کہ از اطلاق تنزّل نمودہ۔ پس بر تو باد کہ سعی کنی کہ اوّلاً حضرت خود را در تو بے تو ظاہر سازد تا چوں دراں مقام استقامت بیابی۔ ہم تفصیل او در ہمہ بہمہ ہمہ او را یابی و حق را از باطل امتیاز دہی نہ آنکہ چوں نابینایاں بے تفرقہ و تمیز ہمہ را خدا دانی و خدا گوئی

رُباعی

سوفسطائی کہ از خرد بے خبر است

گوید عالم خیالے اندر نظر است

آری عالم ہمیں خیال است ولے

پیوستہ در و حقیقتے جلوہ گر است

لیس کمثلہٖ شیءٌ وھو السمیع البصیر والسّلام علیٰ من اتّبع الھدیٰ۔

بہ یکے از مریداں کہ خیلے از عمر صرف خدمتِ ملوک کردہ بود و اورا انواع گرفتاریہا و مستی ہا بود صلاح او وریں دیدہ بودند کہ بجلالت وصفتِ قہر تربیت و پرورش فرمائند۔ مدتہا در ذلت و بے اعتباری از ہرچہ تمام تر می داشتندش و بظاہر نادر بود کہ باو التفاتے فرمائند باآنکہ در تربیت اکثر مریداں بلکہ ہمہ صفتِ جمال و عنایت غالب بود و ہمیں مخلص بدیں قسم تربیت اختصاص یافت اما بعد سہ چار سال کما ینبغی بحمد اللہ کہ از رعونت ہا و ہستی ہا کہ غایت الغایت قوی بود و ایں مخلص از سعی خود دست شستہ بود و ببرکت الطاف حضرت پیر دستگیر علیہ الرحمۃ حق سبحانہ خلاصی بخشید وآں مہرہا بانواع الطاف تبدیل یافت چنانکہ در حیز بیاں نیاید ایں رقعہ بآں مخلص نوشتہ شد۔

۳۳۔ بہ یکے از مریدان۔ حق تعالیٰ از قیدِ ہستی و حجابِ خود پرستی برہاند۔ قوی تریں اسبابِ وصول احتراز و اجتناب از آزاد خاطر ارباب قلوب است۔ بزرگان فرمودہ اند کہ اگر کسے از عرش بفیند آں قدر نیست کہ از دلے بفیند۔ الغصہ خوں می باید خورد و تمام ادب باید شد تا طفل نیاز و عجز بظہور آید۔ از پستان مکرمت شیر تربیت درجوش شود۔ بخود سیری و خود مرادی و قلندری کارے پیش نمی رود۔ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ چوں خاطر ولی نعمت شما بسیار متوجہ مراجعت شماست البتہ عنانِ عزیمت بگردانید تا نخواہید آمد مارا نخواہند گزاشت ہمیشہ در تکلیف طلب شما خواہم بود

ع بیا و از دلِ من کوہ ہائے غم بردار

زیادہ مبالغہ نرفت۔ والدعا۔

ایں رقعہ در فقر و نیستی و ترغیب بعلو ہمت و بندگی نمودن بر وفق شرع شریف و از حال و سکر کہ مانع رعایت شرع باشد جستن مناسب حال طالبے قلمی فرمودہ اند۔

۳۴۔ بہ مناسبِ حال طالبے۔ چنداں کہ می خواہم کہ خود را در خلوت خانہ فقر و نیستی افگندہ با بود نابود خود بسازم و شکایت گرفتاری و خرابی خود در میاں نیارم میسّر نمی شود۔

ع دل ہمی گوئید کہ من تنگ آمدم فریاد کن

شیریں تو آنکہ مطلبے کہ گریباں گیرِ طلب و قلق گشتہ از جائے درآمدہ بدست نمی آید۔ پیر جام علیہ الرحمۃ می گوید کہ آسودہ ترین خلق در ہر دو سرا غافل چند ند کہ در نفس آخر تائب و موفق میرند خوش گفتہ است۔ اگر طلبِ حقیقی دراں وقت دامنگیر شاں نشود و من کان فی ھٰذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ۔ بارے بہرحال الحمد للہ علی ما انعم

ع بلادِ محنت شیرین کہ جز با او نیا سائی

حضرت حق سبحانہ باور خود بدارد و بہماں در دو بہر و بہماں در و محشور کند ہرچند کہ در نظر باریک بیناں و عالی ہمتاں حقیقت شناس بود و نابود امور یکسان است حقیقت سر دا با فقر آرامی است۔ ہرچند کہ نفس و دل را بحکم بعد و غفلت گاہ گاہ حرکتے بجہت مقاصد خود می شود و آں حرکت بسطوت تجلّی ذاتی و ظہور غیب ہویت فرو رفتہ ناچیز می شوند۔

ع صف مغلوب را ہوئے بسند است

غایۃ الامر بجہت امتثال بعضے از عبادات مامورہ و اخلاص در آں بلکہ بجہت تحصیل فقر و حقیقتِ بندگی آدمی محتاج است بآنکہ یک دفعہ او و با بائیست او در سطوت تجلّی ذاتی تمام بسوزند چوں اثرے از آثار شعور نماند و فنا و غیبت بکمال خود برسند و دراں مقام ایستادن نقص و تعطیل است کار بندگی و عجز دمظہر شیون لامتناہی شدن دارد و البتہ بہر حیلہ خود را در مقامِ شعور می باید داشت بشرط آنکہ شعور و آگاہی محفوظ باشد سیر فی اللہ بے نہایت است بہیچ وجہ بنقصان راضی نباید شد کہ خلافِ مرضی حق است۔ حق تعالیٰ عالی ہمتاں را دوست می دارد۔ والقصہ عبدالوہاب می باید شد عبادت بے غرض و بے عوض می باید کرد۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

امر واجب الامتثال است ہرحالے و کمالیکہ ہست و البتہ بمتابعت سیّد الاولین و الآخرین است صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ سیّد الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ می گفت کہ بیش من شراب خوردن بہ از حالے کہ مانع رکنے از ارکانِ شریعت باشد رضوان اللہ تعالیٰ علیہ این است حق صریح و علم صحیح زیادہ چہ گستاخی کند۔ والسّلام والاکرام۔

و در اجتناب از آنچه نباید و ترحّم بر خلق بر وجهے کہ مرضی شرع است بیکے از سپاہیاں کہ اظہارِ اخلاص می نمود صادر شدہ بود۔

۳۵۔ بیکے از سپاہیاں۔ حق جل جلالہ و عمّ نوالہ بمقتضی فضل و کرم معاملہ نماید و محتاجاں را در پرتو چراغ افروختہ خود راہ مقصود کشاید اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا کلمہ محقّق است فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ ہر چہ بکاری بدروی مثلے مشہور است ؎

آسائشِ دو گیتی تفسیرِ ایں دو حرف است

با دوستاں تلطّف با دُشمناں مدارا

سیاستے کہ بحکمِ شریعتِ غرّا و ملّتِ بیضائے محمدیہ علی مصدرہا الصلوٰۃ والتحیہ مقرر شدہ خارج ایں حرف است امریست با دوست و دُشمن و نفس و غیر کردنی آں سیاست بحقیقت مروت است۔ یکے از حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پُرسید کہ خُلقِ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کہ حق سبحانہ در قرآن مجید ستائش آں نمودہ کہ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ چہ بود۔ آں صدّیقہ عارفہ فرمود کہ کان خُلقہ القرآن یعنی ہر کجا کہ بحسبِ قرآن لطف بائستے نمود لطف می نمود و ہر کجا قہر، او بتمام اخلاقِ الٰہیہ بود ؎

بود آئینۂ کہ عکس خورشیدِ وجود

جاوید درو بصورتِ اصل نمود

بالجملہ مسلمان می باید شد و بتمام منقادِ فرمانِ الٰہی

ع ایں مشو آں مشو مسلماں شو

والدّعا مع الاخلاص

طالب علمے مسافر التماس نصیحت نمودہ بود از برائے او ایں چند کلمہ را نوشتند و ایں طالبعلم متوجہ زیارت حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً و کرامۃً بود۔ درہماں سفر در راہ حضرت مدینہ رحلت نمود۔ وقتِ مصحوب بر قفائے خود نیازمندی کہ نسبت بخادمان ایں درگاہ نمودہ بود از آں عبارات چناں مفہوم بود کہ ببرکتِ نورانیت ایں سفر مبارک و تذکارِ محامد علیاحضرت ارشاد پناہی

طالب علم مذکور را رابطہ عظیم باین درگاہ حاصل شدہ بود اَللّٰھُمَّ مَتِّعْہُ

۳۶۔ بہ طالب علمے۔ نعوذ باللہ من علم لا ینفع عاقل عاقبت شناس را لازم است کہ تحصیل علومے را کہ عمل بمقتضائے آں ہا فرض است اختیار کردہ عمر صرف تصفیہ دل و تزکیۂ نفس کند کہ حجاب میان بندہ و آفریدگار عز شانہ جز وساوس و خطرات و توجہات بصورِ اکوان و گرفتاری بہ ہوائے نفس و آرزوئے لاطائل ہیچ نیست۔ حضرت حق عز و اعلیٰ از ہمہ چیز بہ ہمہ چیز نزدیک تر است ؎

او بما از ما بسے نزدیک تر

داند آنکس کو ز خود دارد خبر

باز ماندگی و دُوری از اندیشہائے گوناں گوں است و سرمایہ اندیشہ صفات بشریہ و قوی ترین سببے در تخلیص و تفریغ باطن ازیں ظلمات التفات خاطر برگزیدہ از خود رستہ مظہر ردّ و قبول گشتہ۔ قبولِ او قبول و ردّ او رد باید کہ دریوزۂ دلہائے کنی و بصد عجز و نیاز در دولی پیش آری ؎ گردِ ہر درویش می گرد از گزاف

چوں نشاں یابی بجد میکن طواف

چوں ترا آں چشمِ باطن بیں نبود

گنج مے پندار اندر ہر وجود

وصیّت دیگر آنکہ باہر کہ در باطن او طلب معرفت الٰہی نیست صحبت نداری از علمأ دنیا کہ علم را وسیلہ جاہ و تفاخر و زباں آوری ساختہ اند چناں اجتناب نمائی کہ آدمی از شیر۔ ہموارہ توسل بقربات و عبادات نمودہ و صلوات بر سید کائنات فرستادہ از خدا بخواہی کہ آرزوئے غیر خود را از دل تو برآوردہ صورت لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار بظہور رساند۔

؎ کاریکہ درو منفعتے نیست مکن

یارے کہ درو معرفتے نیست مگیر

والسلام والاکرام

رُباعی

۳۷۔ ٥ افضل ویدی کہ ہرچہ ویدی ہیچ است
وآں جملہ کہ گفتی و شنیدی ہیچ است
سرتاسر آفاق دویدی ہیچ است
واں نیز کہ در کنج خریدی ہیچ است

ایں رُباعی از فطرتِ عالیہ و استعدادِ لطیف بظہور رسیدہ ۔ نشأ تفریدی از باطنش شعلہ می زند شاعر دریں معنی اصیل بودہ یا مرتبط باصیلے چوں ظہور کلامِ الٰہی در باطن کاتب وحی بہرحال طوبیٰ لہ ۔ تفریدے ویدجمال اقدس از نعمت جمال است والّا از نسبت دید میسّر نیست ۔ برہنہ گویم بے تجلّی کنہ ذات صورت نمی بندد ۔ہاں تا ہرزہ برخود نہ بندی علامت ایں سعادت تبرید دل است از مجموع نعم دنیوی و اخروی وگزشتگی و بے نیازی از مجموع احوال و مشاہدات و انجذاب وقلق دائمی بجناب احدیّت ۔ آرے وجود تعطش بمشاہدات باوجود نسبت تفریداز سادہ لوحی بجہت ظلم وجہل انسانیہ بظہور می رسد کہ مورث لوک و مکر است یعنی شائد مرادمن ازیں در برآید و در بستہ من ازاں جانب کشاید یا از نظرِ تلطف محجوب و اصطفاء او یا از عالم اطلاع بحقائق رسد ۔ بالجملہ مفرد را از آنچہ دراں است ازاں تنزیہ و انقطاع شرط است اکنوں آمدیم بطریقِ تحصیل ایں سعادتِ عظمیٰ اقرب طرق نیازمندی و دوام ملازمت و رعایت ادب باقصی الغائت بنسبت بکسی کہ باطنش توجہ راست بجناب الٰہی پیدا کردہ باشد و خود را دراں توجہ برباد دادہ واز توجہ نیز مفلس گشتہ باشد و بعد ازاں تعلم ذکر یا مراقبہ ازاں متمکن عزیزالوجود والسّلام والاکرام

ایں رقعہ بیکے از مریدان مخلص کہ درکسوت تابیاں خود را می گرفت از دُو ئے لطف نوشتہ بُودند ۔

۳۸۔ بہ یکے از مریدانِ مخلص ۔ از کار رفتہ محمد الباقی عرضداشت می کند کہ خاطر پریشاں را ہموارہ نگراں آنجناب دانستہ از حق سبحانہ وتعالے عافیت حقیقی آں حضرت مسالت می نماید باجابت

مقرون گردد امید کہ فضلاً وکرماً ازاں طرف نیز ایں معنی بظہور رسد و تا ہنگام شرف دریافت آگاہان گوشہ خاطر دریغ نباشد مخلص پناہا نفی وجود و بذل روندگاں را دُوبال است کہ بامداد آں در فضائے نیستی طیران کردہ بسوادِ اعظم فقری رسند خوش وقت آنکہ توفیق قبول ایں دو مسافر غیبی پیدا کند والسّلام علیٰ من اتبع الھدٰی

ایں رقعہ در مصیبت پرسی یکے از آشنایاں قدیم نوشتہ بُودند۔

۳۹ حق سبحانہ وتعالےٰ باخود دارد و از اندیشۂ غیر خود رہائی کرامت فرماید الا کل شیءٍ ماخلا اللہ باطل ؎ خدا است آنکہ نہ مُرد است وجاوداں جامی

وماسواہ خیالِ مزخرف باطل

حقیقت ایمان کندن و پیوستن است ع

یعنی از غیر کنی دل بخدا پیوندی

درویشی ہماناایں معنی را از پیرِ خود سوال کردہ وجواب بقطع ماسوی شنیدہ سکر حال سائیل را برآں آوردہ کہ در برابر گفتہ کہ پیش ازیں اگر ایں حقیقت را می شنیدم بتو نیز نمے پیوستم الغرض ؎

تعلق حجاب است و بے حاصلی

چو پیوندہا بگسلی واصلی

زیادہ چہ گستاخی کردہ شود عذرِ تقصیر ہر چند کہ در حیز قبول نیفتد ناچار اشارتے بآن بباید کرد خدمت طلغائی کہ از بے قوتے وضعف ما باخبر اند و از شیوۂ تکلیف مبرّا اند بیان عذر ما خواہند کرد حق علیم است کہ کبر و ہستی و کاہلی وخویشتن داری و عدم اخلاص وحقیقت نا اندیشی مانع نیست۔ والدعا

یکے از علماء مخلص کہ بنا بر ضرورت معیشت بلشکریاں ہمراہی اختیار نمودہ بودند دریں عصر دریں ملک ہند تحصیل معیشت بے ایں چنیں صورتے مشکل بود و ترک ایں علاقہ در نظر عقول زمانیاں مستبعد بل محال می نمود عالم مذکور خواست کہ ترک اسباب معیشت نماید وباایں

آستان راستاں رجوع کنند و آں سپاہے کہ ہمراہ بودند نزد ایشاں سبق می خواندند۔ یکے از مخلصانِ درگاہ کہ دراں شہر بود رجوع نمود کہ سعی باید نمود کہ حضرت ارشاد پناہی منع مشارٌ الیہ ازیں خیال کنند و تجویز فرمایند کہ ماہم باشیم و درس ہم برپا باشد آں مخلص عرضداشتے نوشت متضمن آنکہ ایں ولولہ ترک ایں عالم مسطور خوب معلوم نیست کہ مستحکم باشد یا نہ مبادا تفرقہ بار عیال سبب عدم حصول جمعیت مطلوبہ گردد بلکہ ایں مخلص گمان غالب داشت کہ ایں عالم طاقت محنت بے آرد و درسے کہ منعقد است برہم می خورد۔ اگر ایں عزیز مدرّس را از ترکِ معیشت و آمدن منع فرمایند صورتے دارد۔ در جواب آں مخلص ایں رقعہ نوشتہ شد۔

۴۰۔ بیکے از علماء مخلص۔ ان بعض الظن اثم۔ حسن ظن بدانایان آخرت ہمیں آنست کہ مطالعہ فنائے دنیا و بے حاصلی اہل آں و جمال توجہ بمطلب علیا ارباب ہمت از خود و مراد خود گزشتن و از ننگ مطلب قاصر و بے حاصل بودن و از دائرہ وجود رستن خبر کردہ باشند اکنوں صاحب ایں دید اگر در ہمراہی لشکر کہ بے نیّت صحیحہ شرعیہ مجوّزہ نیست فتورے در اسباب تحصیل مقصد مذکورہ بیند چوں تواند خود را بودن لشکر قرار داد غم رزقِ فرزنداں لائق بجال توکّل نیست اگر درخود ایں حال را بیابند فہو المراد و الّا بضرورت باموز مجوزہ شریعت چنگ می بایدزد و بالجملہ ہر کجا کہ عبادتِ حق سبحانہ بروجہ اتم بظہور می رسد و بیم تفرقہ نیست آنجا را از دست نمی باید داد و شک نیست کہ تعلیمِ علومِ دین از عبادات است خصوصاً وقتے کہ متعلم منقاد احکامِ دیں شود و بصوابدید عالم در امورِ شرعیہ عمل نماید باقی علم خدمت مولوی نسبت بفقرا اتم است

در جواب مخدومی ملاذی استادی میاں شیخ احمد سلمہ اللہ کہ متضمن احوال میاں محمد صادق و میاں مسعود ہم بود صادر شدہ و چناں بخاطر است کہ اوّل کتابتے کہ حضرت ارشاد پناہی باستادی مشارٌ الیہ نوشتہ اند ایں است و محمد صادق مذکور کہ ولد استادی مشارٌ الیہ است از طفولیّت بعض آثار و احوال عظیم او ظاہر است و در زماں نوشتن ایں عنایت نامہ بغایت خرد سال بود بنا بر حکمتے و مصلحتے ابتداء و کتابت بنام ایں ولد شریف ایشاں نوشتہ شد۔

۴۱۔ بہ محمد صادق و شیخ احمد سرہندی۔ قرۃ العین محمد صادق برخوردار ظاہر و باطن گردد احوال او

چنانچہ ظاہر است مستوجب حمد است بو ہماں حضور خود باشد از غیبت و استغراق اندیشہ نیست انشاء اللہ العزیز از سکر بصحو آید و فنا در شعور اندراج یابد مولینا محمد مسعود از کشف قبور اعتبارے نگیرد و کشوفِ صوریہ محلِ خطا و لغزش است سعی کند کہ حضور مع اللہ ظہور یابد و دوام پذیرد۔ ہر چند کہ عالم صاف شدہ باشد و معنی نورانیت نیز از نظر بصیرت اسقاط یافتہ در کار وسعی باشد کہ جذبہ خواجہا و حضورِ ایشاں دیگر است۔ وراں موطن از ماسوی نام و نشانی نیست و گاہے بالکلیہ و اکثر بالاصالۃ توجہی است۔ از شش جہت معرا گاہے بجہت فوق بجہت خصوصیتے کہ عرشِ مجید را است در وہم می آید و گاہے ہمہ جہات را فرو می گیرد و معنی واللہ من ورائھم محیط بظہور می رسد۔ اگر صور معنویہ و اشکالِ صوریہ محو نشدہ اند و ہمچوں خیال و سراب بے اعتبار افتادہ و درہمیں وقت نزد دریافت خیالیہ صور ھو الاوّل والآخر نیز درمیاں می آید واگر در وقتِ فرو گرفتن آں توجہ ہمہ جہات را یا اکثر را صور و اشکال بالکلیہ محو شود و صفائے اتم بظہور رسد و معنی لیس فی الدیار غیرہ دیار در جلوہ آید بہوش باید بود کہ کسوت معنویہ درمیان است لا اقل صفت حیوۃ و ہستی اکنوں یک دقیقہ دیگر بشناسد کہ در وقتِ ظہور واللہ من ورائھم محیط نیز می تواند بود کہ ہم چنیں کسوتے درمیان باشد بارے حقیقت مقصود در دریافت و ادراک نمی آید آنجا عشق و محبت است و تصفیہ سر از ماسوی و آں تحقیقات کہ در رسالہ سلسلۃ الاحرار نوشتہ شد۔ بغایت غامض است دریں مبحث آں را بگزارند و مدار بر ادراک متعارف بہ نہند حضرت خواجہ نقش بندؒ ؎

خواجۂ پاک نقش و پاک نفس

قدس اللہ سرہ الاقدس

می فرمودہ اند کہ ہر چہ دیدہ شد و دانستہ شد آں ہمہ غیر است بکلمہ لا آنرا نفی باید کرد میاں شیخ احمد نیز حال خود را دریں صحیفہ مطالعہ نمائند و بدانند کہ تا استغراق و استہلاک در حضور ذاتی و وحدت صرف بظہور نمی رسد۔ اصل ایں سلسلہ اسم فنا براں نمی نہند و آنکہ ما بودیم کہ یک درجہ دیگر درمیان است این است حقیقت ایں سخناں مشافہہ معلوم می شود باوجود برائے خاطر شما نوشتیم والسلام والاکرام

اِیں رقعہ بیکے از مخلصاں در ابتدا ہا نوشتہ بودند۔

۴۳۔ بہ یکے از مخلصاں در ابتدا ہا۔ عبارتیکہ ترجمان حال ایں بے حاصل تواند بود۔ مرہمِ تکلّف است بناء علیہ ازاں مقولہ اغماض عین نمودہ بدعائے سلامت قلب و استقامت عمل می کوشد حق سبحانہ وتعالےٰ ظاہر را بمقتضائے شریعت و باطن را ور استیلائے حقیقت دارد۔ فوق ہمہ سعادت این است قبول دعا و ظہور تصرّف لازم کمال نیست۔ ع

تومباش اصلا کمال این است وبس

چوں در عمل تمام انقیاد و متابعت شدی و در علم بے تعیّن و بے نہایت وجود تو ازمیاں برخاست بعد ازاں اگر تعیّن نمود ہم تواند۔ ع

رو در وگم شو وصال این است وبس

بعد از ظہور حقیقت وصال صحبت واصل کبریتِ احمر است و مفید کامل گو مظہر تصرف نباشد۔ بارے آنچہ از سخناں اکابر دین فہمیدہ ایم و مطلب باطن ما آن است حصول این چنیں سعادتے است رزقنا اللہ تعالیٰ وایاکم۔ چوں از عنایت نامہ اشرف بوئے آں می آید کہ قبولِ دعا و افادہ تصرفے را داخل مطالب داشتہ باشند بدفع آں قلم جریان یافت۔ امید گاہا ہمت براں نماید کہ خاطر اہل حقوق خصوصاً والدہ از شما در بار نباشد واللہ العظیم کہ شرطِ اعظم در ورودِ موہبتِ الٰہی این خلق است باقی حاکم اند و دانا۔ جذبہ الٰہی و قوت حال بہ کیفیتے کہ اختیار از دست رود دیگر است ما بداں اطلاع نداریم اگر پیدا شدہ عذر را می خواہد القصہ مدار ایں راہ بر تیز ہوشی و نیز گوشی است۔ قلق و اضطراب و دید بعد و نقصان و مضطر بودن در احکامِ الٰہی بتوسط خاطر جوئی و تسلیم ولی مقصودِ آفرینش است مشاہدہ خود در عالم ارواح ہم بود خواجہ ابو المظفر کہ معاصر شیخ ابو سعید ابو الخیر بود می گفت کہ مثل ما با شیخ ابو سعید چوں کاسہ ارزان است کہ یک دانہ شیخ است و باقی من و چوں شیخ شنیدند تواضع نمودند و فرمودند کہ آں یک دانہ نیز ایشانند ما ہیچ نہ ایم می گفتہ اند کہ آنچہ ہر دوم در قطع بوادی و مفاوز یافتہ اند ما در چادر بالش صدارت یافتہ ایم۔ فی الواقع این معنی را ہیچ چیز حالی نیست۔ نیازمندی و شکستہ دلی می باید آں نیز در اغلب بارے از برائے خدا خاطر ضعیفاں را بے ضرورتِ شرعی شکستہ نسازند۔ در جمع سخناں مولانا زین الدین

محمود کمانگر نوشتہ اند کہ مولانا علاؤ الدین مکتب دار می فرمودند کہ یک بار خاطر پدر فقیر از فقیر در بار بود و بحسب شریعت حق در جانب من بود و مع ذلک فوطہ در گردن انداختہ سر بر زمین نہادم و عذر خواستم باوجود سی سال است کہ زیانِ آنرا در خود بینم در نفحات در ذکر بعضے از اکابر مذکور است کہ در نصیحت بعضے از طالبان کہ خدمت والدہ را گزاشتہ بحج می رفتند ۔ فرمودہ اند کہ من سی حج پیادہ بے زاد و راحلہ کردہ ام بتو می دہم تو اضائے خاطر والدہ بمن دہ ۔ زیادہ چہ گویم ۔ والسّلام ۔

ایں رقعہ بیکے از مریداں شرف صدور یافتہ

۴۳ ۔ بیکے از مریداں ۔ عرضداشت دور ترین مخلصاں محمد الباقی نمی داند کہ چہ نویسد نہ دلے کہ مرآت شیون و احوال خود شدہ محصلے بدست آرد و نہ بالی کہ بقوت فصاحت تمثالی از شکست و ریخت باطن بر عرصۂ ظہور بنگارد ۔ القصہ ہماں طفلم کہ نہ از مرض آگاہم و نہ از بیان ایں کہ بر سر آنم و باظہار وجود سید طریق ترقی می کنم نیز از قوی ترین مرضہا است ؎

ہر چہ گیرد عِلّتے عِلّت شود

ایں ہا ہمہ یک طرف خود را بر شاہراہ فضل و کرم انداختہ ام ۔

تو بعلمِ ازل مرا دیدی

دیدی آنگہ بعیب بخریدی

تو بعلم آں و من بعیب ہماں

رو مکن آنچہ خود پسندیدی

عروۂ وثقی ہمیں قبول است حق سبحانہ و تعالیٰ آثار و برکات آں بظہور رساند ۔

مخلصی بعنایت الٰہی و برکت صحبتِ عالی حضرتِ ایشاں از کسب و معیشتگی کہ داشت قطع نظر نمودہ بود و دریں وقت بحسب ضرورت و حکمِ سلطانِ وقت از شرفِ صحبت دور افتادہ بود ۔ ایں رقعہ برائے او نوشتہ بودند ۔

۴۴ ۔ بر مخلصے ۔ الحدیث ۔ انما الاعمال بالنّیات و لکل امرءٍ مانوی فمن کانت

ھجرتہ الی اللہ والی رسولہ فھجرتہ الی اللہ والی رسولہ (الحدیث) مبارک باشد ہر کہ تہی کیسہ تر آسودہ تر خصوصاً دریں وقت کہ دُنیا طلبی و عزت جوئی عین بے دینی و چشم از آخرت پوشیدن است آنچہ سابقاً مرقوم بود نہ باختیار ما بود شکستہ دلی ہائے خلق بیک بار خاطر ما را در ربود و در تحت سلطان شفقت علم التعظیم لامر اللہ جمال خود را از ما پوشیدہ قلب المومن بین الاصبعین من اصابع الرحمٰن یقلبہا کیف یشاء با ایں ہمہ ہمچناں بر سر آنیم کہ تعظیم امر والدہ در اموریکہ علماء دین پرور قرار دادہ اند اہم امور است تحقیق و تفتیش بلیغ نمودہ ساختہ و مہیا خدمت باشند۔ مرضی ولی نعمت آنست کہ خود را جانب کابل بکشند و جہت شماددِ معاشی باماد آشنایاں دراں جانب بگیرند چنانچہ بمرزا کو کہ و والدۂ ایشاں و بعضے از عورات دیگر ایں معنی را ظاہر ساختہ اند انشاء اللہ العزیز آنچہ مرضی حق باشد بر آں قرار یابد سخن خواجہ عبداللہ انصاری است کہ اگر نخواستی دادنہ دادمی خواست غایتش دریں میاں نازہا و محبوبی ہا می رود۔ ایں نیز پستنی است۔ مثنوی ؎

چہ خوش نازی است نازِ خوبرویاں

ز دیدہ راندۂ و ز دیدہ جویاں

بچشمے ناز بے اندازہ کردن

بدیگر چشم عذرے تازہ کردن

اگر نیک درنگری از تو ہمیں طلب و نیازمندی و بے آرامی مقصود است نہایتِ محبت آن است کہ جز محبت طلبی نماند۔ مثنوی ؎

عشق عاشق چو سر کشد بکمال

باشد از غیر عشق فارغ بال

عشق را تبد گاہ خود سازد

دل ز معشوق ہم بپردازد

ازیں جا است کہ در عین مراد از مراد نامراد شوی ؎

دریں مشہد کہ انوارِ تجلّی است — سخن دارم ولے ناگفتن اولٰے

دریں روزہا داعیہ سیر ولایت قوی گشتہ امید است کہ بعد از چندروز دیگر متوجہ شویم خدمت میاں شیخ الہداد خویشتن داری کردہ خود را بودن و ماندن قرار دادہ از طوبیٰ لمن یکون معہ فیضونہ فوزاً عظیماً۔

بیت ؎

داغ بے یاری و دردِ بے دلی

ایں ہمہ برخود پسندیدیم و رفت

بارے ہر گرا ملازمتِ ایشاں میسر شود غنیمت است حقّا و بعزت اللّٰہ کہ نہ بتکلف میگویم

؎ دادیم نشان ز گنجِ مقصود ترا

گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

---

۴۵ - حق سبحانہ و تعالیٰ لطیفہ انسانیہ را بر صراطِ مستقیم دارد۔ توجہ راست کہ گرفتار غیب ذات بودن و از حقائقِ توحیدیہ و فروغ آں پرہیز نمودن است بالاترین ہمہ سعادتہاست انشاء اللّٰہ العزیز صفائے آں و استقامت وراں روزے گردد۔

ایں رقعہ بجانب یکے از امراء کہ اظہار اخلاص می نمود بالتماس و مبالغہ مخلصے کہ خود را در لباس صلحا می گرفت قلمی فرمودہ بودند۔ و آں مخلص را دریں التماس میا آخرت بود۔

۴۶ - بہ یکے از امرا۔ حق سبحانہ بمنتہائے مقاصد کہ ہمگی امر و فرمان شدن است رساند اعتماد جز براں نیست کہ ما و بائیست ما برخیزد و شرع و بائیست آں بجائے ما بہ نشیند۔ حقیقتِ آدمی کہ بہ نزدِ اہلِ تحقیق رُوح مجرد است مجال مخالفت بمعبود خود ندارد۔ چہ از عالم امر است۔ و عالم امر حلے را گویند کہ بجہتِ عدمِ قدرت بر نافرمانی نہی از فعل نامرضی دراں عالم واقع نشدہ۔ اما چوں تعلقِ حبّی بایں پیکرِ ہیولانی پیدا کرد خود را در وگم ساخت و باحکام او متحقق شد۔ تا بحدیکہ بسیارے منکر وجود خود شدند و ہیکل محسوس را بخودی برداشتند۔ فانی از خود و باقی بجوانی زیستند و بعضے پیشتر فرو رفتند و ظلمت وافر کسب کردند۔ ہوائے نفس را خدائے خود دانستند

بتمام منقاد فرماں او شدند القصہ مقصود آدم شدن است کہ از لوازم آن است انقیاد و تسلیم تام
و ایں جز بہ فنائے نفس و رُوح بدست نیاید و ایں فنا اگرچہ موہبت محض است شرائط دارد و آں
سبق کہ در خانوادہ عالیہ بعضے از بزرگان است مجملاً شامل شرائط است و بے آنہا حصول مقصود
بطریقِ سلوک متعذر و محال است و آنچہ گفتیم کہ ہمگی مقصود آدمی شدن است بجہت آن است کہ
دیگر ہرچہ از احوال و مقامات است از نتائج است ۔ اگر دریں نشاء بظہور نرسد در نشأ آخر کہ محل
ظہور نتائج است بر وجہ اتم و اکمل بظہور خواہد رسید۔ سبحان اللّٰہ چہ جائے احوال و مقامات است
و صاحب دولتے کہ بفنائے نفس و رُوح مشرّف شدہ لابد استیلائے شہود وجہ مطلق وصف
لازم باطنش گشتہ حقیقت آں ۔ رباعی بزرگوار این است ۔ رباعی

امروز دریں خانہ یکے رقصاں است

کہ کل دو کوں پیشِ او یکسان است

گر در تو ز انصاف رگے جنباں است

آں ماہ دراں کار تو ہم تاباں است

غذائے رُوحش شدہ من حیث الباطن نہ خبر از خود دارد و نہ از ماسویٰ ۔ اگرچہ من حیث الظاہر
حاضر است بر آنچہ می رود کما تقرر عند الذاہبین الی اللّٰہ والسلام علی من اتبع الھدیٰ
از جملہ فنائے رُوح آنست کہ دنیا و آخرت در نظر ہمت حقیر در آید و در کشف عظمت و کبریائی
حق کرامات و مقامات از خاطر محو گردد۔ طالبان و سالکان راہِ حق را قدم اوّل در طریق توبہ نصوح
است چہ جوہر اول را کہ آئینہ جمال نمائی مقصود است بقدر معصیت و نافرمانی و غفلت و پریشانی
ظلمت و زنگار فرو می گیرد و بقدرِ ظلمت نابینائی و تردّد ظہور می کند۔ ہمہ خرابی ہا ازیں جاست ۔
مقاصد را بچراغ دُود ناک آلودہ بمعاصی می جویند۔ لاجرم بدلالت مظاہر اسم المضل در بادیہ
حیرت و ہاویہ بطالت می اُفتند سخن آں عارف ربانی ابو الحسن خرقانی است کہ راہ دوست یکے از
بندہ بحق و دیگرے از حق بہ بندہ ۔ اوّل ہمہ ضلالت بر ضلالت است ۔ دوم ہمہ ہدایت بر ہدایت است
آدمی چوں آئینہ دل بکمال صفا رسید و نور ظہور ہستی حق تاباں شد معنی یھدی اللّٰہ لنورہ من یشآءُ
روشن می شود و حقیقتِ ایمان روئے می نماید۔ اکنوں در ہرچہ رجوع بدل می کند بحق می کند

قلب المومن عرش الرحمن ازیں جاست۔ ایں دل خزینۂ اسرار و صدف چندیں ہزار دُرِّ شاہوار است۔ خطاب حضرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کہ استفت قلبک باایں چنیں صاحب دولت است الغرض چوں بتاثیر اسم الہادی ارادۂ وصول بمقصودِ حقیقی و مشرف شدن بایمان تحقیقی در صاحب دولتے پیدا شد۔ قدم اول آں است کہ در پرتو نور معرفت و ایمان بہ بیند کہ گناہ زہر قاتل است و وے ایں زہر بسیار خوردہ و بہلاک نزدیک رسیدہ بضرورت پشیمان شود و ہراسے در دلش پدید آید و در مقام تدارک آید۔ چوں کسے زہرِ قاتل خوردہ و پشیمان شدہ و ازاں ہراس انگشت بگلو فرو می برد و تدبیر دارو می کند تا آں اثرے کہ از زہر حاصل آمدہ از خویش بیروں کند ہم چنیں چوں بہ بیند تائب کہ ہر شہوت کہ راندہ است چوں انگبیں بودہ کہ درو زہر تعبیہ بودہ است درحالے اگرچہ شیریں بودہ باخر اثر پیدا کند و روئے پشیمانی پدید آید برگزشتہ و آتشِ خوف و پشیمانی شرہ شہوتِ گناہ را بسوزد و آں شرہ بحسرت بدل شود و عزم کند کہ گزشتہ را تدارک کند و در مستقبل بر سر آں نشود۔ ہمہ حرکات و سکنات بدل کند پیش ازیں اگر با اہل شادی و رنج بود اکنوں با اہل معرفت باشد پس نفس توبہ پشیمانی آمد و اصل آں نورِ معرفت و ایمان و فروع آں بدل کردن احوال و نقل کردن جملہ اندام ہا از معصیت و مخالفت و روئے آوردن بطاعت و موافقت ـــــ پس صاحب ہر نفسے را کہ ایں معنی بظہور نرسد ہر رنجیکہ کشد ضائع است و بیہودہ باید کہ آگاہ باشد کہ ہنوز از طالبان نشدہ طلب حق حقیقی منبعث از معرفت و ایمان است و نور ایں ناچار آں معنی را ظاہر می سازد و اگر صورت طلبی در نظرش می آید منشائے آں طبعی است کہ بحظوظِ نفسانی خو گرفتہ چہ در شنیدن مقامات و احوال ایں طائفہ و بزرگی شان ایشان خود را و احوالِ خود را ناقص و ناچیز می یابد۔ حبِّ جاہ عند النّاس و یا عند الحق درحرکت می آید و خلقے در و پیدا می شود اما ثمرہ ندارد و آرے ثمرہ آں دم دہد کہ بیقین بداند کہ ایں احوال و مقامات بورزش شریعت حقّہ بہم رسیدہ باشد و در مقام ورزش افتد ناچار از مخالفات رو گرداند و بموافقات بیارامد صورتِ توبہ بدست آرد و بلے صورت طلب جز صورت توبہ برنہ بدہد تا آنکہ ایں نیز جز بنور ایمان بشریعت بدست نیاید ازیں مقدمات روشن شدہ کہ توبہ نیز ازاں جانب است چہ ظہور نورِ معرفت و ایمان ازاں جانب است ایں جا سخن قطب وقت خود شیخ ابو الحسن

خرقانی رحمۃ اللہ علیہ را معنی دیگر بدست آمد مخفی نماند کہ توبہ را درجات است۔ درجہ اوّل توبہ از کفر است بعد ازاں از ایمان تقلیدی بعد ازاں از صفاتی کہ تخم ایں معاصی است چوں شرہ طعام و شرہ سخن و دوستی مال و جاہ و حذر کرد ریا و امثال ایں مہلکات بعد ازاں از وسواس و حدیث نفس و اندیشہائے ناکردنی بعد ازاں از غفلت از ذکر حق و اگرچہ ساعتے باشد چوں درجات ذکر را کہ عبارت از حضور و آگاہی است نہایتے نیست توبہ را نیز نہایتے نخواہد بود چہ توبہ از ہرچہ ناقص است واجب و لازم است۔ پس در قدم اوّل پشیمان شدن از ہرچہ گزشت و عزم برانکہ در آئندہ آنچہ قدرت داشتہ باشد بر سر آں نیاید از لوازم طلب است ایں چنیں توبہ اگرچہ در قدم اوّل ظاہر می شود ہیچ وقت از سالک منفک نیست سخن سہل تستری رضی اللہ عنہ کہ توبہ آن است کہ گناہ فراموش نکنی۔ نظرے بر ایں معنی ہم دارد چہ توبہ ہر گاہ پشیمانی از جمیع حجابات و منازل باشد ہرگز بآخر نمی رسد المرید ھو الرامی باول قصدہٖ الی اللہ چوں انجذاب از مبدو حقیقی شدہ نظر باطنش برانجا افتادہ ہرچہ درمیان است گناہ دانستہ ہمیں نظر جمعے مشاہدہ را بر مجاہدہ مقدم داشتہ اند و آں نصوح کہ صفت توبہ افتادہ فعولی است بمعنی فاعل یعنی کثیر النصح و کثرۃ النصح ہمیں اعتبار می تواند بود اگرچہ معانی دیگر نیز وارد و بعضے از انہا ایں است کہ حسرت و پشیمانی توبہ چناں لازم تائب گردد کہ قدرت بر ارادۂ اقدام بر گناہ نماند و آنچہ آں بزرگ گفتہ کہ توبہ آن است کہ گناہ فراموش نکند مطابق این است و آنچہ از سید الطائفہ جنید مروی است کہ توبہ آن است کہ گناہ را فراموش کنی ہم از روئے این است آنجا یاد داشت حسرت و ایں جا فراموشی حلاوت فالنصوح مبالغۃ الناصح بمعنی قوی النصح غایۃ قوۃ او کثرۃ النصح بمعنی انھا ینصح التائب لحظۃ بعد لحظۃ فیحفظ عن استماع حدیث النفس وتلبیس الخناس فی اظھار المعاصی المھلکۃ فی صورۃ المحسنۃ۔

ایں رقعہ بیکے از خلفاء در جواب عریضۂ کہ رسیدہ بود قلمی فرمودہ اند۔

۴۷۔ بہ یکے از خلفا۔ حق سبحانہ وتعالٰے یوماً فیوماً آثار عنایت و انوار ہدایت را در تزاید

وارد و سخنی در باب درویشی که بطریق رابطہ مشغول بود و در سطوت آں مغلوب و غائب می گشتہ نوشتہ بودند۔ ایں نوع چیزہا چہ لازم است کہ از ما پُرسند۔ در اوقات صاف از اکابر باہم از رُوحانیت فقیر تحقیق نمائند و اگر بناگاہ تحقیق نشود پس بطریق خفیہ بے وقوف طالباں بنویسند بارے مضیٰ مامضیٰ اکنوں علاج آں نوع مشغول آن است کہ روزے چند کارہائے دنیوی را بگوشہ بگزارد و بجد و اہتمام تمام اوقات خود را مصروف آں شغل سازد تا از مراتب صور و اشکال عبد نمودہ بشرف حضور برسد و دراں تمکن یابد و در اوقات شخصے را متعین کنند تا او را حاضر سازد و اگر در اثنائے شغل او توجہات متعدد برو برسد امید است کہ زود تر عبور نماید امّا بشرطیکہ حقوق عیال دامن گیر او نباشد و الاہماں توجہ اوّل کافی است لیکن در اثنائے شغل اگر دروازہ کشف را برو بکشایند و سیرش بعالمِ مثال افتد اصلح و اولیٰ آن است کہ او را بگویند کہ نفی آں وقائع بکند و نظر خود را از دائرہ وجود خود بیروں نبیند از و ہمیشہ سعی در صفا و فنائے خود می کردہ باشد مگر آنکہ غیبتے دست دہد۔ آں زماں خود را باں بے شعورے دہد و اگر در اثنائے بے شعوری باز صور مثالیہ ظہور کنند ہماں نفی را از دست ندہد کلمہ بازگشت را کہ خداوندا مقصود من توئی و رضائے تو در نفی وقائع دخل تمام است۔ اگر بعضے از فنا ارواح انبیاء و خواص اولیاء ظہور کند محل اعتبار نسازد کہ اکثر لطائف ایشاں است نہ ایشاں و محقق شدہ کہ در انسانِ کامل ہفت لطیفہ است لطیفہ قالبی و لطیفہ نفسی و لطیفہ قلبی و لطیفہ رُوحی و لطیفہ سرّی و لطیفہ خفی و لطیفہ اخفیٰ و معتبر رُوح مظہر انسان است کہ مجمع لطائف است و آثار ہر لطیفہ علیحدہ چنداں معتبر نیست اگرچہ ظہورِ ایشاں مبشّر سعادت است۔ والدّعا

یکے از مخلصاں مستعد بود کہ سر رشتہ دقائق ارادت و حقوق خدمت را می دانست و ازیں سبب متفکر می گشت ایں کتابت برائے او نوشتہ بودند ہنوز قاصد نبردہ بود کہ بتقریبی غیب پیش آمد و ایں وعدہ توجہ قریبہ عظیمہ کہ دریں کتابت است بدیگرے از اصحاب کبار کہ حاضر بود بظہور رسید و ہمیں کتابت را باں عزیز دادند و انواع ابواب ہدایت و ارشاد برو کشادہ شد۔

۴۸- بہ یکے از مخلصان مستعد

کاری مکن کہ وحشت اشکم فزوں شود
صیدی چوں من ز دامِ وفائیت بروں شود

مرغ دست آموز شما مزاج نازکے وارد واللہ کہ بدست ایں مسکین نیز نیست کم پروانی
است گرم وسرد ایں بیاباں ندیدہ بالجملہ بنازش می باید داشت بسنّت اللہ تعالےٰ بریں جاری
است کہ اعزاز واسطہ وتعظیم اومورث فیض لاتیناہی است ؎

چوں زمای بغیر ماہنگر
الحذر الحذر زغیرتِ ما

زیادہ گستاخی است انشاء اللہ تعالیٰ دریں پنج شش روز متوجہ شما خواہیم شد پیش
ازیں بیک روز یک نوعے اشارت شد باآنکہ اہمال در توجہ بجانب شما نکنیم واز ہمیں جا غائبانہ
نیز ہمت بر ترقی شما بر بندیم بتوفیق اللہ تعالےٰ تقصیر نخواہیم کرد- دیگر ظاہر شد کہ شما را فی الجملہ
جنگ ونزاعے درمیان است اینہا و چنین وقتے چہ مناسب اہتمامے نمائید کہ از عین الیقین
بحق الیقین رسیدہ دراوج بقا باشند نزول فرمائید تا آثار سِیر معشوق در عاشق مشاہدہ افتد و معنی
مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی ذوق شود وسہ کل شئی ھالک الا وجھہ
بتحقیق رسد خلافتِ الٰہیہ جز دریں موطن صورت نمی بند وسلطانِ مملکت تحقیق خواجہ احرار
می فرمودہ اند کہ تا پرتو مارمیت اذرمیت درباطن نیفتد واصل نمی تواں گفت کسے راگماں
نشود کہ ایں معنی در ظہور انوار توحید بدست می آید- ہمہ را بہ نعت ہمگی دیدن دیگر است وہمہ را بنعت
یگانگی دیدن فہم من فہم ایں معنی ظہور کان اللہ ولم یکن معہ شئ است چنانچہ در ازل
بود و بازمرا لآن کما کان دیگر است و دقیق است گنجائش تحریر و تقریر ندارد-

والسّلام والاکرام

ایں رقعہ بیکے از خلفا صادر شدہ

۴۹- بہ یکے از خلفا محبّت نامہ آں خلاصہ مخترعات مشیر از احوال و آثار رسید حق سبحانہ وتعالےٰ

باعلائے درجات ومنتہائے مقاصد برساند مکشوف ضمیر فیض پذیر خواہد بود کہ وقت بغائت نازک است ہمہ مہمات رالنسیاً منسیاً می باید کرد وبتمام قوی ومشاعر آں رابطہ مقصود رالقلب صنوبرے می باید رسانید تاکمال حق الیقین بظہور رسد مانیز درین پنج شش روز متوجہ شما خواہیم شد۔ اشارت خواجہ بزرگ براین است کہ شمارا درین وقت تنہا نگذاریم۔ ہرچند کہ ازین جانیز غافل نیستم چہ تواں کرد مارا خادمِ شما ساختہ اند یا داؤدُ إذا رأيتَ لي طالباً فكُن لهُ خادماً الحمد للہ والمنۃ

۵۰۔ زادکم اللہ تعالےٰ شہوداً ومعرفۃً صورت واقعہ جمیل است اِنشاء اللہ تعالےٰ آں راکہ فنا سوختہ شدن تعینات وظہور آتش تجلی است بروجہ اتم ظاہر گرداند می باید کہ متفرس ومتجسس باشید کہ توحید وجود ونسبت سابق چہ رنگ پیدا کردہ وچہ تفاوت یافتہ اگر رنگ دیگر است وترقی در درجات ہست پس صورت معنی جدید است والا صورتِ حال سابق مطالع افتادہ بارے بعد از ملاقات متحقق خواہد شد ایضاً

ع او بما از ما بسے نزدیک تر

ایں اشارت بکمال قرب است کہ از صفات سلبیہ است وعبارت از عدم بعد است یا تفرقہ باعتبار صورت وحقیقت است یا ثانی عبارت از صورت است ویا اول عبارت از حقیقت و قرب مطلق است نسبت بمقید از صفات سلبیہ است وقرب مقید بمقدار صفات ثبوتیہ بلکہ قرب مخصوص تو ہمے بیش نیست العالم غیب لا یظہر قط۔ اصلی است محقق والسلام

۵۱۔ ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ۔ کلامیست جامع مرظہور امور برخلاف ارادت راوظہور حق وفنائے مطلق راکہ شعور بشعور نیز نماند خواہ مرء را عبارت از اندیشہ بگیرد خواہ قلب را یعنی رفع شعور بالکلیہ جز بشہود ذات الٰہی میسر نیست واگرچہ ضعیف الحال در ابتدا بایں معنی مطلع نباشد ہم چنیں خواہ مرء را عبارت از تعین اوّل گیری خواہ متعین واگر قلب را عبارت از اں حقیقتِ جامعہ کہ عرش الرحمٰن است گیری نیز تمام است چہ مانع از ظہور آں

حقیقت مرادات و خواطر پراگندہ است و مجموع ایں ہا صورت تجلیات حق از من لم یملک عینہ فلا قلب لہ صاحب دل کسے است کہ بمرتبہ عین رسیدہ است و مقرر است کہ ارادہ وجہ باقی مسخر است چہ ارادہ بے شعور بمراد متصوّر نیست و ہمیں شعور عبارت از عین است پوشیدہ نماند کہ توجہے کہ نزد فقدان شعور بعد از ظہورش سالک را می باشد با وجود کہ مطلقاً بے شعور نیست و آں نیز حالے است مندرج در علم بے او با اوست فی الحقیقت ارادہ وجہ باقی نیست بلکہ ارادہ حصول اوست پس آنرا کہ متصرفاتِ الہٰیہ باطلہ نظر منصرف باشد ہلاک اوست چہ آدمی بوجود دل نسبتے بآدم دارد ؎

ہر کس کہ بصورت آدمی شد — خاصیت آدمش ندادند
ایں سر نہ زہر سری تواں یافت — تا نور یقیں کجا نہادند

---

۵۲ - از سہل تستری پرسیدند کہ ما الیقین گفت الیقین ھو اللہ اکابر طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اروا حھم فرمودہ اند کہ طریقہ ما دوام حضور و آگاہی است بے آنکہ پراگندگی عزیمت و فتور متخلل شود خواہ در لباسِ ذکر و خواہ در صورتِ توجہ و خواہ بتوسط رابطہ کیف ما کان مقصود حضور مع اللہ است۔ ہرگاہ حضور بکیفیتی شد کہ شعور بوجود غیرے مزاحم او نشد آں حضور را وجود عدم می گویند و ہرگاہ کہ ایں معنی ملکہ سالک شدہ مشاہدہ می گویند و ہرگاہ نعت حضور را نیز از خود ندید بفنائے حقیقی مشرف شد ایں جا معنی لا یعرف اللہ الا اللہ متحقق می شود۔ و دریں موطن نہ ارواح است نہ اشباح شہود بجانب مشاہدہ افتاد۔ ہرگاہ لباس وجود حقانی پوشیدہ بظاہر آید

لے چہ فیض حق ناگاہ رسد امّا بر دل آگاہ رسد۔ دوام بردل آگاہ رسد۔ دوام مراقبہ دولتے است بس بزرگ سبب قبول دلہا است و قبول دلہا نتیجہ قبول الٰہی است۔ القصّہ چوں حال بریں منوال است روزے چند خود را بر قبلہ خود دوختن فرض راہ است۔ دریں طریق اوراد و اذکار مختلف نیست کہ بعد از فراغ آنہا بہ کارہائے دیگر پردازند۔ وِردِ اینہا ہوش در دم است سخن حضرت مولوی خجستہ فرجامی مولانا عبدالرحمٰن جامی است کہ اوّل چراغ روشن می باید کرد و بعد ازاں بمطالعہ مشغول می باید شد ؎

دل خم را مے کہ داری دل در و بند — دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند — منہ قدس سرّہٗ

ومجموع صفات خود را همچوں حضور در خود نیابد تواند بود که فضل الٰهی مدد نماید[1] و فصول واجناس اجسام را اعراض بر بیند وبودن اعراض را از معقولات ثانویه دریابد و سر الاعیان ما شمت رائحة الوجود در و آشکارا شود و بزبان حال بایں ترانه مترنم آید۔ رباعی ؎

تا حق بدو چشم سر نه بینم هر دم

از پائے طلب نه می نشینم هر دم

گویند که بچشم سر نتواں دید

آں ایشانند من چنینم هر دم

و آنکه در راهِ سلوک تجلیاتِ الٰهی را بعضے سه قسم نهاده اند وقسمِ اوّل را که تجلّی صوری است نسبت بمبتدیاں داشته اند وقسمِ ثانی را که تجلّی معنوی است نسبت بمتوسطاں داشته وقسم ثالث را که تجلّی ذاتی است نسبت بمنتهیاں داشته اند وهم چنیں آنکه بعضے چهار قسم داشته اند بایں طریق که قسمِ اوّل را دو قسم کرده اند۔ تجلّی صوری وتجلّی نوری نام نهاده اند و طریقهٔ اکابر صریحاً نیست از مهلک الحاد وحلول وتشبیه فارغ[8] از غائت الامر در ظهور وجود عدم اسرار غامضه است بعد از رسیدن نهایت بعضے ازاں اسرار منکشف می شود و تجلّی صوری و نوری ومعنوی را در آں مشهد مندرج می نماید۔ اکابر در کتب تصریح بایں معنی نکرده اند ما نیز طریق متابعت سپرده قلم را از تحریر آں نگهداشتیم۔

بیکے از طالبان نوشته بودند

ایں کتابت را بتقریب بزرگ زادۂ مخلصے بر وفق استعدادِ او نوشته شده که مائل بمراتب علیائی توحید بود نوشته بودند۔ و چوں نسبت ایں سلسلۂ شریفه جامع نسبت است

---

[1] اول در آمد اینها در فنا است که محل انوار تجلّی ذات است۔ اینها رفع تعیّنات از وجه ذات احد می کنند۔ چوں مبدء و مرجع همه است حقیقت بدیکبار منکشف می شود مشاهده در مظهر است امّا مظهر درمیان نه ع چوں شوی فانی احد بینی همه منه قدس سرهٗ

از راہِ توحید بمقصودِ حقیقی راہبری نمودہ اند و اگر نہ تقید بتوحید را بانسبت ایں برگزیدگان جمع نمودن صورت پذیر نیست۔

۵۳۔ بہ بزرگ زادہ مخلصے۔ حضرت حق جل جلالہٗ وعم نوالہٗ از اطلاق تنزل نمودہ در لباسِ ارواح متجلّی شدہ ارواح را از غائت لطافت قوت آں داد کہ بہر چہ متوجہ می شوند حکم آں می گیرند و رنگ آں می پزیرند و از غائت[1] امتزاج خود را ازاں نمی شناسند چنانچہ عامۂ ناس خود را از ہیکلِ ہیولانی امتیاز نمی کنند و ایضاً ہر مخلوقے جمیع مخلوقات را مندرج ساختہ چوں ایں چند مقدمہ معلوم شد بدانکہ ہرگاہ روح متقید گرفتاری را بخواہند کہ لباس تقید و تعلق از بر بکشند و بوطنِ اصلی خود برد بعضے از اذکار را کہ حکم برزخ دارد من حیث الوضع مناسب اطلاق است و من حیث التلفظ والتخیل مناسب تقید مونس او می گردانند سریعاً او بطیئاً علےٰ حسب الاستعداد روئے باں جانب می آرد۔ چوں رشتہ تعلقش ببدن عنصری محکم است و معہذا لک توجہ بقلب صنوبری کہ معظم ارکان اوست می فرمائند درہمیں شاہراہ می درآید تا مشاغل بیرونی رو بانہدام نہد حواس معطل شود۔ قوت لامسہ کہ مدار علیہ دریافت صورت بداں است از ہم فروریزد چوں

---

[1] در نفقرات قدسی آیات خواجۂ ما مسطور است کہ واذکر ربک اذا نسیت یعنی اذا نسیت غیرہ ثم نسیت نفسک ثم نسیت ذکرک فی ذکرک ثم نسیت فی ذکر الحق ایاک بکل ذکر خواجہ ما بزرگ مشغولان طریقہ را در مقدمۂ ظہور بیخودی می فرمودند کہ۔ مراماں ز خود را بہ آں بیخودی در دہ ؎

در راہ خود اول ز خودم بیخود کن — وانگہ بیخود ز خود بخود راہم دہ

در اشتغال بفرائض و سنن مؤکدہ چارہ نیست۔ صاحب لمعات دریں معنی میگوید ترک محبوب غالباً بعدِ فراق محب می طلبد ؎ ہجرے کہ بود مراد محبوب — از وصل ہزار بار خوشتر

کار بر خود دراز نمی باید کرد۔ سعی و اہتمام می باید کرد کہ ملکۂ یادداشت حاصل شود آں زماں ہر مباحے کہ خوش آید بکنند ؎ استاد تو عشق است چو آنجا برسی — او خود بزبانِ حال گوید کہ چہ کن منہ قدس سرہٗ

ھذہ الدائرۃ فصل عن الوصل — منہ قدس سرہٗ

فصل الدائرۃ مغنی عن الوصول — منہ قدس سرہٗ

معیت رُوح با بدن ثابت است وجود حقیقی بداں کہ پر توصفت حیات است تجلّی نماید وچوں تلبس ظاہر وجود باحکام حقائق الٰہی موجب تعدد وجودے نیست حقیقت منکشف شود و فنا وست دہد چہ تجلّیٔ معنوی معیت است وبقائے مترتب برآں مورث بی یبصر وبی یسمع وکمال ایں آنکہ ؎ رُباعی

عشق آمد وشد چو خونم اندر رگ وپوست

تاکرد مرا تہی وپر کرد ز دوست

اجزاء وجود من ہمہ دوست گرفت

نامی است ز من بر من وباقی ہمہ اوست

وازانجا کہ الکل یندرج فی الکل است درحالت[1] شعور باختیار خود متمکّن دریں مقام بہ تجلّی نوری کہ عبارت از تجلّیٔ بصورتِ نور بیرنگ بے حیّز بے شکل است می تواند مشرّف شد چہ ایں فرود منزل است ایں است وفائق منزل وجود عدم اما وجود فنا درمقام لایعرف اللہ الا اللہ است وایں فنا را فنائے اتم می گویند۔ جناب ارشاد مآب مخدومی وقبلہ گاہی مولانا خواجگی قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ در اشارت بفنائے اتم ایں بیت می خواندند کہ ؎

مدح وذمت گر تفاوت می کند

بُت گرے باشی کہ رویت می کند

می فرمودند کہ تاثیر مدح وذم باید کہ آں توجہ وشکستگی را کہ بجانب حق سبحانہ است مزاحم نشود تا فنائے اتم گویند ازیں جا معنی آں سخن کہ از خواجہ بزرگ قدس سرہٗ مروی است کہ وجود عدم بوجود بشریت عود کند اما وجود فنا ہرگز عود نکند معلوم می شود والسّلام والاکرام

---

[1] ایں جا حقیقت رُوحانیت کہ مظہر تجلّی حق سبحانہ بنعت احدیت است ظہور کند۔ خواجۂ ما قدسی آیات خود می فرمائید کہ پوُیدہ شدن وتہی گشتن دل از ماسوائے حق سبحانہ دلیل است بر مظہریت مر تجلّی حق سبحانہ را بنعت احدیت کہ نیل معارف بحقائق اسماء وصفات ایں معنی متعذر است واضح باشد کہ گرفتار مشاہدہ نیز گرفتار غیر است ایشاں درعین مراد از مراد نامراد اند۔ منہ قدس سرہ

۵۴ ۔ دعاگو محمد الباقی در آگرہ گستاخی نمودہ ایں کتابت سر بمہر را مفتوح ساخت و نیاز خود را در ضمن عرض مرسل کتابت اندراج نمود انشاء اللہ العزیز مقبول افتد ہر چند کہ ایں پروانجات جمیعہم برمحل و کثیر الاجر است و دخل در قبول وجہ یاں او موروث ثواب لیکن چوں سابقہ محبت و معرفت مانسبت بمیان شیخ رفیع الدین واقع است درباب پروانہ ایشاں زیادتے التماس اظہار می کند حسن امید آں است کہ در محل قبول افتد۔ ثانیاً گستاخی می نمائید کہ مروی است وجوہ استحقاق از صلاح علم و معنی درویشان و ارتباط نسبتے باکابر ایشاں دارد و بعلت احتیاج و بعضے حوادث ضروریہ مبلغ دو بیست روپیہ محتاج الیہ او شدہ آں درویشی درباب ایں احتیاج بغائیت مضطر و متفرق است ۔ ایں خیر را بخیر اتیکہ جناب خواجہ حسام الدین مستور ساختہ اند جمع نمودہ در محل لائق سہل الحصول تنخواہ فرمائید موجب سرور دلہائے مومناں خواہد شد ۔

ایں رقعہ بشیخ نظام تھانیسری کہ یکے از مشائخ وقت است و بمقتضائے آنچہ از زبان ہر یک شنودہ می شود دریں زماں سلوک ہیچ یک از درویشان ہند باو نمی رسد بتخصیص چشتیاں و چوں خود تحقیق عقائد اہلِ دیں و تفحص طرق اہلِ طریق نہ نمودہ و باایں از قوت فہم و روشنی باطن در ادراک سخنان طریقہ کہ با صطلاحی وابستہ نباشد فہم و ذوقے دارد و از تصنیفات اکابر در مجالس خود حاضر نمودہ ترجمہ عربی و یا فارسی را از بعضے طالب علماں و علماء زبان دان شنودہ قیاس باو راک سلوک و مشرب خود تحقیق آں مبحث می نماید و چوں علماء مذکور در بیان ترجمہ و اصطلاح مردم غلطہا می زنند چہ فہم سخناں بزرگاں از مشکلات است و تحقیقات و تصنیفات شیخ مذکور مبنی بترجمہ مسطورہ است دریں تصانیف نقصانہا و غلطہا ظاہر می شود و بواسطہ گرمی وقت و امتیاز شیخ مذکور از اقران خود مرجع خلق است و نیز برحسب ایں ترجمات غلطہا و نقصہا بہ بعضے اکابر و گزشتگان اسناد می نمود حضرت ایشاں نور مرقدہٗ بواسطہ اظہار حق بالمشافہ کلمات الحق بظہور رسانید و نیز ایں کتابت دراں باب بمشارٌ الیہ نوشتہ فرستادند و بعد ازاں دراں مسائل بہبوت عنہ از بعضے یاران ایں عزیز دیدہ شد تغیرات تقریری می کند لیکن یقین نہ شد کہ شیخ مذکور کہ در اصل جوہر عالی دارد پے بمقصو بردہ یا نہ حق سبحانہ مشارٌ الیہ را و ہمہ طالبان خود را در شاہراہ

شریعت دارد بجوده و وجود حبیبه صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم

۵۵- حق سبحانہ وتعالیٰ بمنتہائے مقاصد رساند مقصود ازیں ہمہ گستاخی جز رواج مذہب فرقہ ناجیہ کہ متوسلاں بکتاب وسنت اند وبشرف مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی مشرف اند۔ نیست۔ و ایضاً تحقیق سخن اکابر ایں فرقہ کہ طائفہ عالیہ صوفیہ اند منظور است۔ تا مبادا سادہ دلے بغلط افتد وطعن ایں برگزیدگاں را در دل جائے دہد یا خود ش در ورطۂ بد اعتقادی افتادہ ہلاک شود۔ الغرض آں روز در خدمتِ ایشاں بیاں کردیم کہ کشف ملکوت وجبروت داخل در تجلّی صوری است وکشف لاہوت شما نیز بطور صاحب لمعات داخل در تجلّی صوری است۔ چہ تجلی صوری نزد آں برگزیدہ عبارت از ظہور حق است۔ در صورت ممکنے از ممکنات موجودہ فی الخارج۔ خواہ از عالم حس شہادت باشد وخواہ از عالم مثال۔ خواہ ایں صورت نور بے رنگ بے شکل بے حیز باشد وخواہ امرِ دیگر باشد۔ ونزد ابو البرکات شیخ علاء الدّولہ سمنانی تجلّی نوری است و آں متوسطان سلوک را در بدایت توسط دست می دہد۔ شما خود عنایت کردہ فرمودہ بودند کہ تجلّی در صورت نور بے رنگ بے شکل بے حیز تجلّی ذات مطلق و دیگر درمیان مشہد اثبات رویت و دریافت بہ بصیرت می کند وایں دریں نشأۃ از خواص تجلّی صوری است بمذہب ثانی قطب المحققین وبرہان الموحدین خواجہ محمد پارسا در کتاب تحقیقات مفصّل بیان نفی رویت دریں نشأۃ کردہ اند از جملہ عبارات قدسی سمات ایشاں دراں کتاب ایں است ہمہ مشائخ اتفاق کردہ اند۔ بر تضلیل آنکہ ایں سخن گوید وتکذیب آنکہ ایں دعوی کند۔ ونیز آنند کہ ہر کس ایں دعوی کند حق سبحانہ وتعالیٰ را می شناسد وابو سعید خراز وجنید ودیگر مشائخ رحمۃ اللّٰہ علیہ در تکذیب وتضلیل مدعی ایں معنی سخن بسیار راندہ اند وکتب ورسائل بسیار ساختہ اند وکتب ورسائل ایشاں شاہد است بریں معنی۔ تم کلامہ۔ مخفی نماند کہ تجلی معنوی در صورت علوم ومعارف واذواق می باشد و فرق عظیم است۔ میاں علم وصورت مثالی۔ ومراد ازیں علم علمِ سالک است وتجلی ذاتی عبارت از ظہور ذات است در صورت اسمے کہ مبدء تعین صاحب تجلی است ومشاہدۂ جمال مطلق کہ در فنا فی اللّٰہ می گویند معنی دیگر دارد۔ وآں عبارت از انجذاب روح است۔ بہ جمالِ ہستی حقیقی کہ عبارت از حیثیتے از حیثیات ذات است۔ بہ کیفیتے کہ شعور بہ ایں انجذاب نیز نماند

بطور متوجهاں بوجہ خاص و مشاہدہ جمال ذات است و پردہ ہماں اسم بطور سالکان طریق تربیت ہر گاہ منتہی بہ آں اسم شود و مطلق گفتن باعتبار اطلاق اوست از تعینات گویند و تعین عبارت ازاں معنی است کہ از معقولات ثانویہ است نہ امر مشکل ۔ و امثال آن است و دیگر صور مثالیہ را کہ عالم جبروت می گویند صفات حق نداند صفات حقیقیہ علم و قدرت صفات اضافیہ عبارت از خالقیت و رزّاقیت و امثال آنہا است دیگر کشف ملکوت و جبروت کہ باصطلاح شما است وعبارت از کشف در عالم حس و مثال است ۔ کشف در عالمے است کہ بحقیقت موجود است د وجود او عین وجود حق است نزد صوفیۂ موحدہ و غیر وجود حق است نزد علماء و بعضے از صوفیہ و اگر بہ ناگاہ کسے نہ عین و نہ غیر گفتہ باشد نہ باں معنی است کہ شما می گوئید و آں معنی مخالف عقل است بہ آں معنیست کہ نہ عینست من حیث الاطلاق و نہ غیر است من حیث الوجود ۔ و آنچہ بزرگان در صفاتِ الٰہی گفتہ اند معنی آں در کتب مبین است ۔ القصہ اگر شما را دریں سخناں توقفے باشد امر کنید تا چندے از عالمان محقق بلکہ بعضے از صوفیہ را نیز جمع کردہ بیان ایں امور نمایم ۔ بلنہ و کمال کرمہ

درسفارش عالمیکہ دولتمندے طلب نمودہ بود قلمے فرمودہ اند و ایں دولتمند در عبادت بغائت موفق و درزمرہ صلحا بود بر حسب ضرورت بخدمت سلاطین مبتلا شد و تاوقت تحریر آنچہ شنودہ می شود ہنوز او ضاعش بخیر مائل است و کثیر العبادت است ۔

۵۶ ۔ بیکے از دولتمنداں ۔ حق تعالےٰ و سبحانہ عافیت امور را و مستحسنات و مرضیات فرود آرد و انت ولیّی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین ؎

بس گبر کہ از کرم مسلماں کردی
یک گبر دگر کنی مسلماں چہ شود

بالجملہ مقصد ہمیں است امید کہ ہمتے بندید و فاتحہ بخوانید کہ حق عز و علیٰ ایں فرود افتادۂ عاجز را بمنتہائے ایں مطلب برساند بقیۃ المقصود خدمت مخدومی اخوندی بر حسب ارادہ شما ایں ہمہ ساخت قطع کردہ رضا و خوشنودی شما را بر فراغت و آرام خود اختیار کردند پاداش ایں عمل نیست مگر آنکہ شما نیز خوشنودی و رضائے ایشاں را برمراد خود بگزینید اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ

اصلی محقق است والدعا مع الاخلاص۔

۵۷۔ من از محیطِ محبت ہمیں نشاں دیدم
که استخوانِ عزیزاں بساحل افتادہ است

بعون اللہ تعالےٰ بولایت بلخ رسیدیم از جماعتے که در مسندِ ارشاد مقرر اند علم عدم مناسبت ذاتی تاثیری نیافتم بشمر خاں بقصد ملازمت ملاآگہ رفتیم۔ بحمد اللہ تعالےٰ بر منزلِ خود و بصفا در نظر آمد خدمتِ مولوی بکمال تجرید باطن اند آثار معرفت از دیوانِ شعر ایشاں که دریں ایام در اتمام آنند ظاہر و ہویداست و دسہ روز آنجا بودم زیارت مزار فائض الانوار برہان المحققین وحجۃ المسترشدین حضرت خواجہ احرار قدس سرہ دخاطر متمکن بود آنجا نیز نتوانستیم قرار گرفت شکستہ ومایوس طے منازل می کنم تا بعد ازیں چہ رُوئے دہد بفاتحہ امدادے نمودہ باشند بمنتہائے مقاصد برسند ناظم مناظم طریقہ درویش نظر مجذوب الاطوار بندگی قبول نمائند فریاد از نفسہائے از کشف برخاستہ وایشاں از حالِ ما غافل نباشند والسلام

صالحہ از منتسبان آستانِ ہدایت نشاں بود وتجویز آمدن بحضور شریف نمی فرمودند بہ تقریبے از شوہرش حال صالحۂ مذکورہ را پرسیدند وایں نوشتہ را فرمودند که شوہرش نزد او بردہ بخواند وبفہماند شوہر حیراں بماند که عورتے ہندی نامرادے[1] که فارسی خوب نمی داند ایں مضمون را چہ طور تواند فہمید لیکن حسب الامر رفتہ نزد او خواند ومعنی را ہندی گفت ظاہر شد که خوب فہمیدہ وایں صورت در نظر شوہر مذکور از خوارقِ عظمی می نماید

۵۸۔ بہ یکے از زنانِ صالحہ ملاحظہ بکنید که در وقتِ صفائے دل مراقب نفی و اثبات اند یا اثبات تنہا و بر تقدیر یکہ نفی و اثبات باشد تحقیق نمائند که نفی معلوم و اثبات مجہول است یا نفی معلومی و اثبات معلومی است یا نفی موہوم و اثبات معلوم است و بر تقدیر یکہ و اثبات معلومی است یا نفی موہوم و اثبات معلوم است بتقدیر یکہ اثبات تنہا باشد نیز تفتیش کنند که اثبات معلوم است یا اثبات مجہول است و در صورتِ اوّل معلوم جدید است یا قدیم بادے بر تقدیر

[1] شاید یہ "عورتِ ہندی نژادے" ہوگا (یزدانی)

اثبات تنہا کوشش نمائند تا اثبات مجہول شود ؎

وا ند اعمی کہ مادرے دارد

لیک چونے بوہم در نارد

القصہ سعی و اہتمام در نفی می باید کرد و ہیچ معلوم در خاطر نمی باید گزاشت۔

۵۹- حق سبحانہ و تعالےٰ تاجِ کرامت و لباس معرفت و محبت خود را بر وجہ اتم عطا نمودہ مستقیم دارد۔ ایں از پا در افتادہ گرفتار را بہ پرتوے ازاں مشرف گرداند و رعنایت نامہ جناب خواجہ حسام الدین مرقوم بود کہ واسطۂ نانوشتن کتاب بغلانے عدم ظہور احوال و مقامات است چہ حکایت رسمے را چہ نویسم عجب است نسبت محبت و وِداد طالب زواید اخبار نیست مجرّد صحت و استقامت شریعت و صفائی توجہ بحضرتِ بیچوں و غلو محبت و گسستگی از ماسوی مطلوب است اللّٰھم ارزقنا بحرمۃ النبی وآلہٖ

۶۰- بہ شیخ احمد سرہندی۔ برادر عزیز میاں شیخ احمد و محمد صادق دُعائے مخلصانہ قبول نمائند کتابتے کہ مشتمل بر شرح احوال مشارٌ الیہما بود رسید۔ الحمد للّٰہ والمنۃ کہ دوستاں را باخود می دارد در خاطر بود کہ جواب ہر مقدمہ را علیحدہ بتفصیل بنویسم غایۃ الامر تا مشافہہ مذکور نشود شفائے تمام حاصل نمی شود بنا برٓ علیہ ترک نمودیم بارے مجمل آنکہ حال محمد صادق بغائت اصیل است و حال شیخ احمد گاہے توحید است و عبارت غائت شاہد است از علم بعین آمد و از گوش بآغوش دراں مقام نوشتہ محلِ تفتیش است کہ یا رب مطالعہ احدیّت در کثرت یا توحید صوری اگر اوّل است مبارک است و کمال و اگر دوم است بر تقدیرے اصیل است و بر تقدیرے معلول اکنوں محل تفصیل تقادیر نیست اگر سوم است خود البتہ معلول است لیکن ظاہر عبارت مشارٌ الیہ ناظر در دوم است انشاءاللّٰہ تعالےٰ کہ از قسم اصیل باشد دیگر آں رُباعی[1] ملحدانہ کہ نوشتہ بودند در غائت سفاہت است حاشا کہ قائل

---

[1] رُباعی ملحدانہ این است
اے در ریغا کیں شریعت ملّتِ اعمائی است ملّتِ ما کافری و ملّتِ ترسائی است
کفر و ایماں ہر دو زلف و رُوئے آں زیبائی است کفر و ایماں ہر دو اندر راہِ ما یکتائی است

آں مقبولے باشد زنہار ادب نگہدارید کہ کارخانۂ الٰہی محل استغنا و غیرت است والسلام

ایں رقعہ در جواب عریضۂ مخدومی ملاذی میاں شیخ احمد سلمہ ربہ نوشتہ شدہ۔

۱۶۱۔ بہ شیخ احمد سرہندی۔ حق سبحانہ و تعالے در مدارج کمال و تکمیل ترقیات بے نہایت کرامت نماید کتابتے کہ قاضی زادہ آوردہ بودند بشرفِ مطالعہ آں رسید بخاطر داشت کہ مفصلاً جوابے بنویسد در وقتے کہ بر سر آں آمد آں کتابت را نیافت الخیر فیما صنع اللہ الحق تحقیق و تشخیص ایں نوع سخناں جز بمشافہہ و حضور بدست نمی آید۔ چنانچہ مکرّراً تجربہ کردہ باشد بارے آں قدر کہ مے باید نوشت آنست کہ حضرت خواجہ احرار نہایت را فنا و نیستی داشتہ اند و از فحوائے قدسی انتظام ایشاں چناں معلوم می شود کہ تا سالک بحقیقتِ تجلّی ذاتی نمی رسد ایں معنی بدست نمی آید تا در مشاہدات کہ در مراتب تنزّل است بند است گرفتار آں مشاہدہ است اگرچہ بدوام شہود و استقامت آنکہ عبارت از اتحاد مشاہِد و مشاہَد است[1]۔ و فنائے آنکہ عبارت از استتار آنست در سطوت وحدت آں گرفتار در نظر نمی آید ہمانا کشف بقائے صفت ارادہ و فنائے مرادات دریں مقام است فاذا کشف الاستار ای ظہر ستر تہا ظہوراً عینیاً واندرج العلم بین الساتر والمستتر حصل ما اشار الیہ الشیخ الکامل سید الاحرار فی وقتہ فطوبی لمن ادرکہ۔ ایضاً مشرب شیخ علاؤ الدولہ سمنانی علیہ الرحمت وحدت وجود نیست آرے شہود ایشاں شہود اکمل است۔ فرق آنست کہ جماعتے از علماء اشیاء را معدوم خارجے میدانند و ظہورِ ایشاں را در خارج چوں ظہور صور در مرآت می گویند و ذوقاً موجود جنیکے را نمی دانند و حضرت شیخ باوجود قوت شہود و ارتفاع آں اشیاء را موجود خارجی می گویند و نیز فرق دیگر در حقیقت اشیا است کہ جماعۃ اولی مظاہر شیون اصل می دانند و ایشاں نیز و آنکہ بجہت قوت حال اشیا نسیاً منسیاً شدہ باشد امر دیگر است باوجود صفات و افعال را باصل نخواہد داد و علماء و مقام لا تبقی ولا تذر از جملہ احوال است و آنچہ شیخ کبیر محی الدین ابن عربی فرمودہ از علوم است حال را با علم نزاعے ہست اما علم را با حال نزاعے نیست ؎

من از شہرِ کلانم نہ از آں دِہ کہ توئی — باہمہ خلق جہاں داد و مدارے دارم

[1] با قاعدہ اعراب کے استعمال سے اسے لئے شاہِد و مشاہَد پڑھا جائے۔

حضرت شیخ رضی اللہ عنہ از اوبائے متمکنین است۔ حق شناسی است در مرتبہ بحق آں قیام می نماید و آنچہ شیخ مہنہ[۱] قدس سرہٗ فرمودہ در جواب سائل است چوں سائل از حال سوال کردہ بود ایشاں نیز از حال جواب گفتند۔ والدعا

ایں رسالہ بہ التماس یکے از مخلصان مخصوص الارتباط عظیم القدر شروع فرمودہ بودند۔ چوں آں عزیز از خدمتِ حضور بہ وطنِ خود رخصت شد دیگرے بہ التماس گستاخی نتوانست نمود و ایشاں را خود تقید بہ ایں امور نبود بل احتراز تمام ظاہر می شود بہ ایں سبب ایں رسالہ ناتمام ماند۔

۶۲۔ رسالۂ ناتمام در سلوک۔ بداں ایدک اللہ تعالےٰ بنور القدس کہ طریق وصول بفنائے حقیقی دو است۔ یکے طریق نفی و دیگر طریق اثبات۔ اگرچہ طریق اثبات را طریق نفی مندرج و لازم است و از اصناف طریق نفی یکے طریق غیبت و بیخودی است از لوازم وجود جسمانی خود و صفات او چوں بہ کمال ایں غیبت می رسند ظلمت حادثہ روئے بہ نورانیت می نہد و شعلۂ آگاہی بجناب الٰہی ظہور می کند۔ چوں جذبِ باطن بجمال آں نور قوت می یابد بے شعوری از لوازم وجود روحانی نیز دست می دہد و حجاب بالکلیہ مرتفع می گردد و شجرۂ سِرّ دراں آتش حقیقی بتمام و کمال می سوزد۔ اکنوں دریں خلوت می تواند کہ کسوت معرفت پوشانند و بعد از سر بر آوردن ازاں گرداب دیدۂ آب را نیز باب دہد لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ این وجہ خاص است اقرب طرق است و اسلم و ادوم۔ رعایت وقوفِ قلبی کہ عبارت از توجہ است بقلب صنوبری موصل ایں طریق است و ہم چنیں رعایت بازگشت نیز در ذکر بوجداں مذکور ممد ایں طریق است و ہم چنیں بردن رابطہ از فضائے سینہ بجانبِ قلبِ صنوبری بتمام ہمت ممد ایں طریق است و ہم چنیں مجرد صحبت و نشست و برخاست باہم کناں از ارباب وصول نیز موصول بہ ایں طریق است و معنی اندراج نہایت در بدایت دریں طریق است خلوت در انجمن کہ یکے از اساس طریقۂ نقشبندیہ است بحقیقت دریں طریقہ است چہ ابتدا بجہت معینے کہ حق را سبحانہ بہ اوست متوجہ صرف می شود

---

[۱] یعنی حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ جو کہ شیخ مہنہ سے مشہور ہیں۔

و در طرق دیگر چنانچہ بیاں خواہم کرد خلوت با حق صرف نیست۔ خلوت بہ انوار مکشوفہ و صور تجلیات و امثال آن است۔ و ہمچنیں نظر بر قدم چہ ظہور انوار و اولح کم است کہ بے پراگندگی نظر باشد۔ و دریں طریق چوں سیرش مستدیر است نظرش تمام بر قدم است بل بر قدم چوں قدم سالک ہماں نظر است ہر دو یکے است و ہمچنیں سفر در وطن چہ سیرش مستدیر است۔ روشن است کہ ابتدائے توجہ ایں سالک بوجہ ایست کہ منبع شیون و منشاء انسان است و سیرش بتمام مراتب ظہور نور اوست دیگر ہمیں سیر اصل صفات ذمیمہ از زمینِ باطن کندہ می شود بے آنکہ سالک خود را در مقام قلع آنہا بیارد و خاطر را پراگندہ و متفرق گرداند پس بحقیقت ہماں سیر حاصل است بے حرکت اقدام و ہمچنیں ہوش در دم کہ عبارت از دوام توجہ است بجناب حق سبحانہ و تعالے آں غنیمتے کہ ابتداء ایں طریق است آں نیز از مقولۂ توجہ است ہر چند کہ بجہت ضعف باطن سالک باخبر نہ باشد۔ مخفی نماند کہ از جملہ امورے کہ مناسب ایں طریق نیست۔ یکے مطالعۂ کتب صوفیہ و شنودن سخنانِ بلند ایشان است چہ جمال آں مواجید کہ بفہمِ سالک می آید خاطر او را بخود می کشد۔ و در ورزش ایں طریقۂ علیہ فتور می افتد جمال ایں نسبت را نمی بیند مگر منتہی۔ ازیں مقدمہ بدریاب کہ سماع کلمات و اشعار توحید آمیز و امثال آں چہ نسبت دارد۔ ایں ہم وقتیکہ در لباس نغمہ نباشد والا خارج مبحث است۔ سماع مقبول سماع رُوحانی است کہ سماع معانی باشد اما سماع طبیعی کہ سماع نغمہ است محلِ اختلاف است۔ عامۂ علماء حرامش میدانند و جمع مشائخ در مقام علاج تجویزش کردہ اند نہ آنکہ او را از قُربات دانند و آلہی گویند و جمعے دیگر جہت تزویج و تزئین مستحسن شمردہ اند۔ لیکن مبتدی را اہل آں نمی دانند چہ ہنوز از ارباب قلوب و اہلِ محبت نشدہ طبیعتش بر ہماں نغمہ می اندازد و از معانی کلمات و ذوق آں بے بہرہ می ماند و جمعے دیگر ہر چند کہ مباحش می دانند اولی ترکش را می گویند چنانچہ از قطب طریق خواجہ بہاء الحق والدین مشہور است کہ می فرمودند۔ نہ ایں کار می کنم و نہ انکار می کنم ایں مذہب صاحب فتوحات مکیہ است رضی اللہ عنہ۔ نزد ایں فقیر انم سماع نغمہ قطعاً رُوحانی نیست رقت حاصلہ ازیں سماع را رقت طبیعت میگوید و حرکتِ او را حرکت طبیعیہ و میاں عمل متحرک بسماع نغمہ و میاں سالک متحرک بحرکت دوریہ از استماع نغمہ ہیچ فرق نمی نہد۔ ہمدراں کتاب از ابو یزید بسطامی کہ از مشائخ ایں سلسلۂ عالیہ است می گوید کہ او مکروہ میداشت۔ استماع

نغمہ را۔ وہمدراں کتاب از اقطاب نیاب کہ اکبر ایشاں صدیق اکبر را رضی اللہ تعالےٰ عنہ می گوید
و منتہائے مشائخ سلسلۂ عالیۂ نقشبندیہ می نویسد کہ ایشاں قائل بسماع نغمہ نیستند و سماع مقید بنغمہ
را دین خالص نمی گویند و بہ حکم اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ترک او نمودہ اند۔ ہمدریں کتاب حضرت
صدیق و سلمان فارسی و ابویزید بسطامی را کہ داخل شجرہ پیران ما اند از کبرائے ملامتیہ می نویسد و ملامتی
جماعتے را می گوید کہ در کسوتِ عامہ مسلماناں اند و در ظاہر بہ عملے از عامہ ممتاز نیستند و در تمام مقام شریعت
اند و متابع سنت۔ چنانچہ سرِ ایں جماعت حضرت رسالت پناہ را صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم می نویسد۔
حاصل آنکہ سماع نغمہ قطعاً مناسب طریق ما نیست۔ و آنکہ جمعے بجہت علاج تجویز کردہ اند و دریں طریق
سند نمی شود و چہ آں علاج عُبّاد و ذوی الاحوال و ذوی الاشتغال راست۔ مزاج شرب اہلِ ایں
طریق از چشمۂ مقربین است عبّاد و ارباب احوال را ازیں مشرب نیست۔ و چوں ایشاں در مقام
لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ می در آیند و صبر مع اللہ را رعایت می کنند از
ذوی الاشتغال نیز نیستند۔ سخن بہ طول انجامید و از خلاصۂ مقصود باز ماندیم۔ اکنوں بر سر مقصود
بیائیم۔ دیگر از اصناف طریق نفی طریق بے شعوری از صور اجسام عالم است۔ صاحب ایں طریق عالم
را خالی محض می یابد۔ سلطان وحدت از ورائے کثرت بصیرتش را بخود کشیدہ و ظلمت طبیعت غبار
دیدش شدہ۔ لاجرم در برزخ حیرت محبوس و معطل ماندہ چوں آں کشش قوت یابد و صورت خود را
نیز برباد دہد و از غرابت مقام برآید عروس مقصود در کسوت نور صاف جلوہ گر آید در تمام عالم حق
را یابد معری از نقوش و اشکال و الوان و تعدد۔ بعد ازیں ہر چند کشش قوی تر حجب ہستی کمتر آں
نور لطیف تر و چشم سالک روشن تر۔ در مقام فنای جسمانی کہ بعد از کمال لطافت بظہور میرسد بجہت
معیتے کہ میان روح و بدن ثابت است ببنیدہ نیز حق را می یابد لیکن بجہت وجود روحانی حجب مخفیہ
باقی اند چوں درہمیں طریق عروج نماید جہات ذہنی نورانیت بلکہ ایں دید را نیز گم کند حیران صرف شود
نہ عالم و نہ خلائے متوہم و نہ نور و نہ حضور۔ چوں ایں حیرت غلبہ نماید فنا بمراتب وجود روحانی نیز برسد
بعد از افاقت اگر مراتب بقا حضورش بتدریج شود و تفاوت ہا در خود یابد کہ جز او کس نداند ایں
زماں حاصل معرفتش آنکہ در عرصۂ وجود جز یک ذات نہ بیند اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى غالب این
است کہ صاحب ایں دید صور عالم را وہم و خیال داند و نمود بے بود شناسد و اگر از ہماں طریق

اوّل بر این دید برسد متحیّر شود وَھُوَ توحید المحبۃ دکشف الغلبۃ یعنی از غلبۂ محبت در نظر کشفش جز یک ذات نماند۔ غالب بریں سالک حیرت است نہ آنکہ صور عالم را وہم و خیال گوید۔ مخفی نماند کہ صاحب طریق دوم از طریق نفی اغلب آن است کہ سر او را از راہ رابطہ بسر مرشد و اصل اتصالے دست میدہد و ازاں اتصال نور را آگاہی کسب میکند و متوجہ طریق اوّل می شود لیکن پیش ازانکہ آں نور مکتسب قوت گیرد وہم بہ تبعیتِ نظر مرشد نظر طالب بجہت عالم می افند چوں آشنائے نور وحدت شدہ بوے مقصود از ورای صور روے او را وتش را بخود می افگند فَیَظْھَرُ مَا یَظْھَرُ مِمَّا سَلَفَ مِنْ مَرَاتِبِ التَّحَیُّرُ۔ لیکن ایں چنیں طالب را بشارت است بوسعت دائرہ اگر فضلِ حق دستگیری کند و دریچۂ تحقیق بر رُویش بکشایند بعد ازاں کہ بہ منتہائے جذبہ رسیدہ باشد سریان وحدت را در کثرت دریابد و مستغرق وحدت صرف شود فَاتَّحَدَ الشَّاھِدُ وَالشُّھُوْدُ وَالْمَشْھُوْدُ ۔

کجا غیر کو غیر کو نقش غیر	سوی اللہ و اللہ ما فی الوجود

ایں تجلّی تجلّی ذات است و مخصوص است بہ بعضے از کمل افراد انسانیت۔ اینجا از تعیّن اوّل حظّے بگیرد و چوں تنزّل نماید و تا مرتبۂ شہادت برسد تمام موجودات عینک چشم بصیرتش شوند و آئینۂ صفات اصل گردند۔ تعیّن ثانی نیز عَلٰی حَسَبِ عَیْنِیَّتِہِ الثَّابِتَۃِ در احاطہ اش درآید۔ تواند بود کہ عین ثابتہ اش مکشوف شود و خود را عین تمام موجودات بیابد و در ظاہر نیز تمام موجودات را مرأت خود بہ بیند و ہمچنیں تواند بود کہ اسم اَلْبَاطِنُ از جہت فوق وحدت تجلّی نماید و سر رشتۂ مقصود را گم کند ۔

سُبْحَانَ مَنْ تَحَیَّرَ فِیْ ذَاتِہِ سِوَاہُ
فہم و خرد بہ کنہ کمالش نہ بردہ راہ

ایں مقدمۂ تجلّی احدیّت است۔ در تجلّی احدیّت اسم اَلظَّاھِرُ رو بہ ظاہر علم می نہد۔ فَھُوَ الْاٰنَ کَمَا کَانَ فَظَھَرَ مَا قَالَ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ فِی الْاِلٰھِیَّاتِ مِنْ مَرَاتِبِ التَّنْزِیْہِ وَالتَّشْبِیْہِ غَیْرَ اَنَّ التَّنْزِیْہَ قَدْ عَلَا وَاَسْقَطَ الشِّرْکَۃَ فِی الْوُجُوْدِ فَالتَّوْحِیْدُ اِثْبَاتُ الْقِدَمِ وَاِسْقَاطُ الْحَدَثِ۔ اینجا درویش بیچارہ عاجز محض و مفلس صرف است۔ بعد ازیں ایں راہ را نہایت نیست اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا۔ مخفی نماند کہ در اثنائے ایں سیر و سلوک بعضے داو قائع و

مکشوف دست میدہد چنانچہ خود را و عالم را تمام آب می یابد۔ یا باد یا آتش۔ علی حسب اللطافۃ۔ وہمچنیں آں
آب را مثلاً خشک می بیند و مطلق از شعور میرود۔ ایں کشف در اوّل قدم است۔ مقدمۂ گم کردن صور
عالم است تواند بود کہ در اثنائے ہمیں کشف حق در صور مثالیہ تجلی کند بل در صور حسّیّہ نیز و توحید صوریش
دست دہد۔ چنانچہ خود را در عروج ببیند و در نور عرش محو و ناچیز گردد۔ ایں مقدمہ احاطۂ شہود است و مطالعۂ
وحدت در کثرت۔ چوں سخن بعروج رسید سخن واقعہ وکشف را قطع کنیم و طریق دیگر را از طرق نفی بیان نمائیم۔
بداں اسعدک اللہ تعالیٰ کہ طریق دیگر از طریق نفی طریق معراج تحلیل است۔ و دریں طریق نفی صفات بشریت
می شود۔ و بقدر آں نفی سالک را مناسبت بمراتب علویات از سماویات و فلکیّات دست می دہد۔ چنانچہ
در اثنائے کار خود را در عروج می بیند و بقدر خفّت بہ طبقات سماوات می رسد و بعضے را از ایشاں عجائب ملکوت
مکشوف می شود و بہشت و دوزخ و لوح محفوظ و غیرہا در نظر می آید تا آنکہ بہ عرش الرحمٰن می رسند و در انوار
ذی العرش محو و ناچیز می گردند۔ چوں دریں مقام تمکین می یابند و جذبات قویہ دست می دہد از مادر طبیعت بالکلیہ
می برآیند۔ تولد ثانیہ بظہور میرسد و نور محیط وَاللّٰہُ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ مُّحِیۡطٌ مکشوف می شود و بفنائے وجودی
متحقق می گردند۔ مخفی نماند کہ ایں طریق گاہے در درجات طریق ثانی مندرج می گردد لیکن چوں بعضے را
خالص ہمیں طریق پیش می آید طریق دیگر ساختیم۔ تحقیق آں است کہ اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنۡفَاسِ
الۡخَلَائِقِ ہر کس را چیزے دیگر پیش می آید لیکن بحسب توجہ سالک منقسم بہ سہ قسم شد۔ بہ بینیم کہ توجہش
بوجہ خاص است یا بنور محیط یا بفوق العرش۔ اَلۡاَوَّلُ ھُوَ الۡاَوَّلُ۔ کَذَا الثَّانِیۡ وَ الثَّالِثُ۔ ازینجا است
کہ طرق اثبات را طریق رابع ساختیم چہ توجہ سالک ورد بر اسم اَلظَّاہِرُ است اول قدم بتوحید صوری
می افتد۔ میان او و مقصود ہیچ نیست کہ نفی کند و بمقصود برسد۔ ایں معنی بحسب نظر او ست نہ فی الۡوَاقِعِ۔
ولہٰذا از توجہ مرشد و از انابتِ قلبیہ سالک انجذابش بمقصود قوّت می گیرد و فی الجملہ از حس غائب می شود
و شکستے در امتیاز صور می افتد و عالم بصور انوار مُخۡتَلِفَۃُ الۡاَلۡوَانِ از کدورت و حمرت و بیاض و صفرت و
سواد و بیرنگی دَرَجَۃً بَعۡدَ دَرَجَۃٍ عَلٰی حَسَبِ مَرَاتِبِ التَّصۡفِیَۃِ فِی السَّالِکِ ظہور میکند
لیکن در ہر مرتبہ نظر برہماں بند است و ہماں را حق میداند۔ چوں غیبتش قوت یابد و حق در کسوت نور
بیرنگ مشاہدہ نماید لیکن عالم شہادت از میاں بتمام برنخیزد۔ وجود و عدم او در نظرش نہ باشد ایں زماں
بطریق ثانی در آید۔ اگر کششش ہم چناں در قوت باشد از طریق ثانی ہم عروج نماید و بہ طریق اولیٰ افتد لیکن

نزدیک بہ اواخر منازل اوچوں دریں وقت رسوخے پیدا کند و سر بر آرد۔ باز نظرش بہ طریقِ اوّل اُفتد ہمہ راحق یابد بیچون و بے چگون نہ نور و نہ بیرنگی۔ و تواند کہ درہماں طریق ثانی باآخر رسد۔ اگرچہ در آخر نظر سالک طریق ثانی در غلبۂ حضور بانظر سالک اول یکے است۔ چہ سلوک سالک اول درمرتبہ سراوست و درجاتِ غیبت و حضور و حیرت و بقاو تنزل او درہماں مرتبۂ صراط او صراطِ مستقیم است۔ چوں سالک طریقِ ثانی راہم نظر راست و صراطِ مستقیم وست می دہد ہر دو نظر یکے می شود فرق بہ وسعت و عنیق می ماند اگرہمچناں در ضیق خود بماند و اگر ترقی کند و وسعت یابد ہر دو یکے است۔ مخفی نماند کہ از اقسام ترقی ترقی بطریق کشف است کہ عالم مثال۔ الخ

۶۳۔ من ہیچم و کم ز ہیچ ہم بسیارے
از ہیچ و کم از ہیچ نیاید کارے

من بے سعادت بے دولت عمر ضائع کردہ را شرم می آید کہ نام عزیزان خود برم چہ جائے آنکہ از ایشاں سخن گویم امّا چوں بعضے از برادراں مومن را بایں حقیر حسن ظنے شدہ ازیں جہت کہ بزرگاں را خدمت و ملازمت کردہ و زیارات مزارات کہ خانوادہ حضرت خواجگان قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ می فرمائند۔ غیر حق ہر ذرہ کاں مقصودِ تست
تیغ لا برکش کہ آں معبودِ تست

ہمگی ہمت براں دار کہ ترا ہیچ باکیستے در دل غیر حق سبحانہ نباشد ہر چہ غیر حق سبحانہ در دل ترا بخود مشغول گرداند بہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ گفتن آں چیز را از دل خود دور کردہ چناں کن کہ آں چیز را دشمن خود دانی ہمیشہ از حق سبحانہ بہ نیاز آں خواہی کہ بغیر خود بہ ہیچ چیز گرفتارنگرداند۔

ترا ایک حرف بس درہر دو عالم
کہ بر ناید ز جانت بے خدا دم

پس اگر مبتدی خواہد کہ مشغول شود باید کہ امل را کوتاہ گرداند و حصر کند حیات خود را بر نفسیکہ وے دراں است و دریں نفسیکہ آخر انفاس خود دانستہ است بذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ بایں طریق مشغول شود کہ در لَآ اِلٰہ ہر چہ غیر حق است از دل دُور کند و در اِلَّا اللہ حق عزّ وجلّ را بمعبودی و مجبوبی ملاحظہ

کند چنانچہ ہر بارے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ گوید بدل گوید کہ نیست ہیچ معبودے مگر حق وچناں کند کہ ہیچ ترک نہ کند بہمہ حال بایں مشغول باشد قدم اوّل در توبہ نصوح است واعتقاد درست برطریقہ اہلسنت والجماعت وعمل بموجب کتاب وسنّت وباز داشتن از ہرچہ شریعت ازاں نہی کردہ بعد از اقتصار براداے فرائض وسنن وبعضے نوافل از شکر وضو واشراق وچاشت ونماز تہجد را مشغول شود چنانچہ مسطور است حضرت ایشاں می فرمودند کہ تا حق سبحانہ وتعالےٰ بربندہ بصفت ارادہ تجلّی نکند آں بندہ سلوک اہل اللہ نمی کند ومرید کسے نمی شود و در رسائل اہل اللہ ہمیں سخن است وچوں ارادت از پیش حق سبحانہ وتعالےٰ باشد۔ پس امرِ عظیم است و از ارواحِ طیبہ ایں بزرگواراں ہمت و استقامت طلب نماید ؎

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق
وادیم نشاں ز گنجِ مقصود ترا
گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

۶۴۔ حق سبحانہ وتعالےٰ عاقبت امور را در مرضیاتِ خود فرود آرد۔ آنکہ نسبت قرابت خود را ذکرِ نام ونشاں مسطور نساختیم۔ اندیشہ بجز آں نبود کہ طلب بجہتِ اقربا خصوصاً ایں نوع قرابت نزدیک خود است ونفسِ امّارہ ما را خوش نمی آید کہ تذلل طلب بکشد۔ کار را بہ خدا بگذاراندیم کہ از پردۂ غیب چہ ظہور می کند۔ حق عز شانہ کافی مہمات است۔ علیہ توکلت والیہ انیب۔

۶۵۔ در علوِ استعداد شیخ احمد سرہندی بہ کسے۔ شیخ احمد نام مردے است در سرہند کثیر العلم وقوی العمل۔ روزے چند فقیر با او نشست وبرخاست کردہ عجائب بسیار از روزگار واوقاتِ او مشاہدہ کرد بآں می ماند کہ چراغے شود کہ عالم ہا از و روشن گردند۔ بحمد اللہ احوالِ کاملہ او مرا بیقین پیوستہ ایں شیخ مشارٌ الیہ برادران واقربا دارد۔ ہمہ مردم صالح واز طبقہ علما چندے را دعاگو ملازمت کردہ از جواہر عالیہ وانستہ استعدادہائے عجب دارند۔ فرزندانِ آں شیخ کہ اطفال واسرارِ الٰہی اند بالجملہ شجرہ طیبہ اند۔ انبتہ اللہ نباتاً حسناً الغرض بجہت کثرتِ عیال وعلو فقر وبے معاشی تفرقہ در اوقاتِ آں جماعت

است۔ اگر از وجہ جہل یک ہر سال قدرے معین بآں خانوادہ برسد چنانچہ کاتب قسمتے درمیان ایشاں قرار دہد۔ بغائت مستحسن است مورث خیر بسیار ہر چند کہ اند کے باشد رکن عظیم از خیرات خواہد بود۔ فقرا باب اللہ اند ولہائے عجب دارند زیادہ جرأت است۔

۶۶۔ حق سبحانہ وتعالیٰ بفضل خاص کہ دل بیار دوست بکار داشتن است برساند ہر چند کہ درجات ایں دو گنجینہ بے شمار است وبکمال آں متحقق شدن بس دشوار لیکن بقدر وسع دست از ایشاں باز داشتن زیادتی ظاہر است۔ شرح کلمتین را علماء طریقت وشریعت متصدی شدہ واز عہدہ آں برآمدہ اند مجمل بیان ایں کلمہ آخری کہ تعلق بشریعت وارد ومدار علیہا کلمہ اولی است واصل ہمہ سعادت وناگزیر تمام ارباب عقل است تکلیف ترویج یجوز لایجوز نمودن وبظہور آوردن آں نسبت بخود وبغیر خود حکمت وبصیرت قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

در حاشیہ کتابتے کہ یکے از یاراں حاضر بجناب مخدومی میاں شیخ تاج الدین نوشتہ بودند ایں سطور مرقوم قلم مشکیں رقم کردند۔

۶۷۔ بہ شیخ تاج الدین۔ خاطر محباں ومخلصاں نگراں ملاقات فائض البرکات می باشد باحسن وجوہ میسّر گردد وکتابت علیحدہ کہ ننوشتم بواسطہ سستی وضعف بود روزے چند عارضہ داشتم ہنوز بقایائے آں ماندہ فریاد از گرفتاری خلق وغیرت حق سبحانہ وتعالیٰ صورت شفقتے از باطن بندہائے خود ظاہر ساختہ بحکم بندگی بار آں می باید کشید دریں نشاء آنچہ بریں کس است ہمیں است الشفقۃ علی خلق اللہ والتعظیم لامر اللہ زیادہ چہ نویسم۔

۶۸۔ سَلَامٌ عَلَیْكُمْ وَ علی من لَدَیکم۔ دیوانہائے ایں می گویند کہ دو سال دیگر خواہی ماند وبعد ازاں مختاری حکایت بسیار در سبب تعبیر اہتمام سابق می کند بارے ارادہ ما آں است کہ تاسی ما توقف کنیم بعد ازاں ہر چہ ظہور رسد۔

ع تا درمیاں خواستہ کردگار چیست

اما شما بعد از رمضان عبوری بایں جانب بکنند و آں جوان طلبیدہ را نیز باخود بیارند و در اثنائے سیر و طیر و از دل او خبردار باشند مثلاً وقتیکہ آں صورت را بر کسی دیدہ بود بعد از شعور حال دل او بود او را یقین بکدام صفت حق سبحانہ پیدا شدہ بود از حاضری و ناظری وغیرہا ہم چنیں در کشفے از احوال وے خبرے بیابند انشاء اللہ تعالےٰ منتہی کردہ دیگر مستعداں راہ بہرہ از دست مدہند آں جوان انصاری را نبایست گزاشت کہ او و لطفاً و قہراً و نگہداشت او می باید کوشید انشاء اللہ کجا خواہد رفت ایں زمان خاطر متوجہ آمدن او بکنید۔

۵۹۔ بہ شیخ تاج الدین۔ برادر ارشد شیخ تاج الدین دعائے مخلصانہ و سلام مشتاقانہ قبول نمودہ ملتفت و متوجہ حال فرو ماندگان بادیہ تعلق و گرفتاری باشند ۔

صد ملکِ دل بہ نیم نظر می تواں خرید

خوباں دریں معاملہ تقصیر می کنند

والسلام علی من اتبع الھدیٰ عزیز من ہدایت مطلق در پر تو مازاغ البصر و ما طغیٰ است کہ باطن سالک گرفتار ذات بحت باشد نشانش آنکہ باوجود در دوری جمیع مقامات و مشاہدات و مراتب ظہور در نظر ہمتش حقیر نماید ۔

رندی چند اند کس نداند چند اند

بر نسیہ و نقد ہر دو عالم خندند

صاحب ایں حالت بشرط گسستنش ازیں حالت سر بمقام بندگی رسیدہ مظہر اسم الغنی شود فقرش بنہایت رسد۔ الفقر اذا تم ھو اللہ۔ ایں است ایں معنی بے استغراق کشش الٰہی و دریافتن آنکہ ایں کشش از دست باد و صور کائنات و اشباح عالم سر ابش نیست میسر نیست والدعا۔

بیکے سادات عالی فطرت کہ از مقبولان ارشاد پناہ بود بواسطہ کثرت جاہ و دستگاہ در زمرۂ خادماں و خانقاہیاں داخل نشدہ اما از نشست و برخاست کہ او را میسر شدہ بود و فائدہائے عظیم باو رسیدہ اگر خود ازاں وقوف چنداں ندارد و بعضے ازیں فوائد اگرچہ احتمال دارد کہ بواسطہ صحبتہائے

پراگندہ برہم زند امّا در بعض دیگر مستقیم ماند۔ غرض کہ باوجود گرفتاری دنیا مستحق نصیحت و مرحمت بود ایں رقعہ با و نوشتہ بودند۔

۷۰۔ بہ یکے از سادات۔ حق سبحانہٗ وتعالےٰ بمیراثِ کامل بہرہ مند گرداند۔ میراث آنحضرت علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیّات علم و حال و مقام است اکنوں شمار است علم بیگانگی و حضور قدرت تامہ و وکیل بندگان بُودن و لطیف و رؤف نسبت بمطیعاں و قہّار و جبّار نسبت بجبّاراں و عاصیاں و غفور و رحیم نسبت بشکستگان و نادمان و عُذر خواہاں و علم بر انحصار سعادت در طریق شریعت و متابعتِ سنّت و از احوالِ محبّت خدا و رسول و متابعان و نیازمندان و محبت آنچہ مرضی خدا و رسُول است از متابعت شریعت و تعظیم اہل او و از مقامات مقام رضا وجود شفقت و ترویج شریعت لطفاً و قہراً بقدرِ وسع و امکاں و آنچہ از لوازم است عمل بمقتضائے من اَتَانِی یمشی اَتیتہ ھرولۃ علوم و احوال و مقامات بے نہایت میسّر گردد انشاء اللہ العزیز۔

ایضاً بہ یکے از امراء عالیشان کہ ببرکتِ الطاف مغفرت پناہی ارشاد دستگاہی از صفت خود و بعض صفات دیگر بہرہ تمام یافتہ بود۔

۷۱۔ بہ یکے از امراء۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ از عنایت بے علت خود نصیب کامل عطا بکند۔ اصل ہمیں است ہرگاہ دریچہ عنایتِ فروافتادہ مفتوح شود ہم سرش نگران عظمت ہم رُوحش مصیقل بمحبت ہم دلش تسلیم احکام کتاب و سنّت ہم تنش در مقام استقامت قائم خواہد بود و مقصودِ آفرینش ہمیں است باقی از معارف و کمالات اگر و جہی رُوئے نماید کہ دریں اصول مخل نیفتد نُورٌ علی نور والا ھباءً منثورًا۔ پس طلب بظہور غائت را بمقتضائے ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ نا ممکن است در مقام متابعت میباید بود و اگر بحسب بشریّت نقصانے دریں سعادت پیدا شود ہمیشہ نیاز مند بودہ در یوزہ از دلہا می باید کرد شاید کہ یک دعا دریں میان کارگر افتد الحمد للہ والمنۃ کہ ایں طریقہ را نیک می ورزند و بسے را از دلہائے سالم را نیک خواہ خود می گردانند اللھم زد و حال کاتب عظیم شوریدہ و بے سر انجام است۔ سخنے کہ از و تراوش کند بہ ہیچ مصلحتے نمی شاید بمقتضائے علمِ خود کہ ایماں براں دارد سخنے می نویسد چہ تواں کرد۔ چوں اشاراتے بتحریر ایں نوع سخناں بود ناچار جراءت نمود و الا می دانم

کہ من کیائی ایں موعظہ ام مرامی باید کہ از ہر چہ گمان نیک و بد براں بودہ ام توبہ کنم و ہمیشہ بکلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بر طبق عامہ مسلماناں تجدید ایمان خود می کنم تا نفس بآخر رسد و از یں دامگاہِ شیطاں صورتِ ایماں بدر بوم فریاد کہ از صنعت جسمانی و بد فرمانی نفس سرکش از عہدہ ایں کار ہم نمی توانم بر آمد تا عاقبت چہ شود۔ ایں قدر ہست کہ کار بہ ارحم الرّاحمین است ع

کس با تو زیاں نہ کرد من ہم نہ کنم

الحمد للّٰہ اوّلاً و آخراً و ظاہراً و باطناً

۷۲۔ حق سبحانہ و تعالےٰ کارہا چنانچہ باید سر انجام نماید ؎

من از تو ہیچ مرادے دگر نمی خواہم
ہمیں قدر بکنی کز خودم جُدا نکنی

حاصل آنکہ دل با یار و تن در کار می باید بُود تصوّف یکسُو نگریستن و یکساں زیستن است انشاء اللّٰہ تعالےٰ توفیق کامل رفیق باد۔

ایضاً بہ امرائے مذکور قلمی یافتہ

۷۳۔ ایضاً بہ یکے از اُمرائے مذکور۔ حق سبحانہ و تعالےٰ محفوظ دارد و ظاہر بکرم و باطن بنور دل شکستہ و جان مشتاق عطا فرماید بالجملہ مجموع لطائف وجود را در صراط مستقیم بندگی متمکن دارد و ایں گرفتار را در سلک ایں آزادگاں محشور گرداند۔ بمنہٖ وکرمہٖ۔

ایضاً بہمیں امراء سعادت یار نوشتہ شدہ بود۔

۷۴۔ ایضاً بہ یکے از اُمرائے مذکور۔ خدام ذوی احترام شیخ حیدر کہ عمر صرف خدمت درویشاں و مقتدایان طریقت کردہ و در طریقہ مشائخ ترک عظم شانہم مجاز و متعیّن اند متوجہ زیارت حرمین شریفین زادھما اللّٰہ تعالےٰ کرامۃ گشتہ اند بجہت غربت و ناشناختن اوضاع ایں دیار و بعد موسم فی الجملہ تفکرو تاملے دارند چوں ملجاء غربا و مشفق فقراء و مضطریں بالفعل جز درگاہ نقابت و سیادت طہر اللّٰہ تطہیرا نیست

رُو بآنجا آوردہ اند اِنشاء اللہ تعالےٰ بروجہ احسن تلافی فرمودہ از انوارِ مکرمت محظوظ گردانند۔

۷۵۔ حق سبحانہ و تعالےٰ بمنتہائے مطالب برساند۔

یکے لحظہ از و دُوری نشاید که از دُوری خرابی ہا فزاید

بہر حالیکہ باشی باخُدا باش! که از نزدیک بُودن مہر زاید

لایزال العبد یتقرب اِلَیَّ بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ وبصرہ الی آخر الحدیث یعنی ہمیشہ بندہ بزوایدِ عبادات کہ غیر فرائض است بمن تقرب میجوید و میخواہد مرضی و قبول من شود تا آنکہ بواسطہ ایں سعی و کوشش من اورا دوست دارم چوں بدوستیش برگزینم جذب عنایت من اورا از و بستاند من عین قوی و جوارح او شوم بمن بیند و بمن گیرد و بمن رود الغرض حتی الامکان مراقب حق می باید بود و او را جل شانہ حاضر و ناظر خود در جمیع امور می باید دانست و در مجموع خیرات و مبرات مقصود لقائے او و رضائے او می باید داشت تا بمنتہائے عالی ہمتاں رسیدہ شود۔ حق سبحانہ و تعالےٰ آں عاجز فرو ماندہ را بمرادش برساند بالنبی و آلہ الامجاد۔

بہ شخصے از مخلصاں نوشتہ بود۔

۷۶۔ بہ شخصے از مخلصاں۔ وفقکم اللہ فیما یحبہ و یرضاہٗ محبوب و مرضی حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ در کتبِ کارشناسانِ حقیقت بیں مبین است۔ خلاصہ تطبیق عقائد بعقائد سلف صالح مداومتِ عمل بروفق مذہب امامی از آئمہ حقہ است از فروغ و لوازم ایں سعادت محبت منتسبانِ حضرت نبوی است از سادات و علماء دین و فقرائے صادق معرا از بدعت و الحاد قولاً و فعلاً و تحقیر مخالفان و عقائد ایشاں منوں است و تہم چنیں فروغ بآں نور است دستگیری مظلوماں و رفع حاجت محتاجاں و عفو مجرماں و مساہلہ در حساب زیر دستاں مگر آنکہ امرے از حقوقِ شرعیہ فوت شود آں قدر کہ ازیں جملہ میسر شود۔ سعادت است بترک بعض ترک کل نتواں کرد۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

۷۷۔ حق سبحانہ و تعالےٰ آں نخلِ سیادت و طہارت را از ثمرات اصلیہ برومند گرداند بمنہ و کرمہ ان

بدت عین من الکرم الحقت اللاحقین بالسابقین خداوند است آنچہ خواہد کند بہترین وسائل باین سعادت نیاز و فروتنی و دلجوئی بانیکاں بل عامہ اہل ایمان است نوشتن امثال ایں امور صورت تحصیل حاصل دارد لیکن از عالم تذکیر امرے بظہور می رسد۔

مستورۂ کہ داعیہ طلب در باطنش پرتو انداختہ بود۔ چوں شرفِ صحبت میسرش نبود از عورات مشغولہ مستفید نمی توانست شد چہ ایں چنیں عورات کہ لیاقت صحبت داشتن و فائدہ رسانیدن مستورات در آنہا پیدا شدہ بود دراں شہر ہیچ یکے نبودند از رُوئے شفقت ایں صحیفہ برائے مستورۂ مذکور لطف فرمودند۔

۷۸۔ بہ مستورۂ۔ حق تعالےٰ وجل وعلےٰ توفیق کامل رفیق گرداند۔ سرمایۂ سعادات متابع فرمان الٰہی و پیروی سنّتِ رسُول او بُودن است و خود را از ہرچہ نباید کرد از غضب راندن و بدی مسلمانی اندیشیدن و بمتاع بے مدار دنیوی نظر انداختن و خود را از سائر مخلوقات بزرگ دیدن و سفرِ آخرت را فراموش کردن نگاہ داشتن است بعد از عزیمت تحصیل ایں صفات اگر قبول خداوندی دررسد کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ را آہستہ تکرار می کردہ باشند و در وقتِ تکرار بفراغ خاطر عالم و عالمیاں را از نظر اعتبار انداختن شرط ظہور نتیجہ است حق سبحانہ و تعالےٰ درہمہ حال ظاہر و باطن ہمیشہ ناظر است وظیفہ طالب صادق آنکہ چشم از مخلوقات پوشیدہ ہمیشہ منتظر نظر رحمتے باشد ؎

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی

شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

باید کہ بدانی کہ اصل فراغ دل لقمہ پاک حلال بقدر حاجت خوردن و ترک اختلاط بیہودہ گویاں و دنیا طلبیاں کردن است اگر ہزار سال ذکر گوئی و لقمات از وجہ حلال نباشد مقصود جمال نخواہد منود ؎

صمت و جوع و سہر و عزلت و ذکرِ بدوام

ناتمامانِ جہاں را بکند کار تمام

والسّلام والاکرام

۷۹۔ سرمایہ ہمہ سعادت ہا محبّت ذاتی حق سبحانہ است انشاء اللّٰہ العزیز بروجہ اتم مُیسّر گردد ان

بدت عین من الکرم الحقت اللاحقین بالسابقین ؎

توگو مارا براں در بار نیست

بر کریماں کارہا دشوار نیست

القصہ ہمیشہ امیدوار و نگراں می باید بود و ہیچ کارے را مانع این نگرانی نمی باید ساخت بالجملہ غم ہیچ چیزے نمی باید خورد۔ ہر زیانے کہ در ہر کار شود گو شو گفتہ اند جمعیت آن است کہ از ہمہ بمشاہدہ واحد پردازی در کلمات قدسیہ خواجہ پارسا است کہ جمعے گماں برند کہ جمعیت در جمع اسباب است و در تفرقہ ابد ماندند و فرقہ بقیں دانستند کہ جمعیت اسباب از اسباب تفرقہ است دست از ہمہ افشاندند خداتعالےٰ بحرمتِ محمد مصطفےٰ و منتسبان آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات ایں گرفتار را بکمال ایں جمعیت برساند حقیقت ایمان کندن و پیوستن است۔

مصرع ؎ یعنی از غیر کنی دل بخدا پیوندی

عاقبت کار با اوست ؎

گر بروی عذر پذیرت برند

ورنہ خود آئند و اسیرت برند

۸۰۔ حق سبحانہ و تعالےٰ باعلیٰ مرتبہ انقیاد مشرف گرداند۔ عزیزے بہ یکے از دوستانِ خود می گفت صوفی مشو ملا مشو ایں مشو آں مشو مسلماں شو تو فنی مسلما والحقنی بالصالحین الغرض گاہے بجہتِ حصولِ ایں مطلب برائے ما فاتحہ می خواندہ باشید ایں را بہ تکلف حمل نہ کنند، کہ مسلمانی کار بزرگ است۔ بی موہبت الٰہیہ بدست نمی آید دائرہ کسب ازاں خالی است حقیقت تصوف نیز ہمیں مسلمان شدن است تصوف یکسونگریستن و یکساں زیستن۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

ایں رقعہ بہ یکے از درویشاں عہد نوشتہ شدہ۔

۸۱۔ بہ یکے از درویشانِ عہد سبحان اللہ نمی دانم کہ چہ نویسم پایۂ کمال آنحضرت ازاں رفیع تر است

کہ نظرِ دانش ہر لپیت رسمے از اں دریابد تا لحظۂ بستائش وبیان چگونگی آں وقت خود را معمور دارد لا احصی ثنا علیک خود بزبانِ حال در خلوت خانہ وجود خود باخود داستان زیبائی خود درمیان داری بلے ترامی سزد کہ مستور قباب عزّت را نظارہ کنی لا یحمل عطایاھم الا مطایاھم واگر فضل ازاں کوتاہ نظراں درمیان آوردہ وخور ابقدر استعداد ایشاں بایشاں نمودہ آں را نیز باتو نمی توانند شمرد در اظہار آں عاجز آمدہ چارہ جز آں نمی بیند کہ بکلمہ جامعہ انت کما اثنیت علی نفسک اکتفا نمایند چہ آں نمودن کہ اظہار جمال خود کردن است حقیقت ثنا راست الحق ایں خوشتر چوں تو رازے را کہ درخور تست باخود داری ما نیز رازیکہ درخور ماست درمیاں نمی آریم ؎

ہر کہ رُو ہمرنگ یارِ خویش نیست

عشق رُو جز رنگ و بُوئے بیش نیست

ہیہات چگویم ایں امانتے است کہ از تو بما رسیدہ ایں را نسیاً منسیاً ساختہ وحق را پوشیدہ بداغ ظلومی وجہولی می باید مبتلا شد لا ایمان لمن لا امانۃ لہ مگر ازینجاست ما عرفناک حق معرفتک دریں مستشہد جمع است زیبا تر آنکہ از ننگ کذب نیز مبراست ؎

آنرا کہ فنا شیوہ و فقر آئین است

نہ کشف و یقیں نہ معرفت نہ دین است

اگر صاحب ایں مقام شمار ثنا را ازاں نسبت مائے ومنے سلب نماید یعنی از ثنائے جمالی منسوب نیست عجبے نیست ہر چند کہ ایں کلمۂ خیر از مقصود فی الجملہ بیگانگی داشت اما چوں سر رشتۂ سخن بآں جا کشید ودر تحقیق معنی حدیث دخلے داشت عنان قلم دست رفت اکنوں وقتِ رجوع وبازگشت است

ع از ما ہمہ عجز و نیستی مطلوب است

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ دریں صیغہ حدیث لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک از راہ تاویل بہ پنج صورت مُبیّن گشت چنانچہ بہ تامل شافی معلوم می گردد. مجموعہ ہائے مکارم اخلاق مخدوم زادہائے آفاق بندگی قبول نمائند ہماں سخن است

زبان سیرت ہر کس ثنا گر است او را ؎

چہ احتیاج بمداح دیگر است او را

۸۲ - بدانیکه که[1] حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آدمی بود پاک نژاد ترین آدمیاں ہیچ نخوانده بود و اہل آں ولایت که او در آنجا زائیده شده وکلاں شده نیز خوانندہ نبودند آرے پدران پیشین ایشاں بهمه چیز که آدمیاں رامی باید داناتر بودند و بہترین روئے زمین بودند اما رفته رفته علم در ایشاں نمانده بود ناگاه خدائے تعالےٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم را بیافرید و آشنائے خود کرد خدا را چنانچه به ازاں نتواند صورت بست شناخت و فرشته را فرستاد که با محمدؐ بگو که صفات مرا بآدمیاں و جنیاں بگوید و از ہرچه رضائے من دراں نیست ایشاں را منع کند و نماز و روزه و زکوٰة و حج و جنگ با کافراں با ایشاں تعلیم کند اوّل فرشته آنہا را چنانچه خدا گفته بود بحمد صلی اللہ علیہ وسلم رسانید بعد ازاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بجماعتے که بدیدار پاک او مشرف بودند رسانید بایں تقریب خدا تعالےٰ کتابے که نام شریف او قرآن است بواسطه حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بفرزندان آدم و بفرزندان جن فرستاد اکنوں بنده مومن رامی باید که بدل یقین کند که ہرچه دراں کتاب است و ہرچه محمدؐ که فرستاده و برگزیدۂ خدا است گفته است ہمه راست است و بزباں نیز بگوید که خدا یکے است و محمدؐ فرستادۂ برحق لا اله الا الله محمد رسول الله چوں ایں قدر دانست می باید که از دانایاں تحقیق کند که ما را دراں کتاب چه فرموده است چه چیز می باید دانست و چه کار می باید کرد و دراں کتاب فرموده که من زنده ام که ہمیشه بوده ام و ہمیشه خواہم بود و بهمه چیز دانائم و بر ہمه چیز قدرت دارم و ہرچه خواہم می کنم و ہمه چیز می شنودم و ہمه چیز می بینم بهرکس از رگ گردن او نزدیک ام قہار و جبارم با وجود از ہمه کس رحیم ترم و تمام عالم را آدم و پری و فرشته و زمین و آسمان و سنگ و چوب و ہرچه در انہا است ہمه را من ساخته ام و می سازم ہرچه پیدا می شود ______ من پیدا می کنم و ہرچه نابود می شود من نابود می کنم لیکن رسدن آتش را بہانه ساخته است تا در دنیا ہرکس او را بشناسد و کار او را نه بیند بدانید که او یگانه است دریں کارہا ہیچ شریک و وزیر و کارکن و یاری ده ندارد و ہرچه غیر او ست ہمه را ساخته و آفریده است دیگر دراں کتاب فرموده که بندگی من بکنید و آں بندگی نماز و روزه و زکوٰة و حج و جنگ با کافراں است و دیگر حق حقداراں نگہدارید از مادر و پدر وغیره و بر ہیچ کس ظلم نکنید علم ایں ہا بسیار است آہسته آہسته از دانایاں تحقیق کنید دیگر بدانید که محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خوش رُوترین و خوش خلق ترین آدمیاں بود ذات او از ذاتہا پاک تر، دلِ او از ہمه دلہا روشن تر تمام اولیاء گدایانِ درگاه او ئند۔ ہرچه در آدمی باشد ہمه را از ہمه کس بیشتر داشت و ہم چنیں

[1] بدانیکه کے بعد "که" غالباً زائد ہے۔

خدا تعالیٰ ولِ او را خانۂ خود ساختہ بود ہر چہ می گفت از خدا می گفت و ہر چہ می دانست از خدا می دانست و ہر چہ می کرد بقدرت خدا می کرد و الحال نیز ہم چنیں است و تا خواہد بود ہم چنیں خواہد بود۔ چنانچہ کسے را جن می گیرد۔ دریں وقت ہر چہ می گوید و ہر چہ می کند جن می کند ایں مثال بعینہٖ نیست ایں مثال از برائے آنست کہ بدانید کہ قرب او بر ہیچ قرب نمی ماند۔

بعد از آنکہ جناب مخدومی استاذی میاں شیخ احمد سرہندی بدرجۂ کمال و تکمیل بلوغ نمودند و از بس وید عظمت و بے نہایت حضرت مقصود عز قدرہ و مزید طلب کہ آخر نفس حضرت ارشاد پناہے خود را مبتدی می دیدند و نظر در حاصل خود نمی انداختند۔ مکاتبات بروش مذکورہ بمخدومے مذکور شرف صدور می یافت و در خلاء و ملا بروفق ایں مضموں ناطق بودند و کمالاتِ جناب مشارٌ الیہ را زیادہ از انچہ سلیقۂ کاتب در قلم آرد از حضرتِ ایشاں شنودہ و درچنیں اوقات بہ ایں عنایت نامہ نوازش فرمودند۔

۸۳۔ بہ شیخ احمد سرہندی۔ حق سبحانہ و تعالیٰ باعلیٰ مرتبہ کمال و اکمال برساند ؎

ولِلارض من کاس الکرام نصیبٌ

تکلّفے نیست آنچہ حقیقتِ حال است نوشتہ می شود۔ پیر انصار قدس سرہ می فرمودند کہ من مرید خرقانی ام لیکن اگر خرقانی دریں وقت می بود باوجود پیریش مریدی من می کرد۔ ہرگاہ صفت آں بے صفتاں ایں باشد گرفتاراں آثار صفات چرا جان فدائے لوازم طلبگاری نکنند و از ہر کجا بُوئے بمشام ایشاں برسد درپئے آں نہ روند۔ اکنوں توقف و اہمال ما نہ از استغناء و بے نیازی است موقوف اشارت است۔

؎ چوں طمع خواہد زِ مَن سلطانِ دیں
خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

بارے نسخۂ حال و ارادۂ ما ایں است خدا بر آنچہ می باید معتقد گرداند و از عجب و پندار مخلص بخشد۔ بقیۃ المقصود جناب سیادت مآب امیر صالح سلمہ اللہ اظہار طلب نمودند چوں وقت فقیر مقتضی آں نبود تضیع اوقات ایشاں و دادن از مسلمانی نہ نمود لاجرم بصحبتِ شما فرستادہ شد اِنشاء اللہ بقدرِ استعداد بہرہ مند گردند و توجہ لطفِ کامل بیابند۔ والدّعا

بعد از ترکِ مشیخت و شروع در مزید انزوائے سوائے چند نفرِ مخصوص ہمہ حاضراں را در اوّل فرمودہ بُودند کہ بخدمتِ اُستادی میاں شیخ احمد سلمہ اللہ بروند۔ چوں گسیختن ایں چنیں مخلصاں بیک بارگی ازیں درگاہ بغائت امرِ دشوار بو وملول شدند۔ آخر جمعے را بالطاف و ترغیب راضی کردہ فرستادند و آنہا کہ بے رضا بمحض امرِ عالی می رفتند منع کردند و دراں وقت ایں عنایت نامہ نوشتہ شدہ بُود۔

۸۴- بہ شیخ احمد سرہندی۔ حق سبحانہ وتعالےٰ بکمال صفا برساند۔ جمعے از دوستاں کہ گرفتار بار وجودِ ما بُودند۔ چوں ما در مضیق وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مقام معلوم دربند مصلحت فکر و عقل ما اقتضائے آں کرد کہ دریں برشکال از مقابلہ ایں بوقلمونی دور افتادہ در تحت اشعۂ آفتاب شہودِ زندگانی نمائند انشاء اللہ العزیز بہ نیکی و پاکی آخر رسد فوائد جماعت وصحبت محقّق است و روشن چہ حاجت اظہار ؎

ماگرفتاریم برما ناوکِ بیداد ریز

سنبل و گل برکنارِ مردمِ آزاد ریز

استغفر اللہ من جمیع ما کرہ اللہ۔ دیگر دیری است کہ از احوال شریف خود چیزے رقمے نفرمودہ اند انشاء اللہ العزیز خیر مانع باشد بعد از برشکال اگر راہ استخارہ باشد خواہد آمد والا فلا لیکن آنچہ در استخارہ ظاہر شود بما بنویسند اگر تعبیر خود نیز نویسند نورٌ علیٰ نور۔ والدّعا

۸۵- اللہ تعالےٰ فقرا و مساکین و رماندہ را از برکات برگزیدگاں بدرمانے برساند۔ مدّتے است کہ نیازے بدرگاہِ ولایت عرض نکردہ ایم آرے ایں پاک کلمہ را قاصدان صادق حامل می توانند شد بحمد اللہ ایں قسم خود صورت می بندد۔ دیگر چہ نویسم سخن درویشاں بحضرتِ شما نوشتن بغائت بیشتری است و حکایت اوضاع صوریہ بسیار بے جا الغرض ما را حد خود می باید دانست و از فضول احتراز می باید کرد۔

در ایامیکہ ترک مشیخت فرمودہ اند۔ انزوا و تنہائی ہا زیادتے می پذیرفت نیز یاراں مشایعت ہا و تعظیم ہا بروش سابق می نمودند از خانہ باہل مسجد در ترک تعظیم ہائے مریدانہ ایں رقعہ را نوشتہ بمسجد فرستادند۔

۸۶۔ باہل مسجد۔ معروض مخادیم می گرداند کہ روزے چند مصلحت خود دراں می بیند، کہ بمقتضائے کلمہ قدسیہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کہ در شیخی را ببند و دریاری رابکشائے عمل نمودہ آید اکنوں التماس آں است کہ ہم چناں کہ کرم نمودہ مشایعت را ترک نمودہ اند تواضع و تعظیم را در مسجد نیز ترک نمائید در نشست و برخاست و آمد و شد مسجد ہماں معاملہ کہ بمرزا حسام الدین و خدمت مولینا یوسف و امثال ایشاں می نمائید بفقیر نیز نمائید خرد و بزرگ از ولہ تا میاں شیخ الہداد بریں عمل نمائید انشاءاللہ مثاب شوند۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

مستعدے روزے چند گاہ گاہ بدیں آستان آمد و شدے می کرد و بواسطۂ کمی اختلاط بخادمانِ ایں درگاہ و مصاحبان قاصر ہمت و کثرت اُمیدواراں و فرزنداں نتوانست کہ تحمل فقر نماید و صلاح درسی معیشت او ہم ندیدند اصطرارًا رخصتے گرفتہ برائے کسب معیشت رفتہ بود عزیزے از علما کہ از راہِ معنی بہرہ ہا دارند۔ چوں بمستعد مذکور قرابتے داشتند کہ مشارٌ الیہ ازاں سفر مراجعت نمودہ بکسب کمال اشتغال نماید بعرض رسانیدند کہ در ترغیب آمدن او چیزے قلمے فرمایند بواسطہ رعایت خاطر آں عزیز کتابتے کہ مشارٌالیہ بمستعد مسطور نوشتہ بود طلب داشتہ در ظہر آں ایں چند سطر را نوشتند۔

۸۷۔ بمستعدی۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ہر چہ نوشتنی بود در صحیفہ بندگان مخدومی مندرج است زیادہ چہ نویسم بارے فرصت وقت بلکہ وقت و نفس را غنیمت شمردہ بمقتضائے آں زندگی می باید کرد۔ دریغ کہ ایں عاجز گرفتار را قوتِ کار نماندہ واگر نہ بتوفیق اللہ تعالےٰ دریں دو روزہ عمر دیوانہ وار ماتم بازماندگی

خودمی داشت و درجستجوئے کیمیائے مقصود تگ و دوئے می نمود و زندگانی فدائے ایں راہ می کرد۔ حق تعالٰے دریں افتادگی نیز دروے وآشوبے کرامت فرماید کہ کار دوجہاں خود را درقبضہ اقتدار نہادہ از مجموع گرفتاری ہا فراغے بیابم آمین یارب العالمین۔ امید از آں برادر آں است کہ رُوئے برخاک بہ نہند و برائے حصول ایں آرزوئے فقیر از خدا بخواہند کہ دعاءُ الغائبِ للغائبِ اسرع اجابۃً آمدہ والدّعا۔

رسائل

در بیان حقیقت نماز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بداں اَفنَاکَ اللہُ تعالےٰ وَ اَبقَاکَ بِہٖ

کہ نماز را حقیقت است و صورت است و ظہور حقیقت او موقوف است بمشرف شدن بموت اختیاری و طلوع این شرف از راہِ سلوک مبنی بر دہ اصل است اوّل توبہ دوم زہد سوم توکّل چہارم قناعت پنجم عزلت ششم ذکر ہفتم توجہ ہشتم صبر نہم مراقبہ دہم رضا و طالب صلوٰۃ حقیقی اگر مستعد نزول جذب الٰہی باشد و قابلیت تقدم جذبہ بر سلوک داشتہ باشد وظیفہ او آنکہ بعد از طہارتِ باطن بتوبہ نصوح و خالی کردن دل از آرزو ہائے نفسانی و روحانی کہ مفرزہد است و توجہ بحضرت حق سبحانہ نماید توجہ مجمل بہیولانی الوصف پاک از اعتقادات مستحسن و مستنکر و کلمہ انّی وجہت وجھی للّذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفًا راشعار باطن خود سازد ولیکن کرشش غیبی در رسد و اُورا از و بستاند و معنی وما انا من المشرکین بے او در جلوہ گر شود چوں آورا باز باد بدہند تعطش زیادہ شود و تعلقش قوت گیرد و حقیقت مراقبہ کہ انتظار حصول مقصود است بظہور آید طہارتش را اصغائے دیگر پیدا شود بر تو تجلّی ذاتی بزبان حال یا او بے علتی و بے نیازے مطلب را درمیاں نہد معنی توکّل را کہ بیروں آمدن از رویت اسباب است دریابد۔ اگر لطف حق مدد نماید ببیند کہ توجہ نیز از دو است خود را ازیں صفت خالی شناسد اللہ اکبر من ان یتوجہ الیہ[1]۔ ایں جا رو نماید ایں زماں توجہ دیگر پیشش آید وما انا من المشرکین را بزبان دیگر بخواند حواس و قوا لیش بتمام از عمل معزول شوند بصفتِ عزلت متحقق شود۔ و بوارثت قبول خطاب فتھجّد بہ نافلۃ لک پیدا کند از عہدہ امر واذکر ربک اذا نسیت بر آید تنزیہہ حق

---

[1] الیہ میرے نسخہ میں بھی یہ لفظ الیہ لکھا ہوا ہے لیکن از روئے عربیت درست نہیں بلکہ یوں ہونا چاہیے : اللہ اکبر مِنْ ان یتوجہ اِلیٰ غیرہ (ترجمہ : اللہ بہت بڑا ہے اس سے کہ توجہ اس کے غیر کی طرف کی جائے)۔

کند وسبحانک اللّٰھم وبحمدک گفتن گیرد قدم در مقام توحید واتحاد بنہد ازین جا بآن ترقی کند کہ کل کائنات را مضمحل وناچیز یابد کلمہ لا الٰہ غیرک سر از نقاب تواری برآرد این جا خلاصہ قناعت در مقام نیستی اش بیفگند۔ باز تواند بود کہ واذکر ربک اذا نسیت لباس دیگر پوشیدہ کار فرمائے اوشود خود را بعد قرار دادہ بمشقت علم صبر نماید در این موطن حکمت ارسال رسل ونتائج تکلیف پرورش سازند نعوذ نمودہ بے تکلف شروع بقرائت نماز کند فتح دیگرش او دہد بصراط مستقیم شود وبسعادت رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ برسد چوں در این مقام متمکن شود ہم فی صلوتہم دائمون وصف حال او شود این است صلوٰۃ حقیقی۔ اگر کنہ ذات برا و تجلی کند خواہ دریں منزل و خواہ بیش ازیں در منزل فنا حقیقی باطنش از مجموع امور سرد شود در دنا یافت گریبان گیر جانش شود ومعنی اشتہی عدمًا لا عود لہ دلنشینش گردد۔

رباعی ؎

جانا بقمار خانہ رندے چندند ۔۔۔ با مردم کم عیار کم پیوندند

رندے چندند کس نداند چند ند ۔۔۔ بر نسیہ ونقد ہر دو عالم خندند

تواند بود کہ فقرش بہ نہایت رسد ومظہر اسم الغنی شود ہنوز دردمند باشد ایں درد است کہ مقصود آفرینش است عبادت ترجیہ ہلیں درد است ؎

۱۔ درد تو تاید دلم را درد تو ۔۔۔ لیک نے درخور دمن درخورد تو

۲۔ درد چند انے کہ میدانی فرست ۔۔۔ تا توانم آنچہ بتوانم فرست

۳۔ ذرۂ درد از ہمہ آفاق بہ ۔۔۔ ذرہ درد از ہمہ عشاق بہ

خدمت مولانا قاضی در کتاب سلسلۃ العارفین از حضرت قطب المحققین غوث الاسلام والمسلمین خواجہ احرار نقل کردہ اند کہ ایشاں می فرمودند کہ از خدمت مولانا جلال الدین رومی پرسیدند کہ عقل چیست، فرمودند کہ عقل آنست کہ بہ ہیچ چیز آرام نگیرد جز حق سبحانہ وحق آنست کہ بہ ہیچ وجہ مدرک نشود وہم چنیں رقسم ایں حروف از جناب ارشاد مآب مولانا خواجگی امکنگی قدس اللہ سرہ استماع دارد کہ از والد بزرگوار خود وایضاً بیک واسطہ از مولانا اسماعیل

شیروانی نقل می کردند کہ تجلی در ذات بحت نمی باشد ؎

دُور بینانِ بارگاہ الست

بیش ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

بلکہ اتفاق محققین است کہ ذاتِ مُطلق محاط علم نمی شود سواء اضیف الی الخلق او الی الحق۔ جاہلے گوید کہ محاط علم ناشدن بنفی معلومیت نہ می رساند چہ حقیقت علم احاطہ است جناب ولایت مآب شیخ اللہ بخش علیہ الرحمۃ کہ مرید محبوس حق و مجذوب وجہ مطلق میر سیّد علی قوام جونپوری بودند بر مشرب تفرید و گزشتگی تام بودند و نہایت ہمیں را می دانستند الحق ایں چنیں است ایں معنی اثر گرفتاری بذات بحت است و حقیقت کلمہ لا الٰہ الا اللہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ در رسالۂ قدسیہ از خواجہ بزرگ نقل می کنند کہ می فرمودند در بداشت جذبہ ہر گاہ توجہ بہ روحانیت اویس قرنی رضی اللہ عنہٗ کردہ می شود اثر آں توجہ بے تعلقی تام از علائق صوری و معنوی بود۔ و ایضاً در ہماں رسالہ از حضرت خواجہ نقل می کنند کہ ہر چہ دیدہ شد دانستہ شد ہمہ غیر است نفی مقصود نیست مقصود ذات بحت است او در علم نمی آید ؎

نیست کس را از حقیقت آگہی ۔۔۔ جملہ می آیند با دست تہی

پس خلاصی گرفتاراں جز باں نیست کہ بحسب انفاس بنفی وجود و لوازم او متوجہ شدہ معنی الفقر لا یحتاج مرتبہ را تازہ سازند صفت گرفتاری و غیر آں را با صل حوالہ کنند سبحان اللہ از غرض دُور افتادم غرض بیان حقیقت صلوٰۃ و صورت صلوٰۃ اکنوں بر سر مقصود بیائم چوں بیان صلوٰۃ حقیقی نمودیم شروع در صلوٰۃ صوری نمائیم۔

صورت نماز

لیس کمثلہ وھو السمیع البصیر۔ تحقیق ایں معنی نہ درخور حوصلہ تست ترا ایں بسکہ بدانی کہ حضرت حق جل شانہٗ بے چوں و بے چگونہ ایست کہ بہ ہیچ وجہ در احاطہ ادراک نمی آید لا تدرکہ الابصار با ایں نیز محیط ہر ذرہ است و ہمہ ذرات

عالم آئینہ صفات روئیند ہر کجا علیست علم اوست و ہر کجا قدرتے است قدرت
او و علیٰ ہذا القیاس ہمہ صفات روئند کہ از پردہ مخلوقات ظہور کردہ اند بل ہمہ اوست مخلوقات
نمودی اند بے بود چنانچہ در آئینہ می نماید لیکن آئینہ ہم چناں صاف و پاک از صورت۔ صورت
نہ در روئے آئینہ است نہ در درون او نمودی است بے بود۔ چوں معنی را دریافتی برتو باد کہ
مراقب حق باشی و حق را حاضر و ناظر خود تصور نمائی بلکہ چناں دانی کہ ہر چہ در تو است از علم و قدرت
و سائر صفات ہمہ از حق است و تو ہم چناں خالی۔ و بے ماحصل۔ بل تو ہیچ نہ نمودی بے بود
در خارج ہماں حق است و بس لیس فی الدار غیرہ دیار۔ و ہم چناں بر صرافت
بیگانگی خود و منزہ از انکہ جسم و جسمانی و جوہر و عرض باشد و موجود و غیر او موجودے نہ لا الٰہ
الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ محمد علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات کہ فرستادہ اسم جامع اللہ است ف
و بحسب حقیقت علیہ او با او کتاب جامع ہمراہ ہماں آئینہ صاف است کہ بجہت ظہور
باحسن صور و تقلید باحکام و آثار آں صورت جامع در کسوت بشریت در آمد و اسم محمدیہ گرفت
پس بر تو باد کہ حفظ مراتب کنی و اسم مرتبہ را بر مرتبہ دیگر اطلاق نکنی و احکام شریعت را
نیک نگہداری و سعادت جز در متابعت شریعت ندانی ۔

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز در پے مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

مختصر بیان توحید

کان اللہ ولم یکن معہ شی کلامے است از مشکوٰۃ نبوت علی صاحبہا
من الصلوٰۃ افضلہا بظہور رسیدہ والآن کما کان کہ باقتباس از انوار آں مشکوٰۃ بزبان
بعضے از اکابر صوفیہ جریان یافتہ ملحق است بآں۔ چوں دیدہ می شنود کہ اکثر متصوفہ ایں دیار
مدار ایں سخن را بر توحید می نہند بے آنکہ از حقیقت العالم لم یظہر قط بے خبر
باشند اعاذنا اللہ و جمیع المسلمین من شر ذلک الاحتیاط والاحتیاط

بخاطر چناں آمد کہ کلمہ چند در بیان حقیقت آں علی سبیل الاجمال بنویسد۔ بدانکہ کان اللہ ولم یکن معہ شئی اشارہ بمرتبہ اطلاق است و تقدم آں بر سائر مراتب تقدم است ذاتی۔ چہ نزد عقلائے کشف مقرر گشتہ ارواح کمل قدیم است اَلاٰن کما کان عبارت است از آنکہ او ہم چناں بر صرافت اطلاق خود است ظہور مقیدات جلوہ اطلاق را بر نہ انداختہ۔ در آں حضرت ازل و ابد ظاہر و باطن در یک نقطہ جمع است چوں ذرات عالم جی زمان متعارف موہوم الاتصال بمجرد ظہور بعدم می روند و قہرمان وحدت حقیقی بظہور می رسد پس درمیان ہر دو آں دریائے لاتناہی اطلاق مہیا است کہ از کوتاہی ظہور تقیدات نسبت باین ہمہ اطلاقات بے انتہا نزدیک است کہ نظر عارف کل شئی ھالک الا وجہہ را مشاہدہ بیند و آنکہ می گویند حفظ ما بین النفسین دو نفس رحمانی است و لہذا گفتہ اند نسبت بعارف اصلاح بین از حفظ ما بین النفسین بہتر و الاعارف را چہ احتیاج است بحفظ ما بین النفسین او از و منفک نیست چہ در اصلاح بین وچہ در غیر آں گویم الاٰن کما کان عبارت است از آنکہ اشیا نمودی است بے بود۔ بوئے از وجود خارجی بمشام او نہ رسیدہ ہم چناں در علم آرمیدہ یا گوئیم اللہ تعالے اعلم کان اللہ بعد از ظہور و قبلے بودہ باشد کہ طامع اللہ الاٰن آن است و الآن کما کان نیز ہم چناں با آنکہ الاٰن کما کان باین معنی صحیح است و اگر چہ کان اللہ بمعنی اول باشد یعنی در نظر شہود من ہم چناں بود۔

رباعی ؎

من ہیچم و کم ز ہیچ ہم بسیارے ۔ از ہیچ کم از ہیچ نیاید کارے
ہر سر کہ ز اسرار حقیقت گوئیم ۔ زانم نبود بہرہ بجز گفتارے

آنچہ تو کشتی آب دہ و آنچہ عبد اللہ فرا آب دہ۔

معنی لعوذ

اَعوذ باللہ من الشیطان الرجیم یعنی پناہ می گیرم بخدا از شر شیطان راندہ شدہ استعاذہ پیش از قرأت قرآن چہ در نماز وچہ در غیر آں بر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ

علیہ وسلم فرض کردہ بر امت متابعت او سنت شدہ شک نیست کہ آنحضرت علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات در وقت تکلم بہ کلمہ تعوذ با علی مرتبہ معنی آں متحقق بودہ اند پس طریق متابعت آن است کہ بمجرد گفتن ایں کلمہ اکتفا نہ نمایند و بحسب باطن خود را عاجز محض شناختہ در دفع وساوس شیطانیہ التجا بقادر مطلق بیارند تا قرأت کلام او خالی از کدورت اندیشہائے پراگندہ شیطانیہ دست دھد۔

مخفی نماند کہ ایں قسم تعوذ از مقولہ توکل است یعنی خدائے را سبحانہ وکیل خود اخذ کردن و قدرت روی اندو خود را گوشہ گذاشتن ایں توکل از فروع ایمان است چہ ہر کہ ایمان آورد باآنکہ آفریدگار جز وکل اللہ است و دانست آں را کہ ہر فعلے و صفتے کہ از وے واز غیر او بظہور می آید ہمہ بمحض قدرت آفریدگار است وحدہٗ لاشریک لہٗ زآنکہ در خزینہ ہستی او امرے موجود است یا البتہ موجود خواہد شد کہ بآں دفع ضررے یا جلب منفعتے نماید۔

حضرت حق سبحانہ بعد از آنکہ پیغمبر خود را امر بتعوذ کردہ می گوید انہ لیس لہ سلطان علی الذین اٰمنوا وعلیٰ ربھم یتوکلون یعنی پناہ بخدا بگیر از شر شیطان رجیم کہ نیست تصرفے و سلطنتے شیطان را بر آنہا کہ ایمان آوردہ اند و بمقتضائے ایمان پروردگار خود را وکیل خود اخذ کردہ اند اینک شاہد صادق بر آنچہ بیان نمودیم انشاء اللہ العزیز بار ا نیز نصیبے کامل ازیں برسد۔

فصل در کلمات قدسیہ احرار یہ نوشتہ اند کہ ہر ضعیفے را کہ با دشمن قوی کار افتد چوں بصدق و یقین تمام از حول و قوۃ خود بیروں آید ہر آئینہ بحول و قوتے از پیش گاہ مؤید شود کہ بآں حول و قوۃ بر اعدائے دین وملت غلبہ تواند کرد۔ خدمت مولانا محمد قاضی کہ از مخلص اصحاب آنجناب بودہ اند نوشتہ اند کہ ایشاں ہر گاہ در مہمے باہل زمان خود از سلاطین و حکام چیزے می نوشتند ساعتے سکوت فرمودہ معطل می ماندند و بعد ازاں شروع در کتابت می نمودند و سر سکوت و تعطیل را ہم خود می فرمودند کہ ساعتے خود را از خود خالی ساختہ در مقابلہ کبریائے الٰہی می سپارم بعد ازاں می بینم کہ قلم از جائے دیگر جاری می شود پس قطعاً در میاں نیستم مقصود ازانہ ذکر ایں سخن آنکہ اگر ہنگام تعوذ وارادہ تلاوت بحقیقت ایمانے کہ مورث ایں قسم تعوذ شدہ کاملے متحقق شود بقرب فرائض مشرف خواہد

شد چنانچہ فاجرہ حتّٰی یسمع کلام اللہ را اکابر تحقیق در ایں مقام داشتہ اند در آں وقت زبان قاری حکم شجرہ موسیٰ علیہ السلام خواہد داشت۔ بیت ؎

بے شک آں آواز ہم از شہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

وکلام امام محقق جعفر صادق علیہ التحیہ کہ فرمودہ انّی اکرم آیۃ حتّٰی اسمع من المتکلم را شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین علیہ الرحمہ ہم ازیں مقام داشتہ۔ ابیات ؎

چوں پری غالب شود بر آدمی

گم شود از مرد وصفِ مردمی

ہرچہ گوید آں پری گفتہ بود

زیں سر ور زاں سرے گفتہ بود

چوں پری را ایں دم و قانون بود

کردگار آں پری خود چوں بود

رشحہ: حقیقت مراقبہ انتظار است وصفائے انتظار در طلب مقصود است در حالتے کہ طالب از حول وقوۃ خود بیروں آمدہ باشد و مشتاق لقائے مقصود و مستغرق بحر ہوائے او باشد جل ذکرہ۔ و دید حول وقوت اغیار کوشش است و انتظار آستانہ کشش۔ ایں قسم مراقبہ جز منتہی و قریب الانتہا روست نمی دھد۔ لہذا ابو الجناب نجم الدین کبریٰ قدس سرہ در بیان دہ اصل کہ مدار موت بالارادۃ بر آں داشتہ ایں مراقبہ را اصل ہشتم ساختہ۔ لیکن مبتدی عاشق را تقلید منتہی می باید کرد و خود را از حول وقوۃ خود برآوردہ انتظار محض می باید بود اما سائر مراقبات کہ مطلوب را مقید بشکل و مثال و علم و خیال کردہ در عرصہ تعقل آرند فرود ایں است و معلول ؎

ہرچہ پیش تو پیش ازاں رہ نیست ۔۔۔ غایت فہم تست اللہ نیست

لا و ہو زاں سرائے روز بہی

بازگشتہ حبیب و کیسہ تہی

حضرت سبحانہ وتعالےٰ پیغمبر خود را صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ فاذا قرءت القرآن

فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم مخفی نیست کہ ایں امر ففروا الی اللہ وتقرب الیہ
است چہ استعاذہ التجا بکسے بردن و در جوار او رفتن است ۔ پس سنی متابع را سزاوار است
کہ بعد از دید عجز خود در پناہ حق بگریزد و حق را در دفع وساوس بوکالت اخذ کند یعنی بہ تمام مستغرق
انوار او شود و در ادائے کلمات وتدبر معانی او توجہ را پراگندہ نکند کہ او حافظ و وکیل است چنانچہ
می باید بظہور می آرد ۔ حضرت امام ہمام حسن ابن علی رضی اللہ تعالے عنہما می فرمودند حق سبحانہ تعالے
وشل را یعنی خاطر غیر را ہنگام نماز در ربانیا فریدہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل
البیت ویطہرکم تطہیرا در فقرات احراریہ مسطور است کہ نسبت ما بحقیقت نسبت اہل
بیت است و از آنچہ ایشاں نسبت خود را شرح دادہ اند روشن می شود کہ معنی سخن حضرت امام
آنست کہ ہنگام نماز در سر ما نشانے از ملک و ملکوت نیست نہ آنکہ ایناں ہستند لیکن لباس
غیرت از بر کشیدہ اند چنانچہ اکابر فرمودہ اند کہ در قرب نوافل جہت خلقیت مغلوب جہت
حقیقت است ؎

چوں تو سازی رواں زنا فلہا
بدیار قبول قافلہا
برفزائے تو وحدت اطلاق
غالب آید بقدر استحقاق

در قرب نوافل با وجود لباس نسبت غیریت از ایشاں بر افتادہ چنانچہ ارباب توحید صوری
را می باشد ۔ بداں ایاک اللہ بنور القدس کہ ایں قسم نعوذ منتہی را دست می دہد و نزدیک
بایں کسے را کہ نہایتش در بدایت مندرج باشد لیکن جماعتے را کہ بہ یقین ایمانی مشرف اند مرتبہ
انجبر احساں را می باید از دست ندہند الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک
پس در اثنائے تلاوت چناں بنشینند کہ او ایشاں را می بیند و ایں عمل را در حضور او می کنند ۔
تنبیہ بعض از عرفا فرمودہ اند کہ انسان مرکب است از روح و ہیکل محسوس و امر بہ استعاذہ
مر مجموع را است ۔ آنچہ نصیب روح بود خود از کلمات سابقہ معلوم شد ۔ نصیب بدن آں
است کہ از مظاہر آثم لمضل چوں رقابد و تا کل و ملابس منہیہ و سائر اوضاع مکروہہ اجتناب نماید

درروئے توجہ بمظاہر اسم الھادی بیار داز مجالسان موافق واوضاع مشروعۂ مسنونہ۔ ولفیب زبان تکلم بآں کلمہ است لیکن اگر استفادہ کاملہ بدست نیاید ازاں بہ تمام نہ باید محروم شد اگر در محلہ جمعے منحرف باشند ہمہ را منحرف نباید گزاشت۔

اللھم ارزقنا العمل بمافیہ والسّلام علی من اتبع الھدیٰ

معنی بسم اللہ و سورۂ فاتحہ

بسملہ کہ در اوائل سور است پیش علمأ حنفیہ بجہت استفتاح قرأت است نہ داخل قرأت واگرچہ بقول اصح داخل قرآن است پس قاری در خواندن بسم اللہ ایں ارادہ می کند می استفتاح قرأت خود بنام اللہ الرحمٰن الرحیم می کنم اسم مبارک اللہ را در عرف طائفہ صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم سہ اطلاق است یکے ذات احدیت و دیگر ذات متقید بمرتبہ الوہیت دیگر احدیت جمع مطلق لیکن مناسب حال کاتب و سامع مرتبہ دوم است کہ قبلہ توجہ سالکان و آرام گاہ مشتاقان و رب عالمیان و مالک یوم الدین اوست۔

مرتبہ اوّل از عبارت و اشارت منزہ است۔ مرتبہ سوم واسطہ گمراہی بسیارے ان توقف و تعطیل سائراں و مزلّہ پاکان است اکنوں شرح ہماں مرتبہ دوم کہ معشوق عالی ہمتاں پاک نظر است۔ بنامِ۔ اللہ اسم ذاتی است مستجمع جمیع صفات کمال آنچناں ذاتے کہ او بود باصفات کاملہ خود و عالم نبود و اکنوں کہ عالم از عرصہ عدم بہ تنگنائے خیال آمدہ او ہم چناں برقرار خود است پیش گاہ بقا و ثبات او راست و دیگراں در معرض فنا و ممات جل من لا الہ الا ھو لا تفعل کیف ھو لا ماھو اگر نہ ذاتش پرسی لا تفکروا فی ذاتہ واگر از صفاتش پرسی ستہ آں مجید علیٰ ما یفھم منہ اھل اللسان من العلماء السنۃ مبین ان لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر اگر ظاہر است اوست چہ مدار ظہور بفعل واثر است و فعل واثر ازو۔ واگر باطن است ہم اوست و دیدہ سد کہ محرم حریم شہود است در مطالعہ کمال او خیرہ است و چشم سر کہ رئیس کارخانہ نمود است در مشاہدہ جمال او خیرہ اوست کہ اقرب من حبل الورید است و اوست کہ فعال لما یرید است۔ رحمٰن

اسم ذات است به اعتبار افاضهٔ وجود مر حقائق ممکنات را ایں اسم خاص واجب است دیگرے افاضهٔ وجود بشر نتواند کرد هر چند که رحمتش عام است۔ رحیم اسم ذات اسب باعتبار افاضه سائر نعم تابعه مر وجود را ایں اسم عام است چه دیگرے نیز بتوفیق حق بعضے انعامات می تواند کرد لیکن معنی اش عام نیست چه همه موجودات در همه وقت منعم علیه نیستند الحمد لله باتفاق علما معنی آن است که هر چه از جنس ستائش و ثنا است مختص بالله است۔ مقصود ازیں اظهار جمال حق است نه اخبار بایں علم و لهذا نفس الحمد لله نیز ستائش است علمائے اهل سنّت می گویند که عالم با جمیع ذوات و صفات و افعالش در عرصهٔ وجود نسبت بخلّاق عالم چوں نقوش است در صفحه کاغذ نسبت به نقاشے اگر جزوے از نقش نیک نماید ویکے آں را ستائش کند بے تکلف ستائش نقاش است اگر گفته شود که ایں سخن منجر بجبری شود می گوئیم که اهل سنّت در آدمیاں صفت اختیار را بے آنکه اثرے براں مترتب شود مخلوق می گویند و بایں قدر از جبریه امتیازے یابند۔ اهل تحقیق از اولیائے مکاشف بر صحت ایں معنی مجتمع اند اللّٰهم ثبّتنا علی القول الثابت۔

وصل صوفیهٔ موحده قدس الله تعالے ارواحهم که از خواص اهل سُنّت اند با وجود علم اوّل و تحقیق ایں می گویند که نقوش صور کونیه که بقدرت کامله حق سبحانهٗ و تعالے در عرصه نمود آمده اند از تجلیات اسم بزرگوار آں ظاهر اند و حق سبحانهٗ بحسب صفات و شیون خود در کسوت ایں ها ظهور نموده بل هر دو بیک ظهور ظاهر گشته اند و لهذا صاحب فتوحات مکیه رضی الله تعالے عنه می گوید۔ سبحان من اظهر الاشیاء و هو عینها ای فی الظهور چه حقائق عالم مظاهر صفات و شیون اند فی العلم۔ پس اگر الله ذات احدیت بخواهند جمیع محامد از وجه دیگر نیز راجع باو می شود ایں علم بغایت غامض است هر چند مجمل تر۔ بهتر ربّ العلمین پرورنده عالمیاں است ذکر ایں صفت دریں مقام از برائے تحقیق اختصاص جمیع محامد بالله می تواند بود الرّحمٰن الرّحیم بخشندهٔ وجود است و دهنده لوازم وجود از آنچه با ج عالم است۔ ذکر ایں هر دو صفت بعد از ذکر ربوبیت اشارت است بشمول تربیت مر جمیع نعم را ملک یوم الدّین متصرف و حاکم روز جزا است ذکر ایں صفت بعد

از ذکر رحمت بشارت عظمیٰ است مرعاصیان امت را ایاک نعبد وایاک نستعین یعنی ہمیں ترا عبادت می کنیم وہمیں از تو استعانت می جوئیم دریں دو امر دیگرے را شریک تو نمی گردانیم تواند بود کہ ازیں عبادت مراد عبادت اضطراری باشد عبادت اضطراری بودن بندہ است بروفق ارادہ الٰہی ومضطر بودن در زیر قضا وقدر او دریں صورت ایاک نعبد بحسب معنی مثل مالک یوم الدین می شود یعنی مالک جمیع احوال واوقات توئی وایاک نستعین تا آخر داخل دعا است یعنی از تو یاری می جوئیم کہ صراط مستقیم را نمائی تا سلوک برآں صراط نمایم وعبادت اختیاری من بروفق رضائے تو شود ودر صورتے کہ ایاک نعبد بر عبادت اختیاری محمول باشد مقصود ازاں اظہار انقیاد خود است ومقصود از ایاک نستعین باہماں معنی کہ مذکور شد یا اظہار آنکہ ایں انقیاد راہم بخلق وتوفیق تو می دانیم یا طلب ثبات دریں انقیاد اھدنا الصراط المستقیم یعنی بنمائی ما را راہ راست صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین یعنی صراط جماعتے کہ برآنہا انعام کردہ آں جماعت ۔ چنانچہ ہم در کلام الٰہی برآں تصریح شدہ ۔ نبیین وصدیقین وشہدا وصالحین اند نہ راہ جماعتے کہ غضب کردہ برآنہا وہم چنیں نہ راہ آنہا کہ راہ گم کردہ اند ۔ اجماع صادقاں ومحققاں است کہ صراط مستقیم صراط اہل سنت وجماعت است از آنچہ در الہیات ونبوات وعلوم آخرت گفتہ اند ۔

وصل : صاحب کتاب فتوحات مکیہ ۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ عقیدہ چند بر عقائد ظاہر علما افزودہ ۔ بے آنکہ نفی آنہا کند چہ خلاف عقاید سلف صالحین جز ضلالت وخرابی بہیچ نسبت بحمد اللہ تعالےٰ اعتقاد ما بریں قرار گرفتہ وامید می داریم کہ بریں بمیریم وبریں محشور شویم ۔ اکنوں شرح عقیدہ آں بزرگ را در الہیات نمائیم بنمائی ما را صراط انبیا وصدیقاں نہ صراط آنہا کہ ہمہ خلق می بینند واز مبدا خبرے ندارند خواہ خلق صرف می بینند چنانچہ دہریہ وطبیعیہ کہ ایشاں مغضوب علیہم اند وخواہ بعنوان خقانیت می بینند چنانچہ بعضے از صوفیا کہ در توحید صوری معطل ومحبوس اند کہ اضلہ اللہ علیٰ علم ۔ در حق ایشاں درست است تمام بخود واشال خود گرفتار اند ودر روی توجہ از مبدا گردانیدہ اند ایشاناں ضال مضل اند ونہ مراہ آنہا کہ ہمہ

حق می بینند نه لیس عالم را خیال محض و شعبده صرف می انگارند مبدٔ ایشاں نیز از راه بر آمده اند پہلو بر سوفسطائی می زنند و نه راه آنہا که وجود دید حق و خلق خلق را وجود علیحده اثبات می کنند چه راه ایشاں نیز شاہراه انبیاؑ نیست مراد ازیں راه ہماں معرفت است نه بایں معنی که معرفت ایں ہا خلاف معرفت انبیاؑ است حاشا۔ ایشاں برگزیدگان اند آرے معرفت ایشاں آں وسعت ندارد که معرفت انبیاؑ۔ پس صراطِ مستقیم در معرفت با عتقاد آں صدیق کامل دید حق و خلق است لیکن خلق را وجود علیحده نے بل چوں وجود صورت در مرأت که می نماید که ہست و بحقیقت نیست و ایں نمود بقدرت کامله حق پیدا شده و خلق عالم عبارت ازیں اظہار است و عالم در علم حق ثابت است نه آں اثبات که علمأ متکلمین در صور علمیه نسبت با ذعان می گویند بل ثباتے از جنس ثبات خارج یعنی موجود خارجی بحسب شیون وصفات در علم تنزل نموده۔ و حقائق عالم ظاہر گشته و ایں حقائق بعد از عود با صل و ظہور در وجود چوں ظہور صورت در مرأت مخلوق و ممکن شده و آثار و افعال ظاہره از ممکن از اصل است چوں ممکن پرده دار شده بحکم لَوْنُ الْمَاءِ لَوْنُ اَنَائهٖ محبوباں را در تصور می آید که فعل و اثر از ممکن است والٰهکم اله واحد لا اله الا هو الرحمٰن الرحيم آمیں چنیں باد بسم الله الرحيم اکابر تحقیق قدس الله تعالےٰ ارواحهم تعظیم ظاہر مخلوقات را از ادب مقام معرفت داشته اند چه ایں ہا بجالی جمال مطلق اند۔

وصل۔ بداں ایدک الله تعالیٰ بنور القدس که مظہریت ایشاں مر مطلق را نه بایں معنی است که ایشاں عین مطلقند تعالی الله عن ذالک علوًّا کبیراً بل بایں معنی است که بحکم لون الاناء لون مائه صفات و افعال مطلق از پرده ایں ہا بحکم لون الماء لون انائه ہم برنگ ایں ہا ظہور کرده و ارباب مشاہده را دریں اجتماع و کثرت بصیرت کامله جز بر نور ذات نمی رفته نه بآں معنی که ذات در ادراک ایشاں می آید بل ہستی او برنعت ذوق و محبت و استہلاک و اضمحلال می یابند مثلاً آئینه فرض کنیم که از غائت صفائے آنچه صورتے برا و افتد ہستی او را نمی تواں یافت اگر یکے عاشق آئینه باشد و در پرده صورت چشم بصیر نقش شعاع آئینه را دریابد و از سلطنت محبت و شوق مستغرق ہستی

او شود تواند گفت کہ جز ذات آئینہ نمی بیند خصوصا گہ باین سر مطلع شود کہ صورت ظاہرہ بر روئے آئینہ است و در میاں موجود نیست بل نمودی است بے بود موجود ہماں آئینہ است و لبس و بہ انتہی الکلام و تم

بیان سورۂ والشمس

والشمس وضحها یعنی سوگند بآفتاب و نور او در ضمن ذکر نور اشارت است بانکہ تعظیم آفتاب بجہت نور اوست تا ارباب اشارت دریابند کہ تعظیم مظاہر بجہت ظاہر می باید کرد نہ بجہت نفس مظاہر والقمر اذا تلها یعنی سوگند بقمر وقتیکہ در پے رود آفتاب را و قدم بر قدم او بنہد در تنویر مراد ماہ تمام است - این آئینہ با وجود بشارت سابقہ اشارت است بہ تعظیم جماعتے کہ بجہت کمال پیروی اقتباس نور از مشکوٰۃ آفتاب محمدی نمودہ اند۔

بیت ؎

بنی چوں آفتاب آمد ولے ماہ

مقابل در مقام لی مع اللہ

حضرت حق سبحانہ در قمر ذکر نور نکرد چنانچہ بعد از والشمس وضحها چہ قمر را نورے نیست کانہ کہ قمر ہماں نوری است کہ از آفتاب بر او منعکس می شود لہذا در قرآن مجید قمر با سم نور مذکور شدہ وجعل القمر فیهن نورا تواند بود کہ معنی این باشد کہ سوگند بقمر وقتے کہ در پئے آفتاب رود یعنی بر ہماں خط کہ آفتاب می رود - او رود یعنی سوگند بقمر در وقت کوف آفتاب چہ قرب او با آفتاب درین وقت بیشتر از اوقات دیگر است و مشابہت او بمستوراں قباب عزت در این محل روشن تر جہت باطنش مستغرق نور آفتاب است و جہت ظاہر گرفتار پردۂ حجاب در این آیت تنبیہ است بآنکہ لباس شریف و عظیم باشد کہ شرف و عظمت او را اندانند پس باید کہ بے تامل تحقیر کسے کردہ نہ شود و تواند کہ اشارت باک باشد کہ ہم چناں کہ تعظیم مظاہر لطف می باید کرد۔ تعظیم مظاہر قہر نیز باید کرد - مراد بمظہر قہر در این اشارت آن است کہ قہر از و بظہور رسد نہ آنکہ قہر بر او واقع شود۔ والنہار اذا جلها یعنی سوگند بروز روشن کہ

غبار طلوع و حجاب ابر و ظلمت ہوا نداشته باشد والليل اذا يغشٰها یعنی سوگند به شب
وقتیکه بپوشاند نورِ آفتاب را مراد شب تار است که نور شفق و تابش قمر دراں نباشد چه
ہر یک ازیں دو نورِ آفتاب است ایں شب بکمال شبے رسیده تواند بود که مراد شب خون
باشد که دراں شب نورِ آفتاب که در آئینه ماه ظاہر است پوشیده می شود و دریں شب ماه داخل
ظلِّ ارض است بخلاف شبہائے دیگر و ایضاً تواند بود که مراد شب ایام بیض باشد چه
آں شب بجہت روشنی کانه که آفتاب را می پوشد یعنی از خاطر ہا فراموش می سازد و لہٰذا
ایام بیض می گویند یعنی دراں اوقات شب نیست ہمه روز روشن است۔

وصل: صاحب فتوحات مکیه رضی اللہ تعالےٰ عنه آں مؤدب عارف می فرماید که
اسبائی ایام بیض مثال ظہور حق در خلق است چه دراں شب آفتاب در قمر ظاہر است و ہم
چنیں قمر که در اسم نوریت با حق سبحانه شریک است در خلق ظاہر است حق سبحانه و تعالےٰ
نور را از اسمأ خود شمرده اللہ نور السمٰوات والارض و قمر را نیز نور گفته قال اللہ تعالےٰ
وجعل القمر فیھن نوراً بلکه حق بظہور قمر بحسب ایں اسم ظاہر است و لہٰذا روزه که آں
نیز از مقوله ظہور حق در خلق است دریں ایام معتبر آمده قال النبی صلی اللہ علیه وسلم مخبراً لنا
ان صیام ایام البیض صیام الدھر یعنی اشارت فرموده که صیام ایام بیض از شمار نخست
صیام دہر است و دہر از اسمأ اللہ تعالےٰ است چنانچه در حدیث صحیح آمده لاتسبوا الدھر
فان اللہ ھو الدھر یعنی رعایت ادب نسبت بدہر بکنید که او دریں اسم شریک است
با حق سبحانه پس بنده بمنزله قمر است و روزه بمنزله نورِ قمر و حق ظاہر بحسب ایں نور در قمر بمنزله
شمس و لہٰذا در حدیث صحیح آمده که الصوم لی یعنی صوم که صفت صمدانیت است
که عبارت از تنزیه از غذا است صفت من است ازینجا است که تسحر در روزه سنّت
شده یعنی ادب آں است که بنده اظہار عجز نماید یعنی ایں صفت خاصه تست من بے
تقویّم نمے توانم داخل او شد۔

وصلت: کلام حضرت شیخ رضی اللہ تعالےٰ عنه مقتبس از مشکوٰة نبوی است ہیچ
گونه عقل و فہم را دراں دخل نمی باید داد و بلوح ساده بے شائبه تصرف و تکلف تلقی می باید

نمود آنچہ بفہم فائدہ از نقصان خود باید شمرد۔

وصل۔ تعظیم شمس تواند بود کہ بجہت آں باشد کہ طلوع اوکہ ظہور صبح است مورث ظہور عبادت پاکاں است و تعظیم ضحیٰ اگر وقت چاشت ارادہ کردہ شود بجہت آنکہ وقت عبادت مسنونہ بنوبہ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والتحیہ۔ و تعظیم قمر در وقت پیروی او آفتاب را اگر اشارت بہلال بداریم۔ چنانچہ بعضے از مفسراں داشتہ اند بجہت آں است کہ مورث بعضے از عبادات معتبرہ است کہ صیام عزر شہر است۔ صاحب فتوحات مکیہ می فرماید کہ ہر ماہے مہمانیست از حق سبحانہ و ضیافت مہمان علیٰ وجہ التعجیل مسنون و مدت مہمانی سہ روز وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصوم ثلٰثۃ ایام من غرۃ کل شہر صرحۃ النسائی عن ابن مسعود۔ تعظیم نہار در وقت روشن ساختن او آفتاب را اگر عبارت از لیالی ایام بیض بداریم بجہت آنست کہ مورث عبادت معتبرہ است کہ صیام ایام بیض است۔ چنانچہ در فصل سابق بیاں نمودیم۔

مخفی نماند کہ روزے کہ آفتاب را ظاہر گرداند لیالی ایام بیض است بخلاف روز ہائے دیگر کہ آفتاب آں روز ہا ظاہر می گرداند ایں چوں رفتن از اثر بموثر است و آں از موثر باثر۔ آں طریقہ علماء است و ایں طریقہ عرفا و تعظیم لیل و فتیکہ بپوشاند نور آفتاب را بجہت آں است کہ محل فراغ عابداں و آرامگاہ ذاکراں و خلوت گاہ محباں است۔ مخفی نماند کہ پوشانیدن شب نور آفتاب را عبارت ازاں است کہ نور آفتاب در ایں وقت برنگ عدم شدہ چہ شاید نوری است کہ برنگ ظلمت برآمدہ و ظلمت اثر اختفائے بعضے از اشیاء ظاہرہ فی الیوم ایں مثال سخت نیکو است در ظہور عالم کہ واجب تعالےٰ و تقدس ہم چناں در منفر البطون است لیکن احکام و آثار او کہ اسماء و صفات اوئید ظہور نمودہ اند۔ وہم چنیں ممکن در زنگنائے عدم متمکن نشستہ لیکن حکم و اثر او برآمدہ با احکام و آثار واجب امتزاج گرفتہ و حجاب مقصود شدہ۔ ازیں بیان بدریاب کہ واللیل اذا یغشٰہا را بلیالی ایام بیض از وجہے دیگر نیز می تواں حمل کرد چہ دراں اوقات آئینہ ماہ مقابل آفتاب است و آفتاب در وے بتمام ظاہر لیکن چوں ظہور بیست منصبغ برنگ آئینہ از نظر عامہ مخفی شدہ والسماء وما بناہا۔ یعنی

سوگند بآسمان و بنا کننده او یعنی نور دہندہ او چہ بنائے او تنویر اوست او ہم چناں در کتم عدم است در معنی ایں گفتنی است کہ سوگند بآسمان و نور او کہ اللہ نور السمٰوٰت والارض وما طحٰہا سوگند بزمین و پہن کنندہ او و ایں نیز ہماں گفتن است کہ سوگند بزمین و نور دہندہ او لیکن تنویر سما بصفتے شدہ کہ نسبت بما سورث ارتفاع آمدہ و تنویر زمین بصفتے کہ نسبت بما سورث انبساط گشتہ ونفس وما سوّاہا یعنی سوگند بہر نفس از نفوس بنی آدم و توبہ کنندہ او ۔ مراد بہ تسویۂ نفس عطا فرمودن اوست آنچہ اُو را بکار آید از لوازم وجود نفسانی فالھمہا فجورہا وتقوٰہا پس الہام دہندہ او ببدی و نیکی یعنی سوگند بہ کسے کہ نفس را تسویہ داد و پس از آں راہ خیر و شر باد کشودہ اختیار فعل ہر یک باو داد اکنوں نزدیک می شود بآنکہ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی یعنی بعد از تسویہ روحی کہ تمیز نیک و بد اختیار فعل ہر یک در او ست آفرید ۔ تواند بود کہ مراد ایں باشد کہ او را بہ خیر و شر داشت بحسب اختلاف افراد جواب ایں قسم ہا ایں است قد افلح من زکّٰہا یعنی بدرستیکہ رستگار شد کسے کہ پاک گرداند نفس را از آلائش اخلاق سیئہ چوں کبر و حسد و بخل وغیرہ ذٰلک من المہلکات وقد خاب من دسّٰہا یعنی بدرستیکہ نا امید شد کسیکہ گم کرد نفس خود را بمعصیت وضلالت و گم کردن نفس عبارت از گم کردن روحی است کہ بعد از تسویہ و تعدیل ارکان او در و نفخ کردہ شد و از اثر آں نفخ کانہ ہی شد لہذا بسیارے از علما جز نفس و ہیکل محسوس امرے دیگر اثبات نمی کنند و حالا عامہ آدمیاں وریں منزل اند و گم کردن روح گم کردن خواص روحانیہ است و در مرتبہ انعام زندگانی کردن اولٰئک کالانعام بل ہم اضل غیبت و نا امیدی مخصوص کفار باشد لاییأس من روح اللہ الا القوم الکافرون چہ ہر کہ ایمان آورد بخدا و رسول و رساں وقت از قید نفس بتمام جست و بصفت خاصہ روحانیہ مشرف شد بل بخلقے از اخلاق الٰہیہ متحقق گشت و لہذا در کتب حنفیہ مذکور است کہ الایمان غیر مخلوق

بیت ؎

ای گروہ مومناں شادی کنید

ہمچو سرو و سوسن آزادی کنید

وصل : خدمت مولانا علاءالدین مکتب دار کہ از کبار طبقہ صوفیا اندر وزے بملازمت مولانا عبدالرحمن جامی رفتہ ازاں سخن شیخ محی الدین ابن عربی کہ ہر کہ از قید نفس نرست روح او بعد از مفارقت از بدن در تحت فلک قمری می ماند اظہار ملامت می نمودہ اند کہ بسیارے از مومناں بریں صفت اند ہرگاہ بعد از مفارقت در تحت فلک قمری بمانند بہ بہشت کہ فوق سموات سبع است چوں خواہند رسید۔ خدمت مولانا عبدالرحمن در جواب فرمودند کہ ہر کہ ایمان بخدا و رسول خدا آورد او رخنہ در فلک قمری انداخت کہ عاقبت ازاں رخنہ خواہد جست بعضے از خادیم سلسلہ نقشبندیہ ایں سخن را بر ہمیں معنی حمل کردہ اند کہ او دراں وقت کہ ایمان آورد از قید نفس بہ تمام جست اگرچہ ہماں یک نفس باشد بعضے از اکابر اولیا فرمودہ اند کہ ہر کہ یک نفس خالی از شرک دریا بخدا متوجہ شد عاقبت در نفس آخر ایں نفس دستگیری او خواہد کرد و بسیارے از محققین مشائخ برایں اند کہ ہر کہ ایمان بخدا و رسول ایمان تحقیقی آورد بعد ازاں ہرگز رد ایمان او نمی شود و ہر کہ بعد از ایمان مردود شدہ مجرد تقلید داشتہ و آنکہ شافعیہ انا مومن انشاءاللہ می گویند بعضے بر ہمیں معنی حمل کردہ اند یعنی انا مومن تحقیقی انشاءاللہ تعالیٰ در صحاح حدیث نبویہ علی مصدرہا الصلوٰۃ والتحیہ۔ آمدہ کہ ما من احد یشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ وصدقا من قلبہ الا حقہ من اللہ علی النار متفق علیہ با ایں ہمہ مقرر شدہ کہ بعضے از عصات مومنین در دوزخ می درآیند و مثل انگشت سوختہ وخراب می شوند و بعد ازاں در حوض حیات شست وشو یافتہ با روح تازہ و زندگانی نو بہ بہشت درآیند کذبت ثمود بطغواہا تکذیب کردند قبیلہ ثمود بطغوتہا بسبب طغیان آں قبیلہ مر صالح پیغمبر را اذ انبعث اشقیہا یعنی تکذیب کردند دراں وقت کہ برخاست بدبخت تریں ایشاں کہ قدارین سالف نام داشت با جمعے بقصد پے کردن شتر صالح فقال لہم رسول اللہ پس گفت مر ایشاں را رسول خدا یعنی صالح علیہ السلام ناقۃ اللہ یعنی اجتناب نمایند از شتر خدا کہ بمحض قدرت خدا آفریدہ شد و آیتی است از آیات او۔ وسقیہا و گرد مگردید جائے را کہ او آب می شورد در نوبت او۔ آب ایشاں کم بود ہرگاہ شتر آب می خورد تمام آں آب را می خورد لہذا نوبت کردہ بودند یک روز ایشاں

میخوردند و یکے وزشتہ فکذبوہ پس تکذیب کردند صالح علیہ السلام را دراین کہ آں شتررا اشترِ خدا می گفت یعنی ایں شتر از سحر و جادوے تو پیدا شدہ فعقروھا پس پے کردند آن شتر را فدمدم علیھم ربھم بذنبھم پس ہلاک کر ایشاں فرستاد پروردگار ایشاں بسبب گناہ ایشاں کہ پے کردن ناقہ باشد فسوٰھا پس برابر کرد عذاب را بر ایشاں کہ خورد و کلاں ایشان نخستند ولا یخاف عقبٰھا و نمی ترسد خدا عاقبت ایں کار را کہ ہلاک ساختن ایشاں است یعنی پروائے ہیچ چیزو ہیچ کس ندارد نہ از وچیزے فوت شود و نہ کسے را با او مجال تعرضی باشد ایں سورہ را بتقریبے کہ بعضے از مردم واجب الرعایت صاحب الاخلاص التماس نمودہ بودند تفسیر و تاویلات فرمودند۔ 1

بیان سورۂ اخلاص

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایں سورہ را سورۃ الاخلاص برائے آں گویند کہ از استماع ایں سورہ اعتقاد بندہ بآفریدگار از غبار شرک جلی و خفی خالص می گردد فی الجملہ اخلاصے در عمل نیز دست می دھد اما اخلاص اعتقاد از شرک خفی آن است کہ در الوہیت اعتقاد بذاتے بند کہ درعرصہ امکان ہیچ گونہ مثلے اُو را نباشد۔

دالاآں معتقد خود ممکن خواھد بود۔ ازاں است کہ اکابر فرمودہ اند کہ التوحید افراد القدم عن الحدیث وہم ازیں جاست کہ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ در توحید حالے فرمودہ کہ التوحید غریم لایقضی دینہ چہ اضمحلال رسوم و آثار بشریت بالکلیہ گاہ گاہے دست می دھد وانہ کالبرق الخاطف می گزرد بلکہ ازیں سورہ صاحب دقتے را کہ صفائے قلبی باشد توحیدی درپردہ اعتقاد بدست می آید کہ حال او ہیچ غلوئے را بتیسر نیست سخن باب مدینۃ العلم کرم اللہ وجہہ کہ الاخلاص نفی الصفات شک نیست کہ توحید دریں درجہ تعلق باحدیت ذات دارد و تجلی درمقام احدیت قطعاً نمی باشد اگرچہ بہ نعت احدیت باشد

فہم من فہمہا انا اشرع فی المقصود جمعے از کفرہ گفتند کہ اے محمد بگو کہ خدا چہ چیز است وچہ میخورد ومیراث از کہ گرفتہ ومیراث او کہ می گیرد۔ ایں سورہ نازل شد قل ھو اللہ احد یعنی بگو اے محمد کہ شان ایں است کہ خدا یگانہ است اورا چہ چیز است نتواں گفت اورا ہیچ گونہ اشتراک با چیزے نیست تا چہ چیز گفتن درست افتد پس معلوم شد کہ در او تعالے شانہ ہیچ گونہ کثرتے از جوارح وصفات زائدہ نیست بل ذات مجرد وہستی صرف است ایں جا محل آں آمد کہ وہم تعطیل افتد وبے صفت محض گفتہ شود او جرم در پے آں اللہ الصمد یعنی اللہ تعالے مرجع الیہ محتاجاں است وایں معنی بے صفات کاملہ متصور نیست پس اللہ احد اللہ الصمد بمنزلہ لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر است حاصل ایں توحید آں است کہ یگانہ ایست کہ بے آلہ وجارحہ وبے زواید صفات بنفس ذات خود می داند ومی شنود ومی گوید وہر چہ می خواہد می کند لم یلد یعنی ابدا ایں رد قول یہود است کہ عزیز علیہ السلام را ابن اللہ می گفتند ولم یولد وزاہندہ نشدہ ایں رد قول بعضے از نصاریٰ است کہ عیسیٰ علیہ السلام را خدا می گفتند ولم یکن لہ کفوا احد ایں رد قول مشرکان عرب است کہ خدا را ہمتا اثبات می کردند۔

بیان سورہ فلق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل اعوذ برب الفلق بگو پناہ می گیرم بآفریدگار صبح من شر ما خلق از شر آنچہ خلق کردہ است از جن وانس وسائر مخلوقات شریرہ تواند بود کہ مراد ہماں صبح باشد وشر صبح عبارت از شری کہ در بیداری بجہت لوازم بشریت روے می دہد وسر در انکہ در صبح شر را صریحاً اضافت نکرد چنانچہ در غاسق کہ شب است کرد بجہت تعظیم شان صبح کہ آوانِ ظہور انوار است وباشد کہ ایں معنی مثل آں است کہ بعضے فلق را عبارت از خلق دانستہ اند ومراد اعوذ برب الفلق من شر ما خلق دانستہ اند ودر آوردن شر بعبارت ما خلق اشارت است بآنکہ شر اد بخلق حق است لیکن تصریح نہ شدہ بلکہ ظاہرا مضاف بمخلوق شدہ تا راہ بندہ بین الجبر والقدر

باشد قدر ظاہرہ جبر باطن ومن شرّ غاسق اذا وقب یعنی پناہ می گیرم برب صبح از شر شب وقتیکہ داخل شود تاریکی او ہمہ چیز را مراد شب تار است و شر او شر حشرات و اعداء کہ دراں وقت ظہور می کند اضافہ شر بشب نہ بمصادر صوریہ شر است بل بجہت مناسبتے کہ میان شب وشر است تواند بود مناسبت آنکہ شب بجہت عدمے بظہور می آید چوں شعاع آفتاب فرو میرود شب می آید ہم چنیں شر پیش اہل تحقیق بہ نسبت انعدام امرے است نہ بجہت وجود امرے۔

وجود خیر محض است چنانچہ در گلشن مبین شدہ وایضاً اشارت تواند بود بآنکہ اُدباً فرمودہ اندکہ ادب آن است کہ مذام را بظاہر نسبت ندہند بل بظاہر مرتبط دارند واز سیاہ گلیم روشنم ند چنانچہ در معاصی بہ بندہ از استعداد وکسب خود دانستہ ربنا ظلمنا گوید نہ آنکہ نسبت بوجود بدھد وگوید کہ من مظہرے بیش نیستم ہر چہ در من است از جائے دیگر است یا گوید من چہ کنم ہمہ بتخلیق وتقدیر اوست مخفی نیست کہ از صبح وشب حضور و غفلت ارادہ می تواں کرد وہم چنیں از غاسق خلق ارادہ می تواں کرد در اصل لغت غاسق ممتلے دُپُر را می گویند خلق ایں چنیں است کہ پُر است از قیوم خود اگر نُور وجود از یک ذرہ او دُور شود ہماں لحظہ آں ذرہ بعدم می رود وایضاً غاسق سائل را نیز گویند خلق نیز سائل است کہ الاعرض لا یبقیٰ زمانین وپناہ گرفتن از شر خلق آن است کہ در خلوت خانہ سر بنا بید وحجاب مقصود نگردد ومن شرّ النفّٰثٰت فی العقد یعنی پناہ می گیرم برب صبح از شر دمندگان در گرہ ہا۔ ایں اشارت بقصہ ایست مشہور کہ بعضے از دختران عرب حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم را سحر کردہ بودند بایں طور کہ در اسنے بنام آنحضرت گرہ ہا زدہ بودند وکلمات سحر خواندہ بر آنہا دمیدہ بودند وآن اسن را در چاہے بزیر سنگے نہادہ بودند معوذ تین برائے کشادن آں گرہ ہا فرود آمدہ چہ پیش از خواندن معوذتین اصلاً کشادہ نہ شدہ۔

ومن شرّ حاسدٍ اذا حسد یعنی پناہ می گیرم برب صبح از شر حاسد وقتیکہ بمقتضائے حسد خود عمل کند ذکر شب بعد از خلق تواند بود کہ اشارت بآں باشد کہ خلق نیز چوں شب ظلمانی است اگرچہ او در انتفاء از برزخیت است ورنگ وجود گرفتہ شب نیز بجہت منا

که مدار او بر آں است در مقام برزخیت است سایه برزخی است میان نور وظلمت و لہذا او را حکم ضوء ثانی می گویند ان الله تعالیٰ خلق الخلق فی ظلمة ثم رش علیهم من نوره و ذکر نفاثات بعد از شب بجہت سیاه دلی آنہاست و اشارت بآنکه ایشاں از شب تیره تراند و ختم بر حاسدٍ چنانچه از ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما مروی است اشارت باشد بآنکه چیزے در عالم بدتر از حسد نیست عجبے نیست اگر ایں دختراں نفاثات بجہت حسدے که به بعضے از ازواج مطہرات آنحضرت داشته باشند ایں عمل کرده باشند در شفا قاضی عیاض علیه الرحمة مسطور است که بجہت آں سحر آنحضرت صلی الله علیه وسلم یکسال از عائشه رضی الله تعالیٰ عنها خاصة محبوس بودند۔

بیان سورة النّاس

بسم الله الرحمٰن الرحیم۔ قل اعوذ برب النّاس بگو پناه می گیرم بآفریدگار۔ ملک النّاس بادشاه ناس اله النّاس معبود ناس من شرّ الوسواس الخنّاس از شر وسوسه کننده پس خزنده اشارت بحقارت و بے قوتی اوست بعضے از اکابر فرموده اند که دشمن را چنداں عظمی نے باید نہاد۔ حقیر می باید شمرد که در مغلوبیت او دخل دارد۔ و ایضاً دریں ضمن کمال عجز خود را نیز ظاہر کردن است۔ پس خزیدن شیطان در وقت ذاکریت آدمی است ہرگاه بنده غافل می شود او در وسوسه می آید و ہرگاه حاضری شود پس بر می خیزد الذی یوسوس فی صدور النّاس من الجنّة والنّاس یعنی آں شیطانیکه وسوسه می اندازد اور دلہائے آدمیاں از جانب جن وانس

وسوسه که از جانب جن وانس می اندازد تواند بود که بجہت دیدن قدرت و فعل در ایشاں باشد ایں وسوسه سه قسم است یکے مجرّد خواطر و خیالات است ایں نسبت بکسے است که بتوفیق الله تعالیٰ ایمان دارد بآنکه خالق افعال عباد حق است سبحانه لیکن بظاہر عقل و حس مشاہده می کند که افعال عباد مربوط باختیار ایشاں است دوم آنکه خالق افعال عباد را دانند چنانچه معتزله نسبت بہمه آدمیاں و جنیاں می گویند و بدتر ازیں است

عمل عامہ حالانسبت بہ یک دیگر چہ معتزلہ فعل بندہ را با قدار حق می گویند یعنی حق تعالےٰ اورا ہم چنیں آفریدہ کہ ہر چہ خواہد می کند و عامہ در معاملات ازیں ہم ذہول دارند۔ سوم آنکہ بندہ را بالوہیت اخذ کنند چنانچہ فرعون و شدّاد را کردند۔ دفع وسوسہ اوّل آن است کہ حق را از خلق جدا اندازد و فعل و صفت خلق را سایہ فعل و صفت حق بداند و ربوبیت را عبارت از ظہور رب بصورت مربوب اعتقاد نماید ازیں جاست آنچہ شیخ اوحدی فرمودہ ؎

تا جنبش دست ہست مادام

سایہ متحرک است ناکام

پس استعاذہ برب الناس مناسب ایں است ازیں معنی وسوسہ دوم نیز مرتفع می شود لیکن استعاذہ بہ ملک النّاس لائق بآن است کہ عجز ایشاں ظاہر شود بدانکہ شبیہ بوسوسہ دوم است آنکہ ظہور قدرت را در ظہور تام اعتقاد نماید تامیان او و معتزلہ جز بظاہر و مظہر فرقے نماند علاج پناہ بردن بملک الناس است کہ مرتبہ جمع است تا ظاہر شود کہ مدار شبیہ ازیست است انّک لا تھدی من احببت ولٰکن اللّٰہ یھدی من یّشاء چوں سید ولد آدم را ایں حال است دیگرے را چہ رسد و ایضاً ظاہر شود کہ ہر چند کہ قدرت و فعل در مظہر اوست خلق و تاثیر در مظہر او نیست عالم در ہر آنے بعدم می رود و مثل آں بظہور می آید و خلق و تاثیر بہ تمام از مرتبہ الوہیت است باایں سخن وسوسہ سوم نیز دفع شد بلکہ بہماں تفرقہ ظاہر و مظہر دفع شدہ بود صورت فرعون و شدّاد را بالوہیت گرفتہ بودند نہ حقیقت ایشاں را لیکن استعاذہ بہ الٰہ النّاس در دفع او مناسب است۔

وصل: وسوسہ خنّاس از سہ قسم بیروں نیست یا بمعصیت می اندازد یا دل بندہ را در تصرف خود آوردہ مملکۂ خواطر و خیالات می کند بے آنکہ ظہور معصیتے شود یا بکفر می اندازد نعوذ باللّٰہ من شرہٖ۔ در قسم اوّل التجا برب بردن مناسبت است چہ معصیت واسطہ موت می شود چنانچہ بعضے از اکابر کشف و تحقیق فرمودہ اند کہ عصاۃ در دوزخ می میرند نہ کفار کہ صفت ایشاں لا یموت فیھا ولا یحییٰ است و ربوبیت واسطۂ وجود حیات و در قسم دوم کہ مملکہ و مسخرہ شیطان است التجا بملک بردن مناسب است

و در قسم سوم التجا باله بر دن مناسب. تم۔

ترجمہ دعائے قنوت

ترجمہ دعائے قنوت : مقصود ازیں دعا غرض صفات طبقہ مسلمین کردن است و ایں صفات را وسیلۂ نزول رحمت بر ایشاں ساختن وخود را در ظلِ حمایت ایشاں افگندن بزرگاں گفتہ اند کہ خویشتن را درمیاں ایشاں درخزاں و از ایشاں و از دوستاں ایشاں فرانمائی گرچہ دانی کہ چگونہ رسوائی۔ پس مصلی در مقام مناجات می گوید کہ خداوندا ما جماعت مسلماناں ترا ایمدگاری و آمرزگاری می گیریم یعنی پیشہ و کار ما این است و در ہر چیزے کہ از مخبر صادق بما می رسد بدل تصدیق می کنیم و بزبان اقرار می آریم کہ اٰمنا وصدقنا وضامن رزق خود ترا می دانیم۔ بل در پس پردہ اسباب اعتماد ما بر تست جملہ کیفیات در خاصیات مسخر فرمان تو اند و در ہر چیزے ستائش تو می کنیم و شکر تو بجا می آریم و کفرانِ نعمت تو نمی کنیم کہ آں چیز و نعمت را از دیگرے شناسیم و شکرے دیگرے بجا آریم و کفار فجار را لباس حیات از بر می کشیم و ترک ایشاں می گیریم خداوندا ترا عبادت می کنیم و برائے تو نماز می کنیم و سجدہ می آریم و دریں نماز و سجدہ بسوئے تو سعی می کنیم و دریں سعی سرعت می نمائیم و امید رحمت تو میداریم و از عذاب تو می ہراسیم ان عذابک بالکفار ملحق ایں جملہ از تتمۂ دعائے خیر مسلماناں است یعنی عذابِ تو بکافراں پیوستہ باد و از ایشاں ہیچ گونہ جدائی مگیراد بلکہ دعا بحقیقت ہمیں است و ماسبق از مقدمات دعا۔ والسلام والاکرام۔

بیانِ آیۂ وہو معکم

آیۂ اینما تولوا فثم وجہ اللہ

کہ از کتاب برکات الاحمدیہ الباقیہ۔ معروف بہ زبدۃ المقامات نقل شدہ از نسخۂ قلمی کہ در سنہ ۱۳۰۰ھ نوشتہ شدہ و در خانقاہ حضرت شاہ غلام علی معروف بہ خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیر است رحمہما اللہ تعالیٰ محفوظ است۔ (از ص ۶۱ تا ص ۶۶)

برکت پنجم : در تحقیق کریمہ وھو معکم اینما کنتم تیمنی فرمودہ اند کہ سر معیت غیب ہو حق سبحانہ وتعالےٰ باشیا در غایت خفا و بطون است حقیقت ایں دریافت موقوف است برپے بردنی بر تنزیہ مطلق و اطلاق صرف آنحضرت و تنزلات او بصور علمیہ و بودنی آں صور برازخ بین الموجود والمعدوم ای الجامع بین الوجود والعدم فانہ من خواص منزل العلم بیت ؎

از نوائے بیرنگ با چندیں صور ہم مشبہ ہم منزہ خیرہ سر

و ہمچنیں موقوف است برشناخت آنکہ آں صور علمیہ را یک نسبت مجہول الکیفیتے بحضرت ظاہر پیدا شدہ کہ آں حضرت در کسوت آں صور برآمدہ وآں صور آئینہ اسما صفات او شدہ ۔ و اسماء و صفات او عین اوست فہو معکم فی العلم والعین روحاً کان او مثالاً او جسماً ۔ لیکن معیت خانۂ علم ہمچوں معیت اعمال است با صور جنانیہ از اشجار و قصور بر مذہب محققین کہ قصور و اشجار آں موطن را بالذات با عمل یکے میگویند ۔ پس چنانکہ عمل در موطنے عرض است و در موطنے جوہر ۔ آں ذات متعالیہ در مرتبہ منزہ است از تعین و تمیز و اشارات و عبارات و در مرتبہ قابل ایں امور و معیت ایں خانہ جنیں ہمچوں معیت نقطۂ جوالہ است با دائرۂ موہومہ فی الخارج بس چنانچہ نقطہ را با دائرہ یک نسبتے واقع است کہ بواسطۂ ظہور دائرہ در خارج و نمود نقطہ در کسوت دائرہ شدہ ہمچنیں ذات حق و غیب مطلق او را بقدرت کاملہ اش یک نسبتے بہ تنزلات علمیہ واقع شدہ کہ بسبب ظہور آں تنزلات در خارج و نمود آں ذات بحسب اسماء و صفات در کسوت آں تنزلات شدہ ۔

برکت ششم : وہم بتقریب معیت مفہومہ من الآیۃ المذکور رقم فرمودند ۔ حضرت واجب جل شانہ بے توہم حلول و اثنینیت و بے شائبۂ چونے و چگونگی در ہمہ جا با ہمہ است ۔ سخن ساقی کوثر امیر المومنین علی است رضی اللہ عنہ کہ ھو مع کل شئ لا بمقارنتہ و غیر کل شئ لا بمزایلتہ ۔ اگر اثنینیت می بود لابد مقارنت می بود و غیریت صورت نمی بست و اگر وہم محض می بود چنانچہ حکمائے جسمانیہ میگویند معیت را است نمی آمد و ہر آئینہ روے می نمود آوازہ العجز عن درک الادراک ادراک دریں مقام است مریدان وجہ مطلق و مشتاقان غیب ہویت میگویند

که هرچه دیده شد و دانسته شد همه غیر است بکلمهٔ لا نفی آں می باید کرد یکے از عارف رومی قدس سره پرسید که حق چیست و عقل کیست فرمود حق آنکه به ہیچ وجه مدرک نه شود و عقل آنکه به ہیچ وجه جز به او آرام نگیرد۔ مصرع

قلقے است بے نہایت دردے است بے دوا

برکت ہفتم: به تقریب بیان کریمه فاینما تولوا فثم وجه الله فرموده اند اگر خواہی حقیقت ایں معنی پرتو افگند جوہرے فرض کن که هرچه پر صفات آئینه مترتب می شود از صقالت و تدویر وغیره بر ذات او مترتب می شود و ذات او مثلاً موجب نمائندگی صور می شود بے زیادتی صفات پس ذات او در خارج عین ایں صفات آمد و همچنیں فرض کن که هر یک ازیں صفات را در خیال تو صورتے است چوں شبیر که صورت علم است در مثال و بعد ازیں فرض کنی که ایں صور خیالی تو منعکس شده اند دراں جوہر یعنی یک نسبت مجہول الکیفیتی باں جوہر پیدا کرده اند که بسبب نمائندگی ایں صور شده پس ہر صورتے ازیں صور که رو آری در انجا آں جوہر است و بحقیقت ہماں جوہر او آورده آں جوہر با ایں صور است ہر کجا ایں صور است ولیکن آں جوہر منزه ازیں صور را در خارج بوے از وجود خارجی بمشام ایں صور نه رسیده بیش ازیں نیست که بقدر ایں صور صفات آں جوہر مشاہده می افتد و به ہر چه روے می آری ہماں صفات بلی به صاحب آں صفات او آورده می شود و اگر ہزار سال پرواز کنی و ہزار اربعیں برآری تا جذبهٔ از جذبات الوہیت ره به تو نیارد و صورت اشباح و ارواح را از نظر تو ناچیز نگرداند و محبت ذاتی که گواه سر تست در جلوه نیاید و نسبت مجہول الکیفیتی که مفہوم ادراک و مقتضائے آں محبت است و تعبیر ازاں جز به ادراک بسیط نمی تواں کرد پیدا نه شود مرید وجه الله نخواہی شد شناسائی آں خود کجا۔

برکت ہشتم: در عنوان تحقیق معنی کریمهٔ مذکور تیمن ایں چند فقره مکین نازنین و دلنشیں تحریر نموده اند۔ قدس الله سرہا ـــ پاک است خداوندے که بفیض اقدس خود اشیاء را در عرصهٔ ظہور آورده و شئون خود را در پرده آں ظہور از تنگنائے خفا و بطون بر آورده و خود را در مرأت آں اعتبارات در نظر خود جلوه گر کرده در تنگنائے وحدت او نشان اثنینیت نیست مطلق است از دائره اطلاق بیروں نه چگونه اش مبتیاں گفت نه چوں قادری که به یک کلمهٔ کن خفتگان خواب عدم

لہا بیدار کرد سراسیمہ شوق برجستند آئینہ وجود در برابر شاں داشت از سادہ لوحی عکس خود را دیدند و پندار وجود در سر آوردند ناگاہ صدائے وہو معکم اینما کنتم بہ گوش شاں رسید دریافتند کہ معیت جز بہ دوگانگی صورت نہ بندد و حیرتے درکار آمد جمال عکس بشارت وجودی دہد و لوائے معیت اشارہ بعدم میکند وجود و عدم را درہم آمیختند و وجود را فراموش کردند و در مقصود را بر خود بستند کریم مطلق جل شانہ بشارت اینما تولوا فثم وجہ اللہ درمیاں آورد و گفت و فی انفسکم افلا تبصرون ۔ تیز گوشاں شناختند کہ حجاب خود خودیم خود را از میاں می باید برداشت ہنگام ایں دست بر دا نگشت ارادت بر دامن مقصود رسید نسیمے از راہ عروق در وزید و نکہت دوست را درتجاو بیف قلبیہ افگند بیچارہ از پائے در افتادہ کرشمہ معشوق درکار آمد حجاب نقاب از میاں برداشت و طنطنہ لمن الملک الیوم در گرفت چوں بیازی درمیاں بود دے در احتجاب اور او صدائے فاستقم کما امرت بگوش جانش رسانید ۔ مخمور صبوحی سر برداشت و غلغلہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ درمیاں آورد لیکن سعی واللہ من ورائہم محیط قلقے درجانش آورد از یک سو دع نفسک و تعال و از یک سو فول وجہک شطر المسجد الحرام اضطرارے درکار نہاد عنایت امن یجیب المضطر اذا دعاہ پردۂ حجاب را کہ لازم وجود است علیکے ساخت و پیش چشمش نہاد صورت قاب قوسین بظہور رسید ۔ ایں سخن آخرے ندارد ۔ (تمام شد تفسیر دو آیت ۔ ہو معکم ۔ و ۔ اینما تولوا)

شرح رباعیات

رسالہ شرح رباعیات سلسلۃ الاحرار

کہ در سنہ ھ تالیف شدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحان اللہ زہے خدائے متعال عالی ز تصور مبرا ز خیال

از نور لطافتش ضمائر مشحون
وز سر سرائرش جهان مالا مال

ستایش و ستائش خداوندے را است که حجاب سراپردۂ عزتش انوار ظهور اوست وسکان قباب جبروتش ظهور نور او واگرنه درباطن اولیاے خود در پردۂ کشف متجلی گشتے۔ آوازۂ کمالش بگوش جهان و جهانیان که رسانیدے واگرنه درلباس علم حجاب باطن نظارگیاں خود شدے ورتاب آفتاب جلالش نام ونشانے ازاین وآں نماندے۔ اوست که درکسوت رسل رحمت بیگانه و آشنا است۔ ما رمیت اذ رمیت بیان سبحان الذی است۔ محمد احمد بلا میم است اورا با خاکیاں چه نسبت او دُرِّ یتیم است۔ لیس کمثله شیٔ وهو السمیع البصیر صلی الله علیه وسلم وعلی آله واصحابه تسلیما کثیراً کثیراً۔

اما بعد نموده می آید که چوں دیده می شد که بعضے از اہل روزگار بجهت پستی فطرت و قلت استطاعت وبازماندگی از وصول بحقائق ارباب معرفت مقاصد عالیهٔ علیهٔ صوفیه را نوع دیگر دریافته عبارات والفاظ ایشاں را حتی الامکان بر مفهومات منخرفهٔ خود فرود می آرند و بعضے ازیں مدعیاں بنا بر اصلے چند فاسد بر بعضے ازانها که قابلیت تاویل ناقص ایشاں ندارد۔ و صورت قدحے درمیاں می آرند بعضے از مطالب آں بزرگواراں را هم مقتبس از باطن مبارک ایشاں بشرحے واضح و بیان وافی در ضمن چند رباعی ایراد کرده شده هر چند که اندکے ازانها در کتب معتبرهٔ قوم خصوصاً در رسائل حضرت حقائق پناهی ارشاد دستگاهی خند دمنا مولانا عبدالرحمن جامی قدس الله سره السامی بتنقیحے کامل مبین است غایة الامر لازمی چند باآں مطالب درمیاں آمده که دست تصرف ارباب بطلان ازاں کوتاه گشته حق سبحانه وتعالی حقیقت وجود واجب وممکن وسریان ظاهر را در باطن وسر یکتائی ومعنی کان الله ولم یکن شیٔ معه وهیهنا الآن کما کان لدی مستمعان مستعد ومستفیداں صادق واضح گرداند۔ بمنه وکمال کرمه وانا العبد المحرر محمد الباقی افناه الله تعالی عن ظلمات نفسه وابقاه بانوار جماله بمحمد وآله۔ فمن تلک الرباعیات

۲ گویند وجود کون کونست حصول　　نورے بخبر از کون نکرد است قبول

واللہ کہ دریں پردہ لسان الغیب است   برطبق قواعد است بر وفق اصول

۳۔ بشناس کہ کائنات رو در عدم اند   بل در عدم ایستادہ ثابت قدم اند

ویں کون معلق از خیال و وہم است   باقی ہمگی ظہورِ نورِ قِدَم اند

غرض ازیں دو رباعی اظہار آن است کہ ماسوائے حقِّ عزّ و عَلیٰ جز در علم ثبوتے ندارد و موجود بحقیقت جز واجب تعالےٰ و تقدس نیست و آنکہ عقول کون و حصول بماسوا اضافہ می کنند و کاین و ثابت در خارج میدارند مجرد وہم و پندار است۔ پس فی الحقیقۃ کونے کہ در عقول مضاف بایشاں می شود کونے است معلق بہ کاین و ثابت یعنی مجرد درک عقلی است بے آنکہ نجیبہ بہ اصلے داشتہ باشد چنانچہ ناقص العقلے صورت منتقش در آئینہ را کاین در آئینہ پندار باید و آنکہ متکلمین وجود ممکنات را کون و حصول میگویند امر لیست مطابق واقع و مستلزم آنکہ ممکنات را جز در علم وجودے نباشد چہ ہرگاہ واسطہ ترتب آثار خارجیہ جز کون و حصول نیز اثرے از آثار خارجیہ است پس ایں منفہم کہ کائنات را وجودے جز کون و حصول نیست کنایت است از آنکہ ایشاں را وجودے نیست ہرچند کہ غرض متکلمین این است و لہٰذا در رباعی اوّل گفتہ شد۔ کہ دریں پردہ لسان الغیب است۔ رباعی اوّل را معنی دیگرے ہست بغایت لطیف۔ آں معنی آن است کہ وجود کائنات فی الحقیقۃ جز کون و حصول نیست ماہیات مختلفہ کہ چندین رنگ تعین را قبول کردہ اند حصولے جز در علم ندارد و صفات ثبوتی واجبی در خارج عین ذات است و ذات ہمچناں بر صرافت بیرنگی خود۔ پس اگر علوم باثرہا بر افتند ماہیات بالکلیہ معدوم می شوند پس افادۂ ایں معنی کہ وجود کائنات کون و حصول است مطابق نفس امر است۔ آرے بالجملہ عقول ہنگام تعبیر کون خارجی یکے از دو نسبت می باشد. یکے نسبت ماہیت را بظاہر وجود۔ دیگر نسبت او را بباطن وجود۔ لیکن یافت ہر یک را دراں دیگر دخل است و لہٰذا متوہم می شود کہ نسبت مدرکہ نسبتے است بخارج شبیہ نسبت حال در محل و یکین در مکان۔ و مکان و محل محض اعتبار۔ چہ غیبت ذات از نظر عقولِ ناقصہ پوشیدہ است۔ آں کون را کون خارجی دانستن و آثار خارجیہ را بر ماہیات مترتب ساختن تصرف از وہم است۔ از یں تحقیق دانستن کہ ماہیات در وجود علمی محتاج شدند بعلم نہ بفاعل

واگرچہ آں فاعل موجب باشد پس شیخ محقق صدر الملۃ والدین القونوی و تابعان او قدس اللہ اسرارہم جَعْل جاعل را عبارت از تاثیر موثر باعتبار افاضۂ وجود خارجی داشتہ نفی مجعولیت از ماہیات کردہ اند ۔ بغایت اصل است ۔ اینجا سخنے باقی است آں سخن آن است کہ کون و حصول مضاف بہ ہر مرتبہ کہ باشد از معقولات ثانویہ است و اثرے از آثار او چوں واسطۂ ترتب آثار تواند شد ۔ میگوئیم کون و حصول تعبیر نسبت از نسبتے کہ ماہیت را بصفت علم است فی الحقیقۃ وجود ہماں نسبت است بل صفت علم بل ذات حق چہ صفت در خارج عین ذات است ۔ ہمچنیں کون خارجی تعبیر نسبت از نسبت ماہیت بظاہر وجود ۔ اگرچہ متکلمیں وجود را عین واجب نمی دانند بلکہ حقیقت وجود را سبب میدانند اگر ازیں سر آگاہ می شدند وجود را ہماں شیئی کہ واسطۂ قبول این نسبت شدہ اند می داشتند بلکہ ذات واجب مبدا شتند و وجود را بہ اتفاق مشترک معنوی می گفتند ۔ آگاہ باشی کہ بہ ایں بیانے کہ کردیم جَعْل جاعل در ماہیات بطریق ایجاب پیدا شدہ بیچارہ حکما نیک دریافتہ اند کہ علم واجب واسطہ وجود ممکن است غایۃ الامر وجود خارجی را وہم کردہ اند ۔ ھٰذا ۔ اما خدمت کلام شیخ محقق صدر الملۃ والدین لازم است ۔ بار خدایا مگر گوئیم کہ حضرت شیخ جعلے را کہ متبادر در اذہان است و آں استناد بہ فاعل است بے ملاحظہ قبول علمی آں را ذکر کردہ اند ۔

۴۔ بنگر کرۂ دروں بیرونش نور   درد زعجوبگی لعبد نوع ظہور
یا بندۂ انواع ظہورش باطن   داں ظاہر در پردۂ وحدت مستور
۵۔ تکوین کہ دو کون را اصلاً در دادہ   دانی کہ در عدم چہ ساں بکشادہ
حادث شدہ نسبتے دروں ابیروں   در بیروں عکس آں عکوس افتادہ

رباعی اول در تصور معنی کان اللہ ولم یکن معہ شیئی است در باعی ثانی در بیان حقیقت تکوین است تا ماہیت وجود کائنات بہ وضوح برسد و آثار خارجیہ مشاہدہ بہ اصل خود کہ واجب است تعالیٰ و تقدس ملحق کردند ۔ ہاں طالب تحقیق آئینہ فرض کن کروی معرا از کثافت و کدورت ۔ ہم ظاہرش بہ صیقل و ہم باطن و ظاہرش بہ اشکال مختلفہ متضادہ متشکل ۔ لیکن ویں اشکال جز در مرآت باطنی اش ظاہر نے ۔ ظاہرش ہمچناں بر صرافت کرویت خود ثابت ۔ اکنوں ظاہر مرآت

راظاہر وجود کہ طرف خارج است بداں۔ و باطن وجود کہ جہت علم است تصور کن۔ وگر وئیت ظاہر را تعبیرے از وحدتِ ذاتیہ وجود در خاطر آر و اشکال مختلفہ ادرا اعتبارات و حیثیات آں بگیر۔ و ایں حیثیات را و اعتبارات را در خارج عین ذات بداں تا صورت گروئیت ادرا کہ عبارت از وحدت و اطلاق اوست ثابت یابی و انعکاس ایں اشکال را در مرآت باطن حصول صورت علمیۂ آں اعتبارات تصور کن اینست معنی کان اللہ ولم یکن معہ شئی چہ ظاہر وجود کہ وجوب وصف خاص اوست ہمچناں بر کرۂ یگانگی خود است ہیچگونہ کثرتے پیرامون عزتش نگشتہ۔ اکنوں معنی تکوین را دریاب تکوین عبارت از آں است کہ حضرت مرآۃ تعالیٰ شانہ بقدرت کاملہ آں صور متنقشہ در باطن را نسبت مجہول الکیفیتی بظاہر خود بخشیدہ کہ بواسطۂ آں نسبت عکس آں عکوس بر مرآت ظاہر افتادہ یعنی بواسطہ آں نسبت چناں می نماید کہ آں عکوس را وجودے در خارج است۔ اگر کسے بگوید کہ نسبتے کہ مقتضی ایں ظہور است از لوازم ذاتیہ آں صور است چنانچہ در ہر صورت علمیہ نسبت بمعلومش می بینی پس قدرت را چہ تاثیر میگوئیم کہ قیاسی غائب بر شاہد میکنی ہر صورت علمیہ کہ ترا حاصل است صورت علمیۂ مقدور است کہ از قدرت کاملہ لباس آں نسبت را در بر کردہ بذات خود صاحب آں نسبت نیست لایعلم الغیب الا اللہ آگاہ باشی کہ وجود کائنات در وہم افتادہ آثار خارجیہ از افعال و اوصاف مستند بہ واجب شدند۔ للہ المشرق والمغرب فاینما تولوا۔ فثم وجہ اللہ

۶۔ ما صورت و حق آئینۂ عکس نما است … ایں است معیتے کہ حق را با ما است
ہر صورت در ظہور شرط دگر یست … ایں نسبت اسباب از بن و پیدا است

۷۔ آں کسب کہ نسبتش بما گشتہ عیاں … در مذہب اہل حق جز ہیچ مدال
حق موجود است و قادر مطلق اوست … و ایں مشت خیال جملہ وہم است و گماں

۸۔ حادث کہ نہ باشد بد و آں پاینده … تاثیر کند بہ حادث آینده
سبحان اللہ زہے خیالے باطل … ایں است وجودے عدمش زاینده

۹۔ آنجا کہ حق است جملگی بے سبب است … از کن فیکوں جز ایں وش بس عجب است
کسے کہ وجود او بجز وہمے نیست … نسبت بحق ار کند کسے بے ادب است

ایں چہار رُباعی در بیان آن است کہ کسبے کہ منسوب بہ بندہ است کدام است ہر گاہ قدرت و فعل منتسب بحق شد انتساب کسب بصور علمیہ چہ معنی دارد۔ بدانکہ صور کاینات اگرچہ بمجرد امر کُن بظہور رسیدہ اند و می رسند لیکن عادت اللہ بریں جاری شدہ کہ ہر ظہورے را مشروط بظہور دیگر داشتند سببیت اشیا بیک دیگر عبارت ازیں شرطیہ است۔ پس کاسبیت بندہ مر اسباب را عبارت ازیں شرطیہ است مرآں اسباب را قدرت و فعل جُملہ منسوب بحق است۔ امور وہمیہ را تاثیرے نیست وگاہ ممکن می گویند و ظاہر وجود میخواہند از حیثیت تقید و تعیّن باحکام باطن وکسب این وجود مقید عبارت از تعلق ارادۂ حادثۂ اوست بظہور امرے وآں مقید را در ظہور آں امر مدخلیتے جز بآں تعلق ارادہ نیست۔ بمجرد تعلق بآں مقید بعدم می رود و مقیّد دیگر بقدرت کاملہ تامہ بظہور می رسد بالجملہ مجموع حوادث مربوط بقدرت کاملہ مطلقہ است قدرت ناقصہ را ہیچگونہ مدخلیتے دراں نیست بِلّٰہ دَرُّ الشیخ ابی الحسنِ الاشعری نور اللہ مرقدہٗ ایں معنی است غرض از رُباعی سوم واگر کسب اسباب عبارت از چنگ زدن است بہ اسباب چنگ زدنے مستند بر علم بہ تاثیر اسباب و بقائے ایشاں۔ پس کسب امرے وسمت وہمی و نسبت دادن امور وہمیہ بحضرت حق سبحانہٗ سوے ادب است ہر چند کہ لافاعل فے الموجود وغیرہ۔ ایں معنی است غرض از رُباعی چہارم لطفاً۔

۱۰۔ ہر صورت علمیہ کہ ہستش گوئی — زاں ہست کہ بوئے اصلی از وے می جوئی
معلوم کہ اصل است وجود علم است — جہل است اگر جز ایں کہ دنش می پوئی

۱۱۔ ممکن کہ خرد در حدیثش بکشاد — در بد و نظر بہ ہستیش فتوی داد
او در ہستی و ہستی اندر وے بود — بیچارہ بہ اشتباہ نامے بنہاد

در رُباعی اوّل اشارت بدفع مشکلے است کہ بر مقدمات سابق وارد می شود۔ بیانش آں است کہ از سخنان گزشتہ چناں مفہوم شد کہ ماہیات را جز در علم وجودے نیست یعنی صاحب آثار خارجیہ مشاہدہ می دانند نہ مجرد کون وحصول چہ تحقیق ایں دانش گزشتہ وحال آنکہ عقول حکم بوجود ماہیات می کنند وبے شک آں حکمے است مطابق واقع دفعش آن است کہ ماہیات میکنند وبے شک آں حکمے است مطابق واقع نظر ارائی در مرآت برمرئی است و مرئی حضرت شیخ قدس سرہ العزیز

در فتوحات می فرماید ماہیات است در علم برزخی بین الوجود والعدم ولہذا اعیان ثابتہ می گویند۔ شان وہمیں برزخ را حال می گویند از وجہے موجود است واز وجہے معدوم۔ موجود حکم بوجود ماہیات ہماں اعتبار است نہ باعتبار نفس شان غایۃ الامر عقول ناقصہ ازیں سر آگاہ نہ می شوند۔ گماں می برند کہ باطن ایشاں حکم بوجود ماہیت کردہ تخصیص کہ مرئی بصورت مرآت آمدہ۔

۱۲۔ از صفائی می ولطافت جام　　در ہم آمیخت رنگ جام مدام
ہمہ جام است نیست گوئی مے　　یا مدام است نیست گوئی جام

بلد در الشیخ ابی الحسن الاشعری قدس اللہ سرہ زیبا اشارتے کردہ کہ وجود ماہیت عین ماہیات است یعنی وجود ماہیات ہماں است کہ در خارج بہ صورت ماہیات برآمدہ یعنی آنچہ عقول ازاں تعبیر بہ ہستی میکند و بعد از دریافت در اشیا کون وحصول کہ از آثار خارجیہ اشیا است بہ اشیاء مترتب می شود آں ذوات آن اشیا است۔

۱۳۔ ایں صورت علمیہ کہ در جلوہ گری ست　　از خال وخطش جمال مقصود بری است
ادراک مرکب است در مرآت خود است　　در وے ہمہ چشم بودن از بے بصری است

یعنی صور علمیہ کہ در عرصۂ ظہور نمودے پیدا کردہ اند با تعین وتمیز می نمایند مقصود کہ مرتبۂ وحدت است وآں را تجلی ذاتی گویند جمال ازاں تعین وتمیز بری است ایں صورت ہیئتیا ادراک مرکب است یعنی ادراکے است کہ ادراک　　و مرکب می شود چہ تعین وحدت در تعین او ساری است۔ اذاں است کہ ہرچہ مدرک می شود اول حق مدرک می شود وبعد ازاں او۔ ایں ادراک مرآت خود است نہ مرآت حق۔ آرے در بدایت توحید بہ جہت برزخیتے کہ بین الادراکین ثابت است مرآت حق شدہ صورت معنی مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ می شود لیکن دریں مرتبہ ماندن بے بصری است۔ بریں قیاس کن سایر تجلیات را از آنچہ در مراتب انوار می شود چنانچہ عالم را ہمہ یک نور صاف می بیند وحق می یابد یا عالم را نیز می بیند وآں ساحق می یابد۔ بالجملہ ہرچہ متمیز می شود وبا موجودے کسوت غیریت دارد آں مقصود ومنزل نیست۔ ایضا۔

۱۴- در علم دو وجه است بے شبہ و ریب — یک وجه به شاهد است و یک وجه غیب
در وجه شاهد همه رنگ است و تمیز — در وجه غیب نه نشان است و نه عیب

از مقدمات گزشته معلوم کردی که علم را دو رو ست۔ یکے و بیش او وحدت است که غیب اوست و یک رو یش بخود است که شاهد و حاضر اوست۔ هر گاه مرآت غیب و وحدت شود ظاهر دستے وحدت خواهد بود که در کمال یگانگی و بساطت است۔ پس اگر هزار مرآت فرض کنی که هرگز اختلاف و تمایز در صور او نخواهد پیدا شد و هر گاه مرآت خود شود با مرایائے دیگر اختلاف و تمایز خواهد بود۔ چوں تنا هر گنے باین مقام نا فتاده صورت این معنی که خارج مملو است از ماهیات مختلفه لا اقل از صفات مختلفه در باطنت متمکن گشته چگونه تعقل این معنی توانی کرد۔

۱۵- این علم بسیط بے تمیز است و نشاں — در ساخت او نه راه این است و نه آں
چوں حاصل تازهٔ ندارد نتواں — تحصیل شود و لیکن محال است عیاں

این رباعی اشارت به آن است که تحصیل حق یعنی بنده که تعین اولی است و نه بادات زائد نیست و لهذا آں را تجلی ذاتی گفته می شود بجهت ادراک بسیط۔ محال است۔ آرے ظهور ادراک بسیط در مقام استهلاک می باشد نه تحصیل او و اگرچه هر چه مدرک می شود اول حق مدرک می شود تقریرش آن است که نسبت حاصله از ادراک بسیط در هر مرتبه که باشد همان نسبت است که اوّل حاصل شده تمایز جز در جزء دوم از ادراک نیست و بنده هرگز ازاں نسبت بیرون است بلکه این نسبت متقوم وجود بنده و واسطهٔ فیض اوست و لهذا آں نسبت نیز در نظر عامه مخفی است چه ظهور اشیا بضد است و آں نسبت را ضدے در وجود نیست۔

۱۶- از حضرت ذات بهر استهلاک است — استهلاکے که از تصور پاک است
آں معرفت است نامش ادراک بسیط — آنجا چه محل دانش ادراک است

این رباعی اشارت است به آنکه از تجلی ذات بهره غیر استهلاک نیست و مقام ادراک بسیط او همان است و ایضاً اشاره است به آنچه بعضے از اکابر گفته اند که ادراک بسیط مسمی بمعرفت است و ادراک مرکب مسمی به علم ایضاً۔

١٧- ادراکِ بسیط موطنِ محو و فنا | ہر جا ہستی است دارد آنجا ماوا
ایں است تفاوت کہ دریں موطنِ قدس | ظاہر شدہ صفتِ عروسی و وحدت تنہا

١٨- ہنگامِ شعور ازیں مقامِ عالی | ہر چند کہ ہست دستِ دانش خالی
در پردہ نور یک ظہورے دارد | ایں است نتیجۂ علومِ حالی

١٩- لیکن باید کہ نورِ آں باطنِ پاک | ہر لحظہ نیفتد ز مقامِ ادراک
در دیدہ ہمیں کون حصولی ماند | تا یافت شود نتیجۂ استہلاک

٢٠- یارب چہ کند کلامیِ بیچارہ | کز کوئی حقیقت نہ شود آوارہ
ہستی بکمالِ قرب از دستور است | کون است حصول در دلش سیارہ

رُباعی اوّل اشارت است بہ آنکہ ادراکِ بسیط ہمہ موجودات را حاصل است تفاوت آں است کہ استہلاک نہ در ضمنِ ادراکِ مرکب حاصل است۔ دیگراں را در ضمنِ ادراکِ مرکب۔ دیگر مستہلک در اغلب مسبوق است بہ علمِ مرتبۂ الوہیت و بعد از تنزل نیز مقید بہماں علم است۔ دیگر انزا مجرد ذات مدرک علم بمرتبۂ الوہیت مربوط است بر علم ممکن من حیث انہ ممکن کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ وآنکہ بعضے حکمأ و بعضے از متکلمین علم آفریدگار را مربوط بعلم ممکن نداشتہ اند خطا است چنانچہ ظاہر است۔ رُباعی دوم در بیان آن است کہ در وقت تنزل از مقامِ استہلاک است ہر چند کہ جمالِ مقصود کہ مدرک بسیط است رُوئے در خفا دارد اما حال در علم مندرج می باشد و ایں معنی را در پردۂ نورِ بیرنگ ظہورے می باشد و ادراکِ آں نور ادراکِ مرکب می باشد۔ رُباعی سوم اشارت است بہ آنکہ وظیفۂ طالب صاحب بصیرہ آن است کہ خود را بہ ایں ادراکِ مرکب نگذارد و ہمیشہ در مقامِ نایافت خود نشیند چند آنکہ مقامِ استہلاک تمکیں یابد و از سکرِ حال بہ صحو آید چنانچہ باطنش غرقِ لجۂ فنا شود و ظاہرش حاضر بآنچہ سرود در رُباعی چہارم ظاہر است۔

٢١- خواہی کہ جمالِ غیب در دل یابی | زنہار طلب مکن کہ مشکل یابی
در ذاتِ خدا تفکر آمد باطل | در فکر چنیں مشو کہ باطل یابی

---

۵ می گویند از اینجا است کہ از معشوق گزشتہ بہ نفسِ عشق آرمیدہ۔ منہ قدس سرہ

چہ در دل یافتن کہ آں را علم می گویند خواہ بسیط باشد۔ آن علم خواہ مرکب بذات متعلق نمی شود
رُباعی چہارم ظاہر است بنہایت عروج تام رتبہ وحدت است و فوق آں حیرت و نادانی است
پس معنی لاتفکر وا فی ذات اللہ آن است کہ ذات اللہ تعالےٰ المعلوم بہ ہیچ علم نمی شود۔ حاصل
آنکہ ذات من حیث ہی متعلق ہیچ ادراک نیست ۔ سَوَاءً اُضِیفَ اِلَی الحَقِّ اَوْ اِلَی
الخلق گفتہ نہ شود کہ بر و اضافہ بسوئے حق سبحانہ مقتضی تعلم الٰہی جل شانہ لازم می آید چہ علم ہا مر
بسیط کہ ہیچ گونہ تعددے در و نہ باشد ۔ ادراجزوے باشد نہ نعتے جز آنکہ ہر چہ بہر نعت
و وصف مترتب می شود بر نفس او مترتب نمی شود۔ نمی باشد مگر بہماں اعتبارات ذاتیہ او
در خارج نیست مگر ہمانچہ بعد از ظہور اعتبارات ذاتیہ اش میگویند۔ نقص ہستے است کہ در
خارج امرے بماند کہ متعلق علم بود ۔ وخوش گفت عارفے کہ ذات اللہ کُلُّہٗ عِلْمٌ و
کلہ ارادتہٗ اِلٰی مَا لَا یَتَنَاھٰی من الشیون والصفات واز ہمیں عدم
تناہی است کہ محبان ذات را ہیچگونہ تسکینے نمی شود و معنی بیت :

دریک دم اگر ہزار دریا بکشی　　　　گم باید کرد تشنہ لب باید بود

از ایشاں بظہور می رسد چہ طلب بسیط بنہایت را بار ہا ہیتے کہ تصور کنی نایافت لازم است این آں
کہ سخن ارباب علم ۔ تصحیح اہل حیرت و عاجزاں از ادراک را طریق دیگر است ایضاً۔

۲۲۔ خواہی حق را بغیر مظہر بینی　　　　بنشین کہ محال است کہ دیگر بینی
می کوش کہ بے صورت تحقیقی را　　　　در مظہر موہوم مصوّر بینی

ایں رباعی اشارت است بہ آنکہ چنانچہ ادراک بہ بصیرۃ جز در مرآۃ تنزلات نمی باشد رویت نیز
جز در مرآۃ تنزلات نمی باشد[ل]

۲۳۔ حق نقطۂ جوالہ جہاں دائرہ داں　　　　بے دائرہ آں نقطہ نیاید بمیان
آں دائرہ صورت علوم نقطہ است　　　　واں نقطہ درو بجلوہ گشتہ عیان
۲۴۔ گر نقطۂ جوالہ بود ذات نقط　　　　واں شکل نمود اعتبارات نقط
گرد د چو جہاں کہ جملہ مرآت حق است　　　　خط و نقط و دائرہ مرآت نقط

[ل] غایتش آں تنزل علمی و این تنزل عین　　منہ قدس سرہ

ایں رُباعی اوّل تمثیلے است و نمودن صورت در قصور موہوم غایت الامر نقصانش ہمین آن است کہ نقطہ را باقطع نظر از دائرہ صورت محققے ہست مثال مطابق آن است کہ نقطہ را ذات مجرد او فرض کنی وصفات موجود او را از حرمت اشراق وجسامت وحرکت اعتبارات ذاتیہ کہ در خارج عین ذات او باشند و در علم مغایر۔ چنانچہ در رُباعی دوم اشارتے بہ آن کردہ شدہ۔ ایضاً۔

۲۵- ہر چند کہ دائرہ ز وہم است نمود | در نقطہ عروض دائرہ شد مشہود
گویند کہ در نظارہ کشف وشہود | اعیان ہمہ عارض اند معروض وجود

ایں رُباعی اشارت است بآنکہ وجود ممکنات زاید است با ممکنات لیکن برخلاف آنچہ متکلمین میگویند وجود معروض ست وماہیات عارض

۲۶- گر نقطہ بجولان گہ خود آئی در | بیروں کشد از دائرہ و از خط سر
در ظاہر علم اگر کج وراست شود | در باطن علمش نبود ہیچ اثر

ایں رُباعی در ضمن ایں مثال در بیان آن است کہ صفات اجسام جز وہم نمودی نیست وموجود ومعلوم جز صفات حقیقۃ حق ہیچ نیست تقریرش آن است کہ نقطہ بہ ہر طریق کہ حرکت کند ابتدا در حس مشترک جز صفات موجود نقطہ ہیچ نبود۔ نمی افتد صورت خطے ودائرہ جز تصرف وہم ہیچ نیست تفصیل وتبیین تمثل موقوف بر دانش بسیار است عرصۂ ادراک کاتب وحوصلہ رسالہ گنجائش آن ندارد ہیچ نباشد ایں قدر خود میدانی کہ از ترکیب چہار جسم بیرنگ چہ مقدار الوان واشکال مختلفہ در سماوات سبعہ ومراتب عنصریات بظہور رسیدہ از ہمیں جا شعبدۂ ظہور را دریاب ایضاً

۲۷- ہاں تا نہ کنی غلط کم از کم دانی | ایں باطن را بروں ز ظاہر دانی
ظاہر بدنے کہ بے خیال روحش | ہر چند کنی تخیلش نتوانی

ایں رُباعی تصریح است بہ آنکہ حق سبحانہ وتعالیٰ با صفات ذاتیۂ خود در جمیع مراتب اجسام ساری است۔ مقوم صفات وہمیہ اجسام جز صفات حقیقت واجب ہیچ نیست چنانچہ در رُباعی سابق در ضمن مثالی مبین شد

۲۸- ہر جا ہستی است کز نبات است جماد | گنجے ز صفات خود در وحق بنہاد
ہستی چو بذات خود علیم است قدیر | از ہست چگونہ علم وقدرت افتاد

۲۹۔ در ہر شکلے کہ رنگِ ہستی پیدا است　　رُوحے است کہ قادر و مرید و دانا است
لیکن یک رنگ بے تردد گشتہ　　در ظاہر علم ازیں صفتہا یکتا است

ایں دو رُباعی نیز در بیان سریان حق است با صفات ذاتیہ خود در جمیع مراتب اجسام رُباعی اوّل ظاہر است رُباعی دوم متضمن وجہ عدم ظہور آں صفات است۔ تقریرش آن است کہ عدم اختلاف در اطوار جمادات مثلاً صورت علم و ارادت و قدرت ایشاں را از افہام مخفی ساختہ و گرنہ آب مثلا بہ ارادہ خُود متوجہ پستی میشود و بدانش خود از بلندی احتراز می کند الیٰ غیر ذٰلک۔ کثرت مقاصد و ارادت و تدبیرات متفرعہ بر آں صفات حیوانات را ظاہر ساختہ و اگرنہ ہر کجا وجودِ ہستی است البتّہ علم و قدرت و غیر آں ہست چہ صفات ذاتیہ شئی از شئی ممتنع الانفکاک است بالجملہ حق را در مظہر اجسام منزہ از صفات اجسام بداں لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر۔

از تو اے بیرنگ با چندیں صور　　ہم مشبہ ہم منزہ خیرہ سر
۳۰۔ حق رُوح جہاں انفس آفاق بدن　　چوں نقطہ کہ در دائرہ دارد مسکن
ظاہر در وے صفات نقطہ است　　منظر نگزار چنگ در ظاہر زن
۳۱۔ ایں ظاہر بے مثل بسان بدن است　　واں لیس کمثلہ در و خیمہ زن است
رُوح است بہ اعتبار اطلاق وجود　　گاہے نفس است گاہ وَیْسِ قرن است
۳۲۔ ہم بیرنگ است یار و ہم رنگ پذیر　　آں لیس کمثلہ سمیع است و بصیر
ایں سمع و بصر جز او ندارد دگرے　　آں جملہ غنی است و ماسوی جملہ فقیر

رُباعی اوّل اشارت است بہ آنکہ حق سبحانہ و تعالےٰ در مراتب کائنات باعتبار صفات ظاہر در مظاہر ایشاں بہ ساں رُوح است در بدن چنانچہ گزشت۔ رُباعی دوم اشارت است بہ آنکہ ہمانچہ رُوح کائنات است نسبت بہ اطلاق وجود بہ ساں بدنست۔ ایں دو فقرہ بیان آن است و مثبت آنکہ در ہر یک است و ہمچنیں ماحی نمود بودن بل مثبت وجود بودن مفید آن است کہ ماورٰی است واللہ من ورائھم محیط۔ شک نیست کہ آں صفات محو و اثبات را مظہرے در کائنات است فافھم و تامّل نسبت بروح باطن است و ہمیں مظاہرہ نمود در عین آنکہ خود را

در ہمہ می بینند ہمہ در خود می بینند در عین اثبات وجود ماحی نمود است۔ رُباعی سیوم تفصیل ہمین معنی است۔

۴۳۔ تنزیہ فقط ز علم سوے ادب است | از ملقی و سمع صاحب دل عجب است
در ظاہر آیات بسے تشبیہ است | در باطن خود تمام آیات اب است

۴۴ تشبیہ را کہ بوے تنزیہش نیست | در اکثر تنزلات توجیہش نیست
این نکتہ ز فہمدان محشر با بد | سہل است دو روز اگرچہ تنبیہش نیست

مقصود رُباعی اوّل ظاہر است۔ غرض از رُباعی دوم آن است کہ ہر کہ در مقام تشبیہ صرف است یعنی صفات حق را منحصر میدانند در صفات ظاہرہ از مخلوقات اکثر آیات الٰہی بنا بر اعتقاد اولی توجیہست تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ و اگر نفی تنزیہ باین معنی می کند کہ ذات حق تعالیٰ ورای ذوات مخلوقات نیست وحق را وجود علیحدہ نیست پس او در حق صرف است و مخالفت او باطل چنانچہ ذات ہر یک ورای ذات آن دیگر نیست اگرچہ صورت ہر یک کہ فی الواقع مخلوق ہماں اوست در خارج کالصُّورَۃِ فِی الْمِرْآۃِ است ورائے آن دیگر است پس یک آئینہ است کہ در وے صورۃ ممکنہ مختلفہ می نماید و فعل و صفت ظاہرہ ازیں صورت تمام از اں آئینہ است و آن ذات حق است او در صفات و افعال بلا نہایت است و ورای این صفات و افعال

گاہ خورشید و گہے دریا شوی | گاہ کوہ قاف و گہ عنقا شوی
تو نہ آں باشی نہ این در ذات خویش | اے بروں از وہما در پیش پیش
از تو اے بیرنگ باچندین صور | ہم مشبہ ہم منزہ خیرہ سر

و اگر نفی تنزیہ از صفات اجسام و لوازم آں می کند ہمچو نفی تنزیہ نقطۂ جوالہ از دائرگی پس غافلی است از دقائق علم بیخبر۔ نعوذ باللہ۔ اگر باین عقیدہ اثبات صفات و زیادتی آنہا می کردہ باشند ہذا۔ فانہ خطاب فاصل بین الحق والباطل۔

۴۵۔ چوں ظاہر علم پردۂ مقصود است | این منشت خیال سر بسر نابود است
از نقش دمے بسوے بے نقش گریز | دانگاہ نظارہ کن کہ حق موجود است

ایں رباعی اشارت است بہ آنکہ حجاب مقصود نقوش صور علمیہ است کہ در مرتبہ دوم مدرک می شود از علم گرینجتن وخود را بہ بے شعوری وغیبت در دادن راہ مقصود است در آں موطن باطن مستغرق انوار مشاہدہ است۔

۳۶۔ ہر حس تو نہ بیست زا ظہار نقوش — شد ظاہر و باطن تو در کار نقوش

برخیز وجمال نقشبندی[1] بطلب — کاں ساں شود ت شکست بازار نقوش

مقصود ظاہر است

۳۷۔ چوں نقش نہادہ روبہ بے نقش آری — زاں لوح وجود نسخہ بر داری

نورے بے رنگ ترجمانش گردد — زنہار کہ دل بہ ترجماں نسپاری

ایں رُباعی اشارت است بہ آنچہ سابقاً گزشت کہ بعد از استہلاک واضمحلال نورے بیرنگے بجلافت نشستہ خبرے از مقصود میدہد اما طالب صاحب بصیرت می باید نفی آں نمود کند و از تجلی صوری کہ در دائرۂ ایں نور بیرنگ است بہ تجلّی معنوی کہ در کسوت صفت اطلاق است بگریزد ہر چند کہ بہ نفی او منفی نہ شود بلکہ قوت گیرد بالجملہ صاحب ایں نسبت را لازم است کہ سعی واہتمام او در نفی باشد قطعاً بہ اثبات متوجہ نہ شود از ین است کہ قطب المحققین خواجہ عبد اللہ میفرمودند کہ نسبت ما بغایت محجوب است از نفس توجہ محجوب می شود چہ توجہ و اثبات جریان نور بیرنگ نمی باشد لا تفکروا فی ذات اللہ حقیقت آں نسبت استہلاک سر و اضمحلال اوست در غیبت ہویت بجذب وتصرف غیبی چوں ایں معنی قرار گیرد دوام آرام دست دہد مزاحمت ترجماں از میاں بر خواہد خاست مگر در مطالعہ کثرت در وحدت یا وحدت در کثرت کہ ردائے کبریا کہ عبارت ازاں ترجماں است درمیاں خواہد آمد ہر چند کہ بہ ساں ذات است نسبت بہ مدلول کہ نزد ادراک دال توجہ مدرکہ بمدلول است عاشقے کہ خبرے معشوق می شنواں گرفتار معنی خبر است کہ۔ کانہ ھو۔ الفاظ مذکور او نیستند حقیقت آں است کہ ادراک دحصل میاں ترجماں وحق است بلکہ حق عین آں ادراک است

---

[1] ازین رُباعی معنی نقشبندیہ را دریاب۔ منہ قدس سرہ

و در[1] صفحۂ ترجماں مطالعۂ جمال خود میکند ؎

ما کیئیم اندر جہاں پیچ پیچ | چوں الف خود او ندارد ہیچ ہیچ

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

۳۸- آں بیرنگی چو پرتو انداز شود | بس رازِ نہفتہ را کہ غماز شود
ہر جا نواۓ ست برکشد جملہ بہ خود | وانگہ پیۓ انکشاف ہر راز شود

ایں رُباعی اشارت ست بآنکہ آں نُورِ بیرنگ چوں قوّت یابد پرتو اندازد و جملہ کاینات را فرد گیرد و در نورانیت او سریانِ حق در مراتب کاینات بظہور رسد و معنی ہو الاوّل والآخر والظاہر والباطن روشن گردد۔ سرِ ایں معنی آن است کہ چوں محب صادق بحضرت ذات منجذب شود پردۂ محبوبانِ مجازی ازمیان برافتد صرف محبت درجلوہ آید ہرگاہ ازاں مقام تنزل نماید سلطنت آں محبت ذوقِ جمالِ مجازی را ازمیان براندازد و بحکم محبت در جلوہ کاشاہدِ غیب ہویت از مقامِ خود تنزل نمودہ در کسوتِ نُورِ بیرنگ متجلّی گردد چوں ہرچہ مدرک میشود پرتو انداختن آں نُورِ بیرنگ آن است کہ مقروں بہ ادراکِ آں نُورِ بیرنگ مدرک میشود چنانچہ پیش ازمقروں بآں ادراک صورت ممکن مدرک می شد ایں معنی بعد از قوت گرفتن محبت است و قوت گرفتن محبت بہ تواتر استہلاک و انجذاب است و بعد از پرتو انداختن درجۂ دیگر آن است کہ در جملہ کائنات آں نُورِ بیرنگ را ساری یابد بنظرِ واحد و صورِ اشیا ہمچوں سرابے بے نُور۔ درجۂ

---

[1] لیکن حق قدِ ما مدرک نیست و ترجمان اصلاً منتفی۔ لأنہ ھو۔ زاں سراۓ بہر بار گشتند جیب و سر تہی۔ نسبت آں ترجماں بذات نسبت حرارت آفتاب است بہ آفتاب کہ بر کوۓ ظاہر شود چنانچہ کور بذوق حرارت حرارت را عین آفتاب نمی داند آں متجلّی لہ۔ و اصل سر۔ آں ترجماں را عین ذات دارد۔ نمی ماند و اند۔ اعمی کہ مارے دار لیکن خوف اں وہم در مار داری اور ایک اتصالے بحضرت ذات است کہ خارج است از دائرۂ تقریر تحریر۔ اتصالے[2] بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جانِ ناس لیک گفتم ناس را نسناس نہ ناس غیر از جان جاں شناس۔ نہ ایں اتصال جان و سرو واصل راست نہ ادراک او را۔ لا تدرکہ الابصار و ھو یدرک الابصار۔ منہ قدس سرہ۔

---

[2] زید ابوالحسن فاروقی گوید بر حاشیۂ کتاب ایں عبارت بطور ربعہ نوشتہ است نقل شدہ۔ لیکن در حقیقت این دو شعر است کہ بہ این نہج مسموع شدہ

اتصالِ بے تکیف بے قیاس | ہست ربّ الناس با جانِ ناس
لیک گفتم ناس را نسناس نہ | جان باشد غیر جانِ جاں شناس

دیگر آن است کہ علم و قدرت مظاہرہ از صور را باں نور بدہد بل بنورِ آں نور ذوات یک ذات وصفات یک صفت گردد لمن الملک الیوم للّٰہ الواحد القہار

۳۹- گویند کہ چوں رسد تدلی بہ کمال گردد دو جہاں ز ترجماں مالا مال
چشم از ہمہ سو سرمۂ مازاغ کشد گوش از ہمہ جانب شنود بانگ تعال

منتہیان طریق نزول می گویند کہ کمال تدلی مقصود نہایت احاطۂ شہود آن است کہ صور محسوسہ مشارِ الیہیہ و شہادتیہ بتمام ترجمان حقیقت شوند و فائدہ آں نُور بیرنگ دہند۔ زہر یک وائے رفع بصر و ہر یک سرا بندہٗ سبحان الذی لَم یُبصَر فِیناَ مَن جَہِلَ و قال العجز عن درک الادراکِ اِدراکٌ و مَن عَلِمَ فَلَم یَقُلْ بمثل ھذا القول۔ ایں اعلیٰ عالم با قدم لیکن تمامی ایں بچند مقدمۂ دیگر است یکے فرو رفتن صور بجہت البطن البطون دیگر بودن صور مظاہر اسماء شیون و دیگر انصباغ ظاہر بہ احکام گوناگوں۔

۴۰- ممکن ز تنگنائے عدم نا کشیدہ رخت واجب بجلوہ گاہ عیاں نانہادہ گام
در حیرتم کہ ایں ہمہ نقش غریب چیست بر لوح صورت آمد شہود خاص و عام

اکنوں مارا در درجۂ حیرت ماندن خوشتر از بن قیل و قال و عنانِ قلم را از صورت علم کشیدن مناسب حال ؎

در یغا کہ ندانستم ہمیں پنداشتم دائم
ازیں پندار گوناگوں وزیں دانش پشیمانم

۴۱- اے گشتہ بہ ہر نمود بیہودہ گرد ایں است مقام کُنتُ سَمعہٗ بشنو
در تست نمونۂ کہ بس بے طرف است بنشیں و بہ ہر طرف مشو ذنگ دو

ملہ ایں جا بدانی کہ خدا نور موجودات و صور اشیا بمنزلہ مشکات است مر آں چراغ را و آں نُور بیرنگ کہ ظہور او در شجرۂ طیبۂ فرو شیۂ انسانیہ است و در فلک و بہ گوئیا کہ کیسے است درخشاں بمنزلہ آفتاب است و در ضمن آں شجرہ کہ روح انسانیت سخت مناسب است بچراغ خلیفہ اوست کہ بصورت ضد خود را نماید و اگر چہ ہنوز محو تبتش فی ذات اللّٰہ نہ شدہ باشد۔ ہر چند کہ او سر مشکات نور محل آں نہایت است و را یک امتزاجے بچراغ و چراغ را یک افروختگی در و ہست کہ معنی نور علی نور لائق شان اوست اینجا محل لغزش اقدام است چنانچہ طائفہ سلیمانیہ روح خفی را کہ بعضے از ظہورات روح انسانی بہ خدائی گرفتند یہدی اللّٰہ لنورہ من یشاء۔ منہ قدس سرہ

۴۲- یک لحظہ سرے بجیب ہستی درکش — حرفی اناگوئی را خطے بر سر کش

گر مرد رہی بہ نامرادی خو کن — یعنی کہ نگار نیستی در بر کش

رُباعی اوّل اشارت است بقرب نوافل و قرب فرائض. بیت اوّل اشارت بقرب اوّل است و بیت ثانی اشارت بقرب ثانی۔ رُباعی دوم اشارت بہ نیستی است کہ حاصل قربین است و خو کردن بہ نامرادی و در برکشیدن نیستی مقام تمکین است در فنا و استہلاک کہ اہلِ فرق بعد الجمع را می باشد باطن شان غرق لجۂ فنا و ظاہر حاضر بہ آنچہ می رود و اقرب طرق در حصول این معنی طریقۂ علیہ نقشبندیہ احراریہ است۔

۴۳- این سکہ کہ من زدم بنام فقر است — دین روشنی از نور تمام فقر است

برخیز درہِ خواجۂ احرار بگیر — کان راہ ز سرحد مقام فقر است

اقرب و اعلی طرق مشائخ قدس اللہ اسرارہم طریقۂ علیہ احراریہ نقشبندیہ است۔ اوّل درآمد[ہ] ایشان در ادراک بسیط است کہ غلبۂ جہت حقیقت بر خلقت است و محل تجلی انوار ذات است و ظہور وجہ خاص است بمقصد این معنی را کہ مغلوبیت ادراکات مرکبہ و ظہور تباشیر صبح سعادت وصولی است۔ حضور و آگاہی میگویند و ہر گاہ در غلبات کشش و انجذاب ادراکات مرکبہ بتمام از میان رخت بر بندد بل بہ تبعیت و آگاہی نیز شعورے نماند تعبیر بہ فنا و فنای فنا می کنند تواتر این نسبت را وجود عدم میگویند و ملکۂ ظہور این نسبت را بتواتر عظیم می شمرند۔

وصل احد اگر توانی کرد — کار مردان مرد دانی کرد

از اینجا است کہ درین وقت میگویند وجود عدم منجر بوجود فنا شد ہمانا کہ از فنای صفات بشریت میخواہند و ہر گاہ حق سبحانہ بہ محض عنایت نورے بخشید کہ در پرتو آن نور دیدند کہ حضور ما بحضرت پرتوے است از وصف حضور ذاتی آنحضرت بحدوثش فنائے حقیقی مشرف شدند از ایشان نہ نام ماند نہ نشان ہر چہ بہ ایشان منسوب بود تمام بہ اصل خود رسید

ہ این اشارت ہر جا در کتب واقع شدہ دبا غرض واحد است وجہ خاص ہمان مدرک بسیط است کہ متقدم مسالک است و جہت حقیقت اوست و نسبت با و تجلی ذاتی اوست. مُنہ قدس سرہ

ایں مقام مقام بقا باللہ است ایں وجود را وجود فنا می گویند و می گویند وجود فنا بوجود بشریت ہرگز عود نمی کند یعنی عادت اللہ بریں جاری است فانی بہ اوصافش مرد ورنہ می شود حوالہ تکمیل ناقصاں دریں منزل است ایں کشف را کشف علیہ می گویند۔ تعبیر تجلّی ذاتی و شہود ذاتی یاد داشت میکنند و حقیقت ان نعبد اللہ کانک تراہ دریں موطن میدانند و رویت اخروی را نیز دریں منزل اثبات می کنند فرق میان احسان و رویت ہمچوں فرق میاں مشاہدۂ صاحب جمال در وقت صبح و در وقت اشراق آفتاب میدانند و میدانند و میگویند ہرچہ کہ انکشاف ذاتی صفت بصیرت است اما چوں حق سبحانہ خبر دادہ کہ مہ پارۂ چشم را مدخلے خواہد بود۔ آمنا و صدقنا۔ اگر می گفت پیشانی شما را مدخلے خواہیم داد آں زماں نیز ایماں می آوردیم و شہود ما نظرت فی شئ الّا و رایت اللہ فیہ او قبلہ او معہ را بیش از اطلاع بر اصول ایں طائفہ و تصدیق بر آں اصول چنداں اعتبارے نہ می نہند و اسم معاینہ لا بیاں اطلاق نمی کنند چنانچہ بعضے کردہ اند ہمگی اہتمام ایشاں در کشف علیہ و غلبات آں نسبت کثیرۂ صفاتیہ نیز از نظر ایشاں محو می شود۔ از صفت و فعل جز ذات ہیچ نمی بینند در عرصۂ وجود جز یک ذات بحت در نظر شاں بصیرت شاں نمی نماید ایں است نہایت مقام انبیا و اولیا اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی۔ وَلَیْسَ وَرَاءَ الْعَبَّادَانِ قَرْیَۃٌ

۴۴۔ آمد چو رباعی چہار از عشرات	خامش شدہ خامہ و دہن بستہ دوات
ما ہم سخنے را کہ بشر حش گفتیم	کردیم تمام بر محمد صلوات
۴۵۔ اندیشہ چو اربعین خود بود بہ سر	در تفرقہ اش چو اہل ظاہر منگر
ہر چند کہ ہست کل یوم فی شان	در ہر شانے زبے نشاں دادہ خبر
۴۶۔ اے خواجہ دریں نامہ بسے اسرار است	فہمش ز مقید خرد دشوار است
از کون و مکاں مقید اتش فرد اند	مجموعۂ ما سلسلۃ الاحرار است

تمت الرسالۃ

نوزدہ تواریخ از اتمام ایں رسالہ مبارکہ کہ حضرت مؤلف قدس اللہ سرہ

در مجلسے املا فرمودہ

۱؎ ہوالحکیم الفتاح الصمد ۲؎ لوائح محکم موجودیہ درکلم نقشبندی ۳؎ اللہ تعالے لنقائش بدہادا
۴؎ وجہ عکس مرآت الصفا ۵؎ حفظ جود مولی ۶؎ فیوض علیا ۷؎ نخل کلم خواجہ پارسا ۸؎
ظل حی موجود ۹؎ بل ظل حی وجوبی ۱۰؎ محفّظ وجودی ۱۱؎ مسانی لبصور حدوثی ۱۲؎ نظم وجوب
۱۳؎ مجملگی اسرار احباب توحید ۱۴؎ تجریع فصوص حکم ۱۵؎ فصوص الحکم بے ثقل ۱۶؎ لب مقدمات
نقد نصوص ۱۷؎ فیض جود بہاء الدین ۱۸؎ شیخ کمل بادا ۱۹؎ صَلِّ عَلٰی اٰتِمِّ الْاَنْوَارِ
وَاٰھْلِہٖ

مجموعہ کلام

مجموعہ کلام باقی

مجموعہ کلام (۶۹ صفحہ)

خواجۂ خواجگان و قبلہ راستاں ۔ صاحب تصرف انفسی و آفاقی
حضرت خواجہ رضی الدین محمد الباقی مشہور بہ حضرت
خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہ الاقدس

رموز اشارہ	نمبر شمار	عنوان	تعداد صفحات	تعداد ابیات
ق	۱	مثنوی قبل از زمان درویشی	۶	۱۳۸
گ	۲	مثنوی گنج نعمہ	۴۴	۷۲۵
س	۳	ساقی نامہ	۵	۱۱۱
ضمیمہ س	۴	سلسلۂ پیرانِ طریقت	۱	۲۲
تاریخ	۵	تاریخ تولد ہر دو پسران مبارک	۴	۹۵
تاریخ دوم	۶	تاریخ تولد خواجہ محمد عبداللہ	۱	۸
ب	۷	رباعیات ۴۹ و فردہا ۳ عدد تحقیق طلب سہ رباعیات و چہار فرد	۷	

مثنوی قبل از زمان درویشی

در بیان آنکہ وجود صوری انساں ہر چند کہ از عالم خلق است اما حسب باطن از حضرت قدس است

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱۳۸ اشعار)

۱ من نہ چنینم کہ نمود من است — جائے دگر رقص وجود من است
۲ نقطۂ محراب جماعت منم — دانہ سیراب زراعت منم
۳ ابروئے پیشانی من دلکش است — قطرۂ پیشانی من آتش است
۴ عقل نمک ریز کباب من است — خون جگر نام شراب من است
۵ مردمک دیدہ بہ ہندوئی ام — گوش نصیحت بہ رضا جوئی ام
۶ دیدہ متاع سر دکان من — شور دو عالم بہ نمکدان من
۷ خنجر مژگاں سر جوگاں بس است — گوئے توجہ نمک جاں بس است
۸ نافۂ مشکم شکر آمیختہ — در تہ سرپوش نمک ریختہ
۹ بر سر ہر بندہ گہر ماندہ ام — در بن ہر موئے شکر ماندہ ام
۱۰ خامہ کلیدیست در انگشت من — گنج دو عالم ہمہ در مشت من
۱۱ تکیہ بہ بالین جگر کردہ ام — خشت قضا آلودہ بدر کردہ ام
۱۲ غنچہ تماشائی بستان من — رشک بہار است زمستان من
۱۳ حرف من اکنوں بہ سخن گوئی است — در پئے معجون ہنر جوئی است
۱۴ بر سر ہر نکتہ علم می کشم — ہر دم و ہر لحظہ ستم می کشم
۱۵ دیدۂ عالم بہ تماشائے من — بلبل و غنچہ بہ سودائے من
۱۶ گر بدرم ۔ در بدرے نیستم — زان خودم از دگرے نیستم
۱۷ گوہرے از کان ضمیر من است — از نمک سادہ خمیر من است
۱۸ صفحۂ خاطر ورق خویشی ام — تاج مکلل سر درویشی ام

۱۹ آه چه گفتم دمے خامے زدم   دستهٔ گونه به تمامے زدم
۲۰ هرچه مرا هست ازو دیده ام   ریزه ز خوان کرمش چیده ام
۲۱ کرده به هنگام بیان ادب   نرمی و سختی به فسون و غضب
۲۲ زاں ید بیضاے پئے تقصیر من   ساخته مقراض گلو گیر من
۲۳ خورد و کلان حرم اتحاد   آدمیانند فرشته نژاد
۲۴ پیر و جواں خوشهٔ یک دانه اند   یک کف سر جوش کریمانه اند
۲۵ در نظرت هر مژه چندیں کثریست   احولیت باعث ایں کثرتیست
۲۶ خیز و زمانے نظرت راست کن   رشتهٔ خود را گهر آراسته کن
۲۷ شیر شکاراں مسیحی نفس   بیهده چندیں نه زدندے نفس
۲۸ اے نمک بے نمکاں در دلم   شورش شوریده دلاں حاصلم
۲۹ آتش سودا سوئے مغزم دوید   آتزش رهوار مرا سپیے بر بد
۳۰ زخم دلم مرهم آں دود شد   ریزهٔ الماس نمک سود شد
۳۱ آتش و آبے که دریں منزل است   چشمهٔ ره منتظر بسمل است
۳۲ خاک نشو دل به گرانی منه   پشت تغافل به جوانی منه
۳۳ بے غرضے شمع نیفروختند   بیهده افسانه نیاموختند
۳۴ خیز و به سودائے نگاہے بتاز   چند نشینی پئے کارے بساز
۳۵ مست نئی پاے خمارے بگیر   دست دل و دامن یارے بگیر

در بیان آنکه دُنیا و غم دُنیا هیچ است و از آن مطلوبے او دستے

۳۶ ایں همه سررشته پر تاب و پیچ   جز غم بیهده چه چیز است هیچ
۳۷ غارتیان اند نگاهے بکن   از پئے غارت شده آهے بکن
۳۸ اے خنک آنها که ازیں رسته اند   دل به گلستان دگر بسته اند
۳۹ دست به فتراک سحابے زده   آتش خود را کف آبے زده
۴۰ سوخته اے خرمن مهتاب را   بسته به آتش گزر آب را

در بنِ دندان توکل نشین ۴۱ خار مشو در قدم گل نشین

دستِ طمع از دل خود دور کن ۴۲ کلبهٔ خود خانهٔ زنبور کن

گر مگسی دست ملامت بگیر ۴۳ ورنه ره و رسم سلامت بگیر

بر سر هر خوان نظر انداختن ۴۴ نرد زبون گیریِ خود باختن

دل به شبیخون کشائش دهی ۴۵ هیزم پوسیده به آتش دهی

بر سر هر لقمه گرانی کنی ۴۶ آب شوی جبهه فشانی کنی

سنگ ملامت سر دندان تو ۴۷ زخم زبان مائدهٔ خوان تو

گوش بر آوازهٔ دهن ماندهٔ ۴۸ مائده در کام سخن ماندهٔ

دست سوے خوان عنایت بکن ۴۹ این همه هیچ اند و کفایت بکن

چیست پس و پیش، پس و پیش اوست ۵۰ رازق هر خواجه و درویش اوست

جمله از آن خوان کرم می رسد ۵۱ هم بخوشی هم به ستم می رسد

گر به مَثَل سنگ حصاره آوری ۵۲ از خور و آشام کنار آوری

تنگ به بندی لب مقصود را ۵۳ سنگ دهی خواهش نابود را

روزیِ پیوسته فراوان رسد ۵۴ بادرکان بر سر احسان رسد

در پیَت از روح سبکتر رود ۵۵ باد شود با نفست در رود

ور به هوس پائے طلب بر نهی ۵۶ خواهش عالم همه بر سر نهی

باد شوی در طرف جستجوے ۵۷ خاک شوی در گذر آبروے

آنچه نه از تست تغافل کند ۵۸ غنچهٔ بیهودگیت گل کند

دست خوشِ سنگ ندامت شوی ۵۹ مسخرهٔ کوے ملامت شوی

صاحب عالم به همه حاضر است ۶۰ بر بد و بر نیک همه ناظر است

باشی که چون روز قیامت رسد ۶۱ از همه سو بانگ ندامت رسد

شحنهٔ پرسش به ندامت برد ۶۲ بر سر دیوان حسابت برد

خواهش اگر بیش و گر کم بود ۶۳ پلهٔ خواهش به جهنم بود

بر سر چه پاے چو بنهادن است ٦٤ خواه یکے خواه دو افتادن است

٦٥ جانب خوباں نظر افگندنت

زندگی و بسیار بود مردنت

حکایت

بے خبر بود گرفتار خویش ٦٦ جوش زن از گرمی بازار خویش

مرحله پیموده به سودائے زر ٦٧ کرده به ہر بادیۂ در گذر

ناگه از آں جا که بدپیشانیش ٦٨ بود و حسنے ز پریشانیش

گوشۂ چشمے به شکارش رسید ٦٩ طرفه نگاہے بہ پئے کارش رسید

خواجۂ سودا زده دیوانه شد ٧٠ عاشق آں نرگس مستانه شد

آں همه اسباب به یک جو فروخت ٧١ خرمن بیفائده را برق سوخت

رقص کناں گرم تمنائے خویش ٧٢ نے سر سودائے نه پروائے خویش

هم سفرے داشت به سودائے خام ٧٣ شد به ملامت گریش تیز گام

آمد و گفت ایں چه مستی که چه ٧٤ بے جهت ایں باده پرستی که چه

یک نظر است ایں همه غولی مکن ٧٥ باخبرم از تو۔ فضولی مکن

چوں سخن سرد به گوشش رسید ٧٦ گفت که اے درد دل یخ ناپدید

بے خبری از من و کردار من ٧٧ رو که نۂ محرم اسرار من

شعلۂ دیگر به چراغم رسید ٧٨ باد مسیحا به دماغم رسید

شد چو به دل ریزۂ الماس خوار ٧٩ خواه یکے ریزه و خواہے هزار

در سخنم را به گزاف آوری ٨٠ بر سر تهمت همه لاف آوری

مردنم اینک خبر حال من ٨١ دادن جاں شاہد احوال من

چوں دم آخر نفس گرم داشت ٨٢ دست اجل از خوش آزرم داشت

آمد و آں نقد گرامی سپرد ٨٣ سردی و گرمیش تمامی سپرد

باقی از افسانۂ مردم خموش ٨٤ در تو اگر چاشنی هست جوش

۸۵ ورنہ بروآتش مے وام کن — ساقیٔ خودرا نفسے رام کن

۸۶ تابہ نوئیک حبہ عنایت کند — حاصل کونین کفایت کند

۸۷ ساقیٔ الہام می آمد مرا — حصۂ ہمی جام می آمد مرا

۸۸ دست برآور بہ مئے لالہ رنگ — شیشۂ ناموس بیفگن بہ سنگ

۸۹ تاگرامروز بہ راہے شوم — قابل تسخیر نگاہے شوم

۹۰ عشق بشارت دہِ فرزانگی است — عشق نہ از جملۂ دیوانگی است

۹۱ عشق کمال است بہ ہرسو کجا است — قصۂ عنقا صفتِ کیمیا است

۹۲ عشق مجازی لقب او نہاد — صددر از دسوئے حقیقت کشاد

۹۳ دست من اکنوں بہ گہر سفتن است — روز نخستینِ سخن گفتن است

۹۴ روز دگر رونق دیگر دہم — حصۂ درویش و تونگر دہم

۹۵ کوشم و چندانکہ بہ دریا رسم — موجہ برآرم بہ ثریا رسم

۹۶ چند دگر سنگ کنم قوتِ خود — درصدد سودن یاقوت خود

۹۷ باغ بہشتم نفس گل کنم — ہرچہ بگویند تحمل کنم

۹۸ کام شوم نشتر بہ دل خورم — جام شوم زہر ہلاہل خورم

دست مرا شمۂ محمدؐ برید — بردر دریوزۂ احمدؐ برید

۱۰۰ برسرآں خواں کہ کریماں نہند — شاہ و گدا را ہمہ یکساں نہند

۱۰۱ ہمت پیراں مدد جانِ من — لطف عزیزاں پئے درمانِ من

۱۰۲ ارکہ بہ ہمسائگی مردم است — گرہمہ دیوا ست رہش خودگم است

۱۰۳ عشق سخنداں رموز من است — دردل شب مشعل سوز من است

۱۰۴ زینت دل رونق ایمان من — مونس من محرم من جان من

۱۰۵ حال تو ہم باتو بگویم کہ چیست — خود تو بگو محرم ایں پردہ کیست

۱۰۶ اے تو نمک پاش کباب دلم — چاشنی انداز شراب دلم

۱۰۷ موے شگافندۂ معنی توئی — شاہد و ساقی و مغنی توئی

روی زمین آب وجود از تو یافت ۱۰۸ پشت فلک چشمهٔ جود از تو یافت
پنجهٔ خور مشعله بردار تو ۱۰۹ ثابت و سیّاره پئے کار تو
ای که سر عشق مجازی تراست ۱۱۰ خواهش این شعبده بازی تراست
بایدت اوّل ادب آموختن ۱۱۱ دیده بهم دوختن و سوختن
بی ادبی راه نمود هواست ۱۱۲ ورنه هوا از چه و عشق از کجاست
گر سر انس است ۱۱۳ سخن گوش کن
ورنه مگو بیهده خاموش کن

حکایت

در طرف روم یکے ماه بود ۱۱۴ لائق نظارهٔ دلخواه بود
شهد و شکر را بهم آمیخته ۱۱۵ بر سر آن کان نمک ریخته
شانه و آئینه فگنده ز دست ۱۱۶ رستهٔ زمنّت کشی هرچه هست
در هوس زینت رخسار خویش ۱۱۷ کرده حواله به ادب کار خویش
عنبر احسان عمل بافته ۱۱۸ غالیهٔ عزّ و جل بافته
باد مسیحا پئے نزهت گریش ۱۱۹ ساخته از گرد تکلّف بریش
سرو قدش در روش روح پاک ۱۲۰ در خم تعظیم ببوسیده خاک
ماه که سر حلقه به گردون نهاد ۱۲۱ صبح نگر رو به زمین چون نهاد
چونکه بنفشه سر تعظیم یافت ۱۲۲ دست دماغ از کرمش سیم یافت
سنگ دو در دنے به ادب ور نشست ۱۲۳ لعل شد و بر سر سنجر نشست
خسرو غافل دم بے باک زد ۱۲۴ آمد و زخمی جگرش چاک زد
کوه کن از تلخی تمکین خویش ۱۲۵ شیر بها یافت ز شیرین خویش
غنچه نفس در قفس خویش کرد ۱۲۶ چشم ادب یک دو نفس پیش کرد
آخر گلبانگ تحمّل گرفت ۱۲۷ دست گشاده دهن گل گرفت
ساده رخے رفت به مهمانیش ۱۲۸ لب همه افسون پریشانیش

آں صنم القصہ ادب کیش بود ۱۲۹ بر بد و بر نیک خوش اندیش بود

گفت کہ اے سیمبر ایں شیوہ چند ۱۳۰ نخل برومند توئی میوہ چند

دست بہ مشاطہ گری باز کن ۱۳۱ گرمی بازار خود آغاز کن

گل بہ شب تیرہ منور کہ دید ۱۳۲ محتشمے بے زر و گوہر کہ دید

گوئے فلک ایں ہمہ آہستہ نیست ۱۳۳ دیدۂ خورشید فرو بستہ نیست

وقت کمال است نشستن کہ چہ ۱۳۴ آخر مہ نیست شکستن کہ چہ

لازم خوبی ست ستم کیشیت ۱۳۵ معنی ناز است کم اندیشیت

زہر گیا ار بکشد باک نیست ۱۳۶ در نفس ما و تو تریاک نیست

شوخ ادب چوں سخن بزم گفت ۱۳۷ گرچہ برآشفت عجب گرم گفت

کرد لب از آتش ۱۳۸ معنی بجوش
گفتہ خندد نکتہ بہ نکتہ بہ گوش

تمام شد مثنوی قبلے از زبانے درویشے

تعداد اشعار

(۱۳۸)

مثنوی گنج فقر

که در زمانِ درویشی نظم شده

(۷۲۵ اشعار)

خداوندا! بفقرم رہنمائے — درے زاں رہ سوئے درگاه بکشائے
که از ناکامیٔ خود کامیابم — دراں افلاس کل آرام یابم
غنا در فقر و فقر اندر غنا گم — بشوئیم دست ازیں شوریده قلزم
شوم در فقر دریائے الٰہی — امانت دارِ دُرہائے الٰہی
ز آشوبِ دماغم پُر تجمّد — گہے خود را صدف بینم گہے دُر
گہے زیں ہر دو بالاتر گزینم — ضغاثِ بحر را در خود ببینم
به بخشش ایم از موجِ تفکّر — کُنم دامانِ کوه و دشت پُر دُر
بگیرم در کف از در شاہوارے — ہم از خود بر خود افشانم نثارے
ز جوشِ سینه چوں گردم سبک سیر — ببیند از مَے بنائے ایں کہن دیر
بیا باقی چه ازیں گونه پستی — اگر دریا نه خود قطره ہستی
صدف چندے گرفته در کنارت — ز بیرنگی برنگ افتاد کارت
صدف بشکن ز دریا گوہر آور — تو خود غوّاص خود شو سر بر آور
عروساں طالبِ ایں گوشوار اند — بروں آتا بپائت سر گزارند
یکے در پرده گفتار بر خیز — بگوشِ نو عروس خوش در آویز
اگر شد پرده نازیبا چه باک است — جمالِ پردگی بس تابناک است
چو نورِ پردگی بیروں شتابد — کسے از پرده جز نامے نیابد
طلب بسیار شد وقتِ قبول است — بگویم گرچه می دانم فضول است

کنم از گنجِ فقرت آگہہ اندک — در آیم در سخن بسم اللہ اینک

توحید باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ

بنام آنکہ دریائے وجود است — زیک موجش دو عالم رانمود است
نمودی فارغ از ننگِ جدائی — فرو رفتہ بہ بحرِ آشنائی
چو انجم پردہ را یکسو نہ کردہ — بروں گشتہ بے اظہارِ پردہ
ملے انجم پرست چند کوتاہ — نگردیدند ازیں اظہار آگاہ
ز استیلائے عشق نامقیّد — فرو رفتند در تجسیم مجرّد
شدہ در قیدِ ناپائندہ چند — ہوادارِ فسردہ آئندۂ چند
بسے کمیاب می باشد دریں کو — خلیلُ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن گو
کجا آں عندفۂ بحرِ مطالب — کہ سرپیچد زامواجِ کواکب
وجودش موجِ اللّٰہی بپابد — ز اصلِ موج آگاہی بپابد
بہ بیند موجِ حسن و عشق یکدست — شود با موجِ عالمگیر سرمست
زیک بحر است چہ انفس چہ آفاق — چہ حسن و عشق چہ قید و چہ اطلاق
عجب بحر است خود در خود شناور — تعالیٰ شانہٗ اللہ اکبر
اگر علمے است از علم خدائیست — خودی ہم کبریائی بادشاہیست
دریں معمورہ کثرت راچہ کار است — ہمیں یکذات و دیگر اعتبار است
اگر قدرت وگر علم و ارادہ است — بظاہر نسبتے چند افتادہ است
ہماں اصلِ نسب بے چند و چوں است — زہر نسبت کہ می دانی بروں است
ز بحرِ جود او کو بین جوئے — ز جوئے لطف او آدم سبوئے
سبوئے نہ کہ از جوہر گشد سر — سبوئے آب رفتار و شناور
سبوئے خاک و آتش او ندیدہ — خدایش جملہ از آب آفریدہ
چو آب صاف خالی از کثافت — شدہ ظاہر ز بیرونش لطافت

لطافت عکس نور لایزالی نه آں عکسے که از اصل است حالی
چه عکس است ایں قدر از اصل معمور چه نور است ایں همه سبحان ذی النور
زہے قدرت که چندیں بیش و کم ساخت ز بحرش قطرهٔ بیروں بینداخت
ہماں بر وحدتِ خود پائے برجا ز خود کرد ایں ہمه کثرت ہویدا
ازیں کثرت نیفزود اعتبارش وزیں جنبش نه شد ہرگز قرارش
حوادث را بدانش نسبت کارے نیابد ہرگزش نو اعتبارے
بنامِ ایزدے دریائے سرمد تعالی الله زہے ملک مؤبد
ازیں دریا نمی دانم چه گویم چو در موجش ز ہستی دست شویم
چو من در نیستی گردم تہی گرد که خواہد گوہر از دریا بر آرد
خبردار ان ایں بحر پُر از نور وجودے داشتند از غیر فتور
نقاب غیریت بر او کشیده جمالش چشم مخلوقے ندیده
در آں پرده که دریا خاص خود بود چنیں دانم که خود غواص خود بود
چو من در موجِ دریا ره نوردم گہے در فرق و گه در جمع کردم

چو گویم زیر چوگانِ ارادت
بشارت باد بختم را سعادت

مناجات

خداوندا! دریں چاهِ نفس گیر طلسم جبرت و زندان تزویر
حلاوت گیر دلہائے عزیزاں فرح بخش دماغ بے تمیزاں
سرائے سربسر خونریز مردم مشعبد خانهٔ پُر مار و کژدم
ہمه منقاد ابلیس لعین را نہاده زخم جانِ نازنین را
بسر باری رسیده نفس نامے کشیده از مئے ابلیس جامے
فتوے گرچه از شیطاں شنوده ز شیطاں گوئے رسوائی ربوده

ہمہ ابلیس را فرزند بے قبیل — خطابش قرۃ العین عزازیل
ز آتش زادۂ دیو آدمی رنگ — بآتش بارگی عالم ازو تنگ
من بیچارہ از دستش زبونم — درونِ چاہ ادبارش نگونم
گہے در خشم و گہ در آرزو خوار — میانِ آب و آتش داردم کار
گہے در خلوت شیطاں کشد رخت — در ایوانِ سیہ بختاں زند تخت
گہے بر روئے کارم پردہ آرد — یقینم را بتاریکی گذارد
گہے نازد پئے کسبِ کمالات — دہد نقدِ دم بتاراجِ خیالات
گہے ایں ناقبول از بس عداوت — پئے جذب قلوب آرد ارادت
ز درویشی کند شرح و بیانے — ز علم و شعر خواند داستانے
گہ آید در سکوت و در تفکر — شود اہلِ ارادت از تصور
کہ جانش غرق دریائے وجود است — برون از خلق در عینِ شہود است
زمانے در مناجات آورد روئے — ز فکر آخرت گردیدہ یک سوئے
کہ از بہر چہ تخم زہد کارم — ز سر لذات فردوسے ندارم
ازیں غافل کہ دنبائے لعیں را — بپروردہ فسادِ کارِ دیں را
لعین دوست را پروردہ نتواں — چو پروردی عبادت کرد نتواں
گہے در عشق بازی افگند گوئے — ہوا دارِ بتانِ عنبریں موئے
دل اندر دستِ نظارہ نہادن — متاعِ عقل و دیں از دست دادن
بر آمد دودش از زلفِ مجعد — دراں دامِ بلا گردد مقید
چو بیند فتنۂ رفتار و قامت — فراموشش شود ہولِ قیامت
چو چشمِ پر خمار افتد دو چارش — شود آشفتہ روز روزگارش
کند مژگان خونریز از کنارہ — بعیاری دلش را پارہ پارہ
نگاہ آتش افروزد جنوں را — بسوزد خرمنِ صبرش سکوں را [۱]

---

۱ ایک نسخہ میں یوں ہے: نگاہ آتش افروزد جنوں بار — بسوزد خرمن صبرش بہ یکبار

فسون از دولتِ تریاک نہ وحش | زنخلستانِ خلد آرد فتوحش
شود افسانۂ روح و دماغش | دمِ سردے بیفروزد چراغش
بنستمہائے خونریز ار شود چیر | نہ دینش ماند و نے دل نہ تدبیر
دریں دکان سودا چند باشم | بایں آہنگ تاکے دل خراشیم
غبارے راکہ بنہادی اساسش | بلطف خویش کردی روشناسش
نخست از خلوت افگندی برونش | بدیں ویرانہ کردی رہنمونش
فرستادی دریں ظلمت سرایش | شکستی خارِ محنت زیر پایش
بصد بیگانہ ہم افسانہ کردی | بچندیں دیو و دد ہمخانہ کردی
محبت نامہ در جنبش نہادی | دبستان بلا را در کشادی
باستادِ ہوس تسلیم کردی | بچند فنگاریش تعلیم کردی
نسیم غمزہ سر داری بباغش | دمے طرفہ دمیدی در دماغش
عنانِ عقل بگرفتی ز دستش | بشیریں عشوۂ دادی شکستش
طریقِ عشق بازی را نمودی | دلِ ناکردہ کارے را ربودی
خود از ہر سو عبیر افشان رسیدی | بآئینے کہ می مانست دیدی
لباسِ مختلف پوشیدہ سرمست | ربودی صبرش از دل کارش از دست
بحمد اللہ کہ مسجودم تو بودی | مدارِ بود و نابودم تو بودی
اگر در دیر و گر در کعبہ بودم | بتو می گفتم از تو می شنیدم
تو بودی حلِ چندیں مشکلِ من | تو بودی راحتِ جان و دلِ من
ہمیں سرگرم سودائے تو بودم | بہر جا در تمنائے تو بودم
اگرچہ ایں سخن مستانہ گفتم | غبارِ شرکِ چندیں سالہ رفتم
دو روزے کاندریں بت خانہ بودم | بسانِ سُبحۂ صد دانہ بودم
ولے ہر یک بر آوردہ دکانے | بہر جا رنگے و ہر سو نشانے
درِ توحید بر رویش کشادی | شعورے در دلِ رستہ نہادی

وجودم رستہ برقے گشت سوزاں — بزد در خرمنِ صد رنگ پوشاں

بروں رفتم ز خود چوں دانہ از پوست — بجستم از میانِ دشمن و دوست

دگر دانی کہ من حق ناشناسم — دریں معنی ز ارباب قیاسم

مرا بر دار خود کن ترجمانی — "انا الحق" "گو و" "سبحانی" تو دانی

چو من بے اعتبارے خاک بہتر — ازیں غش نقد ہستی پاک بہتر

دریں دریا کہ ناپیدا کنار است — خیالے گر فرو ریزد چہ عار است

ز نبورے خواہم از یک لب خوش آہنگ[۱] — کہ ہم تا جسم براند از دہم اورنگ

غبارے آیدم در دیدہ گستاخ — نہ از صحرا خبر یابم نہ از کاخ

دماغم خود فروشی می نماید — ہمے گر پردہ پوشش آید خوش آید

دریں فیروزہ کاخ آدمی خوار — غریب افتادہ ام بے یار و غمخوار

تو اے مسکین نواز ہیچ پرور — بجولاں گاہ ہیجانم در آور

چو در گور استخوانم را گزارند — پئے گفت و شنودم بر نیارند

کہ من رنگ ریا و شک ندانم — "من" "وما" در وجودِ خود نخوانم

مرا ہیجا صلیہائے تمام است — عذاب گور ترسیدن کدام است

بجانم زاں شعور و نکتہ دانی
تو دانائی بجز کارے کہ دانی

حکایت

شنیدستم کہ می نالید پیرے — ز دنیا وز عقبیٰ گوشہ گیرے

جنوں در کاو کاوِ سینہ اش بود — ہوائے خلوتِ دیرینہ اش بود

ہمانا بود اوّل می ربود دلش — جمالِ خود نہانی می نمودش

ہماں بے رنگی و بے اعتباری — دمادم می فزود دلش بیقراری

سرشک از دیدہ می بارید و می گفت — شگافِ سینہ می خارید و می گفت

۱؎ ایک نسخہ: ربودے خواہم از یک جوش آہنگ

که هر کس را تمنائے محالیست — نهانی هر دلے را قیل و قالیست
مرا هم درد ماغ آرزو خیز — نجارے می دود نومیدی انگیز
که می دانم مرا دم بر نیاید — ازیں شش در کشادم بر نیاید
ولیک از قسمت قسّام ذوالمن — بصحت ناشنو جانے ست در من
همیں نابودِ خود می خواهد و بس — همیں در آرزو می کاهد و بس
چو در حشر از لحد بیروں کنم سر — زمن بوئے نیابند اهلِ محشر
مبادا آں دم شوم از خود گرفتار — به نفسی نفسی ام افتد سروکار
بفضلت چوں بهشت آیم خراماں — غبارِ قصر و باغ از من بر افشاں
دماغ خود پرستی نیست در من — سر بالا و پستی نیست در من
بلے آں را که چشم تیز بین است — دلش با داغِ خواهش هم نشین است
بروں از دوست آرامے ندارد — بخود قطعاً سر انجامے ندارد
من طفل سخن نادان و در خواب — پلے آں راه گیرم اندریں باب
زمانے حلقهٔ ایں در زنم چُست — کُنم پیند تعلق از همه سُست
شوم همراه مرداں اندریں کار — متاعِ فقر را گردم خریدار
بآتش در و هم رختے که دارم — قلندر وار آهنگے بد آرم
برهنه از خود و فارغ ز پندار — ازیں بازار بر دارم سروکار

زلوحِ دل تراشم نقش هستی
زمانے وا رهم زیں خود پرستی

در نعت حضرت رسالت پناه صلی الله علیه و آله وسلم

گرم فیضِ ازل بخشد دلِ دست — که در هم ریزم ایں بتخانهٔ هست
ازیں اقبال یابم احمدے را — کنم خاصانِ احمد را سلامے
سرشک افشاں زمیں بوس ثنا گو — بسلطانِ رسالت آورم رُو

چو در نظارهٔ رُویش کُنم رائے　　دریں نظارہ جاوید افتم از پائے
تماشا را جگر بخشم که می جوشش　　تمنّا را دهن گیرم که خاموشش
بدل گویم سعادت هم نشین است　　مقام "قابَ قوسین" تو این است
جمالِ خواجه معراجِ وجود است　　قبولِ دُرّۃ التاجِ وجود است
نسیم راحتش پیکِ امین است　　زمین خدمتش عرش برین است
چو در ایوانِ ما ز اعظم مقام است　　بهشت و حُور و قصر اینجا کدام ست
ثنایش با ثنا خوانیش مگذار　　تو نادانی زبانِ خود نگهدار
قدش می گوید اے من خاک پایش　　که بے همتاست سروِ دلربایش
سهی سروے ز بستانِ خدائیست　　ستونِ بارگاه کبریائیست
سرائے کون دارد نُورِ بینش　　ازیں فانوسِ شمعِ آفرینش
کلامِ زندگی بخشش بشیر است　　که رُوح القدس از وے بهره گیر است
همانا عیسیٰ ازیں دم بهره ور بود　　که در انفاس او چندیں اثر بود
سرافیل است ابجد خوانِ این درس　　نهاده گوش در سامانِ این درس
زخش مرأت نور لامکاں را　　صلا در داده بینائی جہاں را
که ها در من چو دیدی بے شک و ریب　　خدا بیں آمدی در پردهٔ غیب
درونِ پردهٔ من بوده م که آدم　　ملک را شد بسجودی مکرم
جمالِ یوسف از من آنچه برداشت　　که عالم را چناں زیر و زبر داشت
دلش آهسته با خود در ترانه　　که از تیرِ عجب دارم نشانه
حریفِ راز دارم دیگرے نیست　　نهالِ عشق را جز من برے نیست
چنیں دارم که اسرارش کماهی　　خودش می داند و علمِ الٰهی
عروسِ خلقش اندر شرح اینست　　که نُورِ قدس من پرده نشین است
سرائے حسن و خلوت گاه عشقم　　ز من جوئید رهِ من راهِ عشقم
صفاتِ دوست را بے نقل و تحویل　　منم یک نسخه و یک نسخه تنزیل

خدا جوئے کہ در من آورد روے — بو فقر منتہم گیرد تگاپوے
بدل از فکر و فارغ از روایت — منش در گوش جاں گویم حکایت
چو دبوش در قفس گردد نفس گیر — من از وے برکشم چوں روغن از شیر
شود دانا باسرارِ نہانی — بگیرد لوحِ محفوظِ معانی
جبینِ فکرتش بالفظ چوں دُر — سخن گویند جائیگاہ است در خود
زیک جانب جمالِ دست می بدن — زیجسو بارِ استغنا کشیدن
دل از معلوم خود آزاد کردن — طلب را در محالِ ارشاد کردن
دمم تسبیح و استغفارِ بسیار — خبر گوید کہ دارد بندگی کار
چو در دل نورِ تحقیق آورد جوش — حسابِ بندگی گردد فراموش
ازاں لب سرِّ استغفار اینست — ہم از مستغرقیں شو کار اینست
زبانِ اشک بر رُخسارِ گلنار — حدیثِ عشق بازی کردہ تکرار
بروں در دادہ اسرارِ نہانی — شدہ سرگرم ایں گوہر فشانی
کہ طغیاں را دریں کشور گزر نیست — درختِ عشق را جز فقر بر نیست
چو عشق از نامرادی آب گیرد — برومندی رہِ ناباب گیرد
بیک یک فقرہ اش صد گونہ راز است — فرود آمد کہ ایں منزل دراز است
ہمینم بس کہ بفرستم سلامے — کہ کارم گیرد از وے انتظامے
دریں حسرت رہِ بہبود یابم — روانش را ز خود خوشنود یابم

بمن گرتشتہ ام باذا المکارم
علی خیر الوریٰ صلِّ و سلّم

مخاطبۂ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بیا اے آرزوئے سینہ چاکاں — مرا از من بحالا کی بر افشاں
دریں بستان اگر خارے شود کم — کدامی مرغ خواہد داشت ماتم

درین گلشن اگر برگے نشود زرد
کہ خواہد خاک بر سر کرد ازیں درد

چہ خواہد شد اگر دریا بجوشد
نقابے بر سر یک قطرہ پوشد

فلک گر تند بادے را گمارد
کزیں محفل غبارے را برآرد

بیا اے نوحِ طوفانے برانگیز
بایں خاکِ ہوس آلودہ بستیز

اشارت کن بموجِ پُر تلاطم
غبارے شرک از روئے زمیں گم

فرود آ اے کلیم اللہ ازیں کوہ
تجلّی کُن بایں فرعونِ اندوہ

عصائے اژدہا صورت بجنباں
نمود چند را نابود گرداں

نما اے خواجہ ابروئے ہلالی
شب خوں بر سرِ شوریدہ حالی

بگفت او زبان گوہر افشاں
غبار ہوش از مغزم برافشاں

یکے روئے جہاں افروز بنما
حجابِ ماہ و رشکِ روز بنما

بتے را گرمئی بازار بشکن
خلل در طاق ایں کسریٰ بیفگن

بکن دکّان ایں شیطاں مشوش
بہم برزن بساطِ آب و آتش

سر گردن کشی در سجدہ آور
ابوجہل ضلالت را بزن سر

گرفتم ناکس کرشمہ زبانم
محمّد را رسول اللہ دانم

نقاب کبریا از پیش بردار
مرا ہم مندرج در امتی دار

دریں دیرِ کہن تنہا شکستی
دلِ چندیں صنم خواہان نخستی

فسونِ اہرمن نابود کردی
ہدایت را سپندے دود کردی

بتے دیگر دریں رہ خورد گرداں
صنم خواہِ دگر را دل برنجاں

بسے رخصت ہدایت بے رواج است
دریں دکان سپندے احتیاج است

من اکنوں خود سپند ایں متاعم
نما یک شعلہ در ابتیاعم

بسے جستم دریں نابود گشتن
ز نو گرمی دہ از من دود گشتن

دلے دارم کہ خوبے را غلام است
باندک جلوہ کارش تمام است

چو دریائے ملاحت برزند جوش
کنم یکبارگی خود را فراموش

چو در عشق تو جب نفر پائے باشم
کدامم من کہ پا بر جائے باشم

حکایت

چو سیتہ عشق در مجنوں اثر کرد
تمنائے درآں دیوانہ سر کرد

کہ دل از بند خود یکبار برداشت
نہ از راحت نہ از کاہش خبر داشت

تنش سرگرم خواہش زندہ می بود
دلش از زندگی شرمندہ می بود

علم بیروں زد از سیمایش آں درد
عزیزاں را و خویشاں را خبر کرد

فغاں برداشت بیداد تظلّم
سرایت کرد در دلہا ترحم

ہمہ یک دل بتدبیرش دویدند
زر و تیغ و زباں بیروں کشیدند

نخست از مردی و جوش زبانے
فرستادند لختے از معانے

ترحم را شفیع خویش کردند
سر عجزِ فقیری پیش کردند

شب مجنوں و بیدار یش گفتند
سر شکِ خون و خونخواریش گفتند

ہماں کاہیدن و خواری نمودن
ہماں زاری و بیزاری نمودند

ازاں سربستہ غم تعبیر کردند
بصد سنگیں دلی تقریر کردند

ولے مجنوں درآں مجمع گذر داشت
درآں صد پردہ خود آہنگ برداشت

دگر نہ راز غم خو رم نداند
حدیثِ عشق ہمہ بیغم نداند

سخن القصّہ در گرمی درآمد
عزیزانِ صنم را در خود آمد

بمیرانِ مروّت رخش راندند
بہ تسلیم و رضا گوہر فشاندند

کہ مارا نیست تقصیرے دریں باب
ولیکن تاب می باید کجا تاب

کنم اینک رخِ لیلیٰ مہیّا
ولے ہوشے ز مجنوں باید اینجا

خود آں بے چارہ سرِّ باب خوش است
خود افسون خود و خود خواب خوش است

حکایت

برآمد پشۂ از باد دل تنگ   بداماں سلیمانے بزد چنگ
[illegible] فرمود   حضور باد بود و پشہ بر بود
وزاں پشہ اگرچہ ظلم رہ داشت   ولے نہ از غبار تحیت ببادہ داشت
دو قومے بیوقوفِ ناخردمند   فرو گفتند زیں ساں قصۂ چند
بہم درساختند از فطرت خام   نفہمیدند عشق بے سرانجام
ندانستند مجنوں را کہ مست است   ز سرمستی ہلاک آں شکست است
دلِ دیوانہ اش در قیدِ عشق است   ز سرتاپا وجودش صید عشق است

عروسِ عشق ہستی برنتابد
محبت خود پرستی برنتابد

رجوع بہ مخاطبۂ
زمیں بوس حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

من از خود سیرم اے مقصودِ جانم   بروں آگیں غبار از خود فشانم
برم سرمایہ از خلقِ عظیمت   بگیرم قوتِ جاوید از نسیمت
شکست افتد دریں مشتِ مخیّل   حواسِ سرکشم گردد معطل
ازیں مہرہ کہ بر سر دید بانست   چہ ظلمتہا کہ بر جانم روانست
بہر جا عشوہ انگیزے گزر کرد   دراں خر مہرہ آشوبے اثر کرد
بہمدستیِ دیو ناخوش آہنگ   زمانِ فکر تم آرد فسر اچنگ
بنو چیدم در اندازد کہ برخیز   دریں صورت بمقصودے درآویز
بہر جا جلوہ گر اصل وجود است   نمودے چند پندارم نبود است
بہر سو جلوہ اصل است پیدا   چہ لیلیٰ و چہ شیریں و چہ عذرا
ہماں نور است بے تاویل و تمییز   سخن گوئے زباں بند و دل آویز

ے مصرع وزن سے خارج ہے۔

معاذالله چنینم گر گزارند — درِ غیبم بروپوشیده دارند
فسونِ اهرمن از جان پذیرم — مقامِ وہمِ خود را عین گیرم
بکف بگرفته شمع از ره رفتم — بنادانی و کوری در چه افتم
بپارد تیره بینی [illegible] — نظر ناکرده دعوائے بصارت
برسمِ علمِ توحید از خبیرم — دراں کشور بسے روشن ضمیرم
ولے رسمش بتر باکے نشاید — باندک نشئه باکی نشاید
گرفتم عینِ توحید است حالم — ازاں جوش است چندیں قیل و قالم
چو نورِ ذات بر دل حمله آرد — کجا تفصیلِ اسما را گذارد
دراں سوطے که ذات آرام گیرد — دل از علمِ صفاتش کام گیرد
ولے علیست در وے مندرج حال — سرآغازی و بنیادِ امال
چنیں دل گرو ہم آمد عجب نیست — گمانِ بعد از وے بے سبب نیست
ازیں معنی بہر صورت زند دست — که باشد گر دم از جامِ صفت مست
کند یار از درونِ پرده فریاد — که وقتے عاشقِ شوریده خوش باد
ہنوزم رخصتِ دیوانگی نیست — طریقِ شرع جز فرزانگی نیست
نمیدانیم چیزے اندریں راه — بروں از شرع و نیکی حاشا الله
بنامِ شرع اگر اندک جمال است — درو مضمر بسے قهر و جلال است
چو قهرِ حق بہ بینی گوشه گیر — ادب اینست باقی مکر و تزویر
ترا در قیدِ صورت کار خام است — بمطلق رو مقید ناتمام است
چو در بحرِ وجود از خود در آئی — بجولانگاهِ دانش راسخ آئی
چو فرد باطن از ظاهر بر آید — درِ مقصود ستا از به در کشاید
برآید آفتابت از جیب در راست — همه دیدار گر دی بے کم و کاست
تو اکنوں خاطر از ہستی بپرداز — ازیں آئینه زنگِ خود بیانداز
عدم شو کنداں مرآتِ نور است — جمالِ دوست را آنجا ظهور است

امانت دارِ جاناں جز عدم نیست ... عدم در عرصۂ لوح و قلم نیست

ہمیشہ خلوت از کونین دارد

ازاں سرمایہ نورِ عین دارد

خطاب بدل

از حسرت و بازماندگی از مطلوب

دلا تا چند ازیں افسانہ گفتن ... ز خود گنج دو عالم را نہفتن

چو بلبل در قفس رقاص بودن ... ہوا خواہِ ہوس را خاص بودن

دمے نقاشِ لوحِ باد گشتن ... زمانے در ہوا دل شاد گشتن

گہے در خود فروشی رہ سپردن ... بہ رسوائی متاعے پیش بردن

گہے چنگِ حقیقت ساز کردن ... ز وحدت قصّہ آغاز کردن

خود اندر کثرت از بس مست لائی ... بہ کثرت ہرزہ گردے روستائی

یکے زیں بادپیمائی فرود آ ... زماں در بند و راہ سینہ بکشا

فرو رو گر ترا رفتن مراد است ... میا بیروں کہ بازارت کساد است

جہاں فانی است بر فانی منہ دل ... ازیں ہشتِ تذبذب بند بگسل

چو بگستی ز خود بند جہاں را ... گرفتی پردہ نورِ لامکاں را

شدی در پردۂ تصدیق و تسلیم ... بروں از فکر و استدلال و تعلیم

سبق از علّم الرحمٰن گرفتی ... ز دستِ موہبت ایماں گرفتی

چو در بحرِ یقیں خود را سپردی ... ز ہر صنع بصانع راہ بردی

دلت زاں بے نشاں آگاہ گردد ... محبت مقتدائے راہ گردد

نہ راہے گر نظر افتد گزند است ... شود دورِ تسلسل پائے بند است

گہے مانند جوہر داغ بر دل ... شوی گاہ از طبائع پائے در گل

گہے فکرت بہ تعطیل افگند گوی ... چو جسمانیہ در وہم آوری رو می

زہے نورِ یقیں دانائے کارش | ہماں بر سادہ لوحیہا مدارش
دل اندر مخبرِ صادق نہادن | بر آں صدقِ مجرّد وا ایستادن
ز تاثیرِ محبت مست گشتن | ز طورِ عقل خود بیں در گذشتن
ازیں صدق و محبت تیز رستن | بسانِ قطرہ در دریا شکستن
دگر رہ سر بر آوردن ز دریا | حباب آسا ولیکن پائے بر جا
باحکام شریعت سر نہادن | زمین استقامت بوسہ دادن
بکلّی از مرادِ خود بریدن | نقابِ نیستی بر رو کشیدن
بطورِ عقل و ایماں راہ بردن | بایماں کارِ ایمانی سپردن
عجوز آسا ز ہر چوں و چرا دور | بہ کل منقول و بے تاویل منظور
جمال قہر و ردّ و سواس دیدن | بجدّ و اہتمام ازوے بریدن
عدم خواہاں ز ہستی سرد بودن | ز ننگ خود سراسر درد بودن
رہے بے راہ رو اینجا ہویداست | قلندر گشتن و تفرید اینجاست
بیا دل رخت ازیں بتخانہ بردار | رہے کت شرح آں دادم بدست آر
زمانے در تجدّد لال بنشیں | بروں از فکر و استدلال بنشیں
کہ از قلب سلیم آمد سعادت | سعادت نیست جز نفیٔ ارادت
ز نفی اثبات الا اللہ یابی | بہ ایمان مجدّد راہ یابی
دمِ آخر ز تجدید گذر نیست | ز استدلال و فکر اینجا اثر نیست
بود تجدید ایماں انجذابے | کہ ازیں رنجکث گردد جوابے
چو ہر دم می تواند بودت آخر | دریں تجدید دائم باش حاضر

بشو مستغرق اندر نفی و اثبات
مکن تاخیر فی التاخیر آفات

داستان

شبے خوش دل تر از روز جوانی | سرم در خواب و دل در کامرانی

---

[1] وزن سے خارج ہے [2] وزن سے خارج ہے

درآمد پیک امیدم دلاور   نسیمے یافتم مقصود پرور
نظر چوں از تحیّر باز پرداخت   بسیمائے سعادت دید و بشناخت
گرامی خواجۂ احرار را دید   چہ خواجہ مخزن اسرار را دید
لب اندر معرفت گوہر فشاں داشت   سخن از بے نشانیہا نشاں داشت
بگفت آں شاہد خلوت گہ راز   کہ دُلہا در رہش آمد سر انداز
گہے از حسن صورت سر بر آرد   بجان عشقبازاں حملہ آرد
گہ از صورت بلیح آمد نمودار   مغنّی گردد از وے گرم بازار
ولے آں راکہ در جانش اثر کرد   بروں از جان و تن در خود سفر کرد
شعار جاں دثار تن بینداخت   پے مقصود خود از خود بپرداخت
بہ تحقیق آں کہ انسان است انیست   ز چشم غیر پنہانست ایں سیت
پیمبر چوں ز سرش پردہ برداشت   ظلومی لازم آں نامور ساخت
چو در انوار کل شد محو ناچیز   بہم بر زد دکان وہم و تمیز
ز خود بگزشت و گوئے مردمی بُرد   امانت با امانت خواہ بسپرد
کہ ایں ظلم از یں بسیار باشد   کہ بندہ بے صفت بیکار باشد
تکبر تیز و صفت ناگزیر است   مقید خود بنا چیزے اسیر است
نہایت رفت و آمد بے نہایت   چو کبر است ایں مُبرّا از خیانت
درآں شب کز نسیم بخت بیدار   ز بوئے معرفت گشتم خبردار
پئے صورت پرستی حساس بودم   باندک رنگ و بو رقاص بودم
بر آمد سالہا کیں خواب دیدم   بارشاد یکہ می باید رسیدم
وے زاں بادہ خالی ہست جامم   ہنوز آں جلوہ و از جاں غلامم
ہنوزم اندراں بازار راہ است   ہنوزم دل گرفتار نگاہ است
کنوں دست من و داماں خواجہ   مگر رہ یابم از احسانِ خواجہ
چو در اوّل ہدایت از تو دیدم   نہایت در ہدایت از تو دیدم

گیاهم پرورش دید از نسیمت — قوی دل بودم از خلقِ کریمت
امیدم بود کایں خاشاکِ نابود — درآں دریائے آتش برکشد دود
درآں نابود باید استقامت — وجودِ خواجه ماند تا قیامت
شود یکباره از پندارِ خود پاک — بروں ماند همیں نامے ز خاشاک
چه دانستم که استغنا دلیر است — عنایت ایں قدر ها زود سیر است
مرا یکباره اندر راه راندی — بایں خواری که می بینی نشاندی
گر افتادم ز راهِ استقامت — تو خوش بنشیں در ایوانِ کرامت
من اینک در ظلمها سر نهادم — باستغفار و یا رب ایستادم
چه باشد گر نوازِ اخلاقِ الٰهی — پسند آری باندک عذر خواهی
در اوّل هم قبولت بے سبب بود — کیم سامانِ امید و طلب بود
مرا از خود بسوئے خود کشیدی — بنورِ غیب دیدی آنچه دیدی
ز فیضِ آں کشش و ز لطفِ آں دید — نشاندی در دلم نخلے ز تجرید
جز آں معنی که صاحب سرّ آنی — فرو ناید سرم بر هر دکانے
مرا خود نیست چنداں سرفرازی — کزاں معنی بیابم دلنوازی
یکے از اوجِ عزت خود فرود آے — گره ها بسته دارم حجله بکشاے
بخاکِ پایت اے قند خنده دار — بسے محتاج و بسیارم طلبگار
فرو افتادنم از بس غریبی است — شکستم از خمارِ بے نصیبی است
نمی دانم کدامیں سو برآیم — کجا ایں بارِ محنت را کشایم

از ایں عنقائے پنهاں از که پرسم
سلیمانِ زباں داں از که پرسم

حکایت

زلیخا را چو در خواب سیه روز — جمالِ یوسفی آمد جگر سوز
نمی دانست کاں مه را چه نام است — مقامِ خاطر افروزش کدام است

دلے در بند غم کاہیدہ می داشت — دماغے در ہوا شوریدہ می داشت
ہمیں درد و ہمیں سوز و ہمیں ریش — نہ از معشوق آگاہی نہ از خویش
خبر نایافتہ جاں در تقاضا — بروں از شش جہت دل در تماشا
ازاں حیرت بسے افسردہ می بود — فرو افتادہ و چوں مردہ می بود
چوں در مصرش نشاں دادند بر جست — دل از حیرانی و جاں از جنوں رست
دریں سودا کہ افتادم بداںش — نہ یوسف می شناسم نے مقامش
نہ آں خواہم کہ یوسف را نشاید — نہ آں گوشم کہ پیغامش گر آید
زلیخا وار سوزم در تاسف — مگر در خواب بینم روئے یوسف
ولیکن یوسف من بس غیور است — قبول چوں منے بسیار دور است
بر بزم نقد بینائی دریں خاک — شوم در بت شکستن چست و چالاک
ز رعنائی و خود بینی بر آیم — بہر خواری کہ باشد در خور آیم

گدائے رہ نشیں گردم دریں راہ
کہ یابم یوسفے را گاہ بیگاہ

مناجات

خداوندا مرا از من بروں بر — در آں فقرم کہ می دانی فزوں بر
نمود من کہ رو پوشش وجود است — زباں بند دو صد گفت و شنود است
جو از نور ہدایت نال و پر یافت — نخست از اسم المؤمن اثر یافت
فرود آمد بہ تحقیق سعادت — بخلوت گاہ ایمان ارادت
ازیں مہمان غیبی نور ایماں — درخشاں شد چو بلقیس از سلیماں
شہود از اوج عزت پست تر شد — بسلطان ارادت تاج سر شد
شکستے باخت در چندیں مراتب — طلسم ممکن از انوار واجب
چو پے در پے شد آں نور شہادت — بیک بار از خود افتاد ایں عمارت

رسیدند ایں دو سہ مرغ خوش آواز بقصد لامکاں کردند پرواز
کنوں در خود کہ می بینم وحیدم نہ مومن نے مریدم نے شہیدم
چو کار اینجا رسید اے اہل ہر کار بکن نوعے کہ دانی جلوہ درکار
کنوں دارم بجائے آں عمارت بدیشاں برقعے یا صد عبارت
ازیں برقع کہ مرگش باد درکار بدست نفس و شیطانم گرفتار
عروساں گاہ گاہے برقع انداز بروں آیند در جولانگہ ناز
برافگن برقع و در جلوہ درآئے عروسان جہاں را پردہ بکشائے
درِ خواہش زیبا کی کشودم دریں معنی دلبری ہا نمودم
نقابے بر رخ ایں ماجرا کش خطے بر روئے ایں چون و چرا کش

نہادم دل بہر نوعے کہ باشم
بہ تسلیم آرم واللہ اعلم

دربیانِ نسبت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی

قدس سرہ العزیز

دلے کز چشم کہ بینندہ مستور بیفتند از خود و بایست خود دور
بروں از خود مقامے بر گزیند زبس کاثارِ جذبے دست بیند
کند در سینۂ گوہر نشانے ز اخلاق نبوت ترجمانے
دلش آئینۂ نور رسالت شود فرزانہ دستور رسالت
چو زیں ویرانہ بیروں کشد رخت زند در کشور وارستگاں تخت
شود سلطان جاں در پردۂ او ہدایت بخش رو آوردۂ او
چہ صادق رہ ازیں ویرانہ برتافت دلے طیفور زیں سر روشنی یافت
چو طیفور اندراں منزل پر افشاند دو اسپہ خرقانی از پیش راند
ہماں در نقشبندے بے کم و کاست نسیم تربیت از رفتگاں خواست

بظاہر پیرش ار بیر کلال است — بہ پیر غنچہ دانش اتصال است
علی الاطلاق رشد از پیش گاہست — علی الحق مرشد مطلق اللہ است
نمودار یست نقش آدمی زاد — خدا آبادی داں آدم آباد
ولیکن سنت اللہ گشت جاری — کہ علوقے کند ایں پردہ داری

حکایت

زلیخا چوں لوائے یوسف افراشت — نخست از بیقراری پردہ برداشت
زخواب و خورد فارغ شد وجودش — تمنائے جز ایں در سر نبودش
کہ از کس بشنود نامے و جائے — زند در جستجویش دست و پائے
چو نخل بیقراری بارور شد — تفحصہائے پنہاں کارگر شد
ز نام و منزلش آگاہ کردند — مریدش سیر در راہ کردند
پدر در کارش از ہستی بر آمد — مرادش را بصد جاں مادر آمد
بمصر آمد دلش از شوق پرجوش — ہوائے وصل و ہم خواب و ہم آغوش
نظر چوں بر عزیزش رہنموں شد — بلا از یک طرف چنداں بروں شد
فریب روزگارش تنگ دل ساخت — سلوکش از محبت منفعل ساخت
فرو بارید بے پایاں تگرگے — ز باغ آرزو نگذاشت برگے
ز کوہ رنج سیل قد برافراخت — نشان عشرت از عالم برانداخت
بر آمد تیغ بر کف برق بیداد — بخرمن گاہ شادی دست بکشاد
زلیخا را در آں صحرائے خونریز — خسے[١] افتاد در چشم آفت انگیز
جہاں تاریک شد چو تار گیسوش — بتاریکی در آمد چشم جادوش
چو ظلمت بست چشم از این و آنش — نظر افتاد بر خود ناگہانش
ز نابینا نگاہ جادوانہ — دلش شد تیر غفلت را نشانہ
دلش گز تیر تا کاں پر آورد — پئے نظارہ چشم دیگر آورد
بہ پرواز آمد آں مرغ ہوس گشت — ز اقلیم شہادت جست بگذشت

---

١ مصرعہ خالی از وزن ہے۔

بغیب افتاد با یوسف دو چارش　　سروش غیب کرد امیدوارش
در آں امید روزے چند می بود　　بآں بوگہ بگہ خورسند می بود
سوے غیبش درے بکشادہ بودند　　در آں در دیدۂ بنہادہ بودند
خبر می داد چشمِ غیب بینش　　فزوں می کرد ہر ساعت ابو بینش
چو از نورِ یقیں بے ہوش می گشت　　بہ یوسف دست در آغوش می گشت
عروسِ غیب می گفتش کہ اے مست　　چہ حاصل شد ازیں بہر تہیدست
ہماں در گامِ اوّل با تو بودم　　بتو ہر لحظہ خود را می نمودم
تو با غنم می نشستی غافلانہ　　تہی از دانش و از من کرانہ
چو باز از خود خبر می یافت می سوخت　　در آں در دیدۂ امیدی دوخت
ہوس می داشت کیں چشمِ وفاکیش　　بروں از پردہ بیند دلبرِ خویش
بلے ہر ذرّہ مشتاقِ جمال است　　بہر سر آرزوئے اتصال است
بناگہ جذبِ عشقش کارگر شد　　ز کنعاں ماہِ کنعانی بدر شد
چو ملکِ مصر از و شد گرم بازار　　زلیخا گشت ازیں معنی خبردار
بصد جاں در خریداری درآمد　　بلا را در طلب گاری درآمد
شد از سر تازہ آثارِ جنونش　　بمقصودِ دگر شد رہنمونش
حجاب چند پیش مقصد کش بود　　نظر بالجملہ در نیک و بدش بود
چو گشت آموزگارش مرشدِ کل　　بدست آوردہ تحقیقِ توکّل
روائے یافت جنسِ نارواۓ　　تمنّا گیر شد دستِ گداۓ
سبب می دید چشمِ خام کارش　　بناز و عشوہ می برد اختیارش
خراماں گردی و آئینہ بینی　　خود آرائی و رسمِ نازنینی
خلل می داد آئینِ طلب را　　زباں می کرد عشقِ بو العجب را
جوانی و جمال و بینش انداخت　　سر و پائے تجمل جملہ انداخت
ہے زاں جملہ سنگِ راہِ او بود　　حجابِ جانِ یوسف خواہِ او بود

نمودندش کہ سنگِ رانہنہ اینیست   نظر بندِ دلِ آگاہست اینیست
توبندِ سیر و یوسف بندِ سیار   ازیں ناجنسیت سرواست بانداِ

غرض تعلیم غیبش کرد تائید
بپایہ پایہ تا ایوان توحید

التجاو نیازمندی بحضرت خواجہ بہاؤالدین محمد نقشبند و خواجہ احرار

ہنوز ایوانِ استغنا بلند است   مگر فکر رسیدن ناپسند است
مگر اے خواجہ اندازی کمندے   شوی صیاد چوں من ناپسندے
بسے امید بے بنیاد دارم   کہ نے مردم نہ استعداد دارم
شکار لاغرم بے اعتبارم   متاع کمت قبول فضہ ندارم
کساد بہائے بازارم یقینیست   اگر کاریست للہ فی اللہ اینیست
زمانے حسبۃً للہ برخیبند   بایں درخاک و خوں افتادہ ستیز
قبولم کن کہ اقبالت تمام است   درآں اقبال کارم را نظام است
قبولِ تو قبولِ نقشبند است   کہ در وحدت نہ چونی و نہ چند است
دو چشم و نور بینائی نگانہ   نمی بینم تفاوت درمیانہ
وگر باشد تفاوت بس شبیہ است   ۴۵. کہ دانم الولد سر ابیہ است
بہ درویشں چراغ از سینۂ تست   تو چشمی و جہاں آئینہ تست
درآں پرشود چشم جہاددانہ   عروس نقشبندی کرد خانہ
ہماں یک خواجہ در گفتن تمام است   عبید اللہ بہاؤ الدین چہ نام است
بہاؤالدین زہے نقشی بلند است   عبید اللہ چو گویم نقشبند است
زبانم پُر شکر زیں نام بادا   دلم زیں فکر شکر کام بادا
مرا در بندگی چو پائے بند است   بجز از خواجہ گفتن ناپسند است
بہ بیں در بندگی اے خواجہ کیرہ   کہ ان الفقر سید انم ہو اللہ

دریں دو خواجہ دلبندم یکے شد　　بخارا و سمرقندم یکے شد
سمرقندم بہاؤالدین نشین است　　بخارا گر نرفتم عذرم ایں است
تو می دانی کہ عذرے بہترم نیست　　دریں رہ عذر خواہی برترم بنیست
معاذ اللہ کہ استغنا بجیدم　　چہ حد ناکم کایں چنیں سودا بجیرم
ولیکن ذرۂ در ظلمت آباد　　چہ می داند کہ خورشیدش کند یاد
سخن کوتہ کرم خود عذر خواہ است　　ہماں عذر تو بہتر از گناہ است
وگر بختم دریں رہ یار گردد　　تشفیعم خواجۂ احرار گردد
زبان در گوہر افشانی در آرد　　مرا زیں دردِ بے درماں بر آرد
بروں از خجلت آنجا راہ یابم　　ز اقبالش دلِ آگاہ یابم
ابوالوقت دو عالم قطب ارشاد　　بہاؤالدین کہ دین شد از وے آباد
ز مستی در جنید افگند آشوب　　بجذبہ بایزیدش آستاں روب
پے تسکین مشتاقانِ دیدار　　جمالِ مصطفیٰ را آئینہ دار
درآں آئینہ می یابم محقق　　سوادِ مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَأَ الحق
فنا فی اللہ خواجہ بس بلند است　　تمکن تا دیل خواجہ نقشبند است

خلیفہ بود حق را در زمانہ
نمودش ہم زنخے داں درمیانہ

در تحقیق و بیان مراتب سلوک

چنیں گویند دانایانِ اسرار　　ز اصل و فرع ہر معنی خبردار
کہ معشوق ازل در ہر شعورے　　ز غمازان نہاں دارد ظہورے
سرِ ہر ذرہ بینائے جمالست　　دل ہر قطرہ دریائے جمالست
مدار بودش از نورِ شہود است　　شہودش مایہ چندیں نمود است
شہود دوست پنہاں ہر دلے راست　　ہوائے وصل ہر بجا صلے راست

دلے افگندہ بر جانش حجابے   گرفتارے بہر خاکے و آبے
شدہ بنیاد ایں دیوانہ گشتن   پئے ہر رنگ و بو طفلانہ گشتن
نہادہ اصل آں بازار و تزویر   نقوش علمی از ہر سو نطشد گیر
سراسر زنگ ایں مرآۃ علم است   سراپا کشور آفات علم است
ز آسیب خیال و فکر و وسواس   رود برباد حسرت گنج انفاس
چو گردد خستۂ مقبول درگاہ   شود در خورد راز لی مع اللہ
کسمش دست تطاول بر کشاید   کزیں ویرانہ اش خوا ہد ربایدِ
ربا جبین ہوس پژمردہ گردند   طلبگاراں چنیں افسردہ گردند
بجولانگاہ ایں دل مردۂ چند   ہمیں خود ماندۂ افسردۂ چند
دریں تجرید بکشاید جبینش   برافروزد رخ علم الیقینش
قوی تر گردد آں حزنے کہ بودش   فراموشی بر افتد در وجودش
دراں غیبت کہ بوئے غیب یابد   نسیم شاہد لاریب یابد
ارادت سر زند بے خواست از وے   برد ذوق نشست و خاست از وئے
ببازوئے ارادت بر درد جیب   کہ تنگ آرد بہ بر معشوقۂ غیب
در آں مستی بہ غیب افتد گزارش   شہود و دست گیرد در کنارش
چو در نور شہود از خود بر آید   سعادت را درے دیگر کشاید
بگردد حامل بار امانت   بیارد آں امانت بے خیانت
در آں مشہد بہ فقر آرام یابد   ز جلاب قناعت کام یابد
دراں دید جمال بے نہایت   بگیرد شورش بے حد و غایت
بہ تسکینش ندارد ہیچ کارے   دراں آرام بنشیند غبارے

یقیں آں دید و آں شورش ازاں سوست
دریں مسکن نمودے از نگاپو است

دربیان عقائد دین و شرائط سلوک راه یقین

هلا خواهندهٔ جذب الهی — تمنّا دار فضل بادشاهی
نخستین شرط این سودا یقینست — دوم سرمایهٔ این سود دین است
سوم پاکیزه نخل این زراعت — رفیقِ سنّت و راه جماعت
عزیمت رونق کردار گردان — برون زاسبب رخصت کار گردان
چهارم خدمت سلطان دینی — قبول خاطر مسند نشینی
به تقلید سلف تحقیق دیدن — قدم از جادهٔ بدعت کشیدن
زبستانش گلِ مقصود چیدن — بزیرِ سایه اش از خود رمیدن
نهادن بر خود و بائیست خود بار — مرادش واشدن از جان پرستار
شود زین چار عنصر جانِ طالب — بنفخ روح ربّانی مناسب
ولیکن شرط چارم لازمی نیست — بفقدش سدّ باب محرمی نیست
بسا مرغان که علوی آشیانند — اویسی مشرب و عیسٰی زبانند
زحسنِ طالع واز لطف باطن — گرفته گوهر از اصل معادن

ره سنّت به چالاکی شتابند
نصیب از خواجهٔ کونین یابند

دربیان استفاده و تربیت معنوی از روح پرفتوح نبوی

شنیدستم کہ مشتاقانِ درگاه — طلبگارانِ سترِ تبعَ الله
خصوصا کاشف رازِ نهانی — ابوالقاسم چراغ گرگانی
بخلوت در بدایت کارش این بود — انیس خاطر افگارش این بود
کہ بودش وا دجان نام اویسش — کہ باشد شرب از جام اویسش
اویس آسا ازان بحرِ عنایت — نگر بیواسطہ یا بدهد ایت

کیم من کیں ہوس گیرد دماغم — بیابد نور ایں سودا چراغم
دل از ذکر اویسم شاد گردد — دماغم زیں ہوا آباد گردد
دریں رہ قدر خود چنداں ندانم — کہ در دل نخل ایں سودا نشانم
زبانم زیں تلفظ گرچہ بنداست — سرم بیخواست صید ایں کمنداست
دل اندر شرم و جاں سرگرم ایں است — کہ جاناں رحمۃ للعالمین است
قبولش گر بیابد در افادت — ہم استعداد بخشد ہم سعادت
دریں سودا درے دیگر کشایم — روم از جانب دیگر در آیم
شفیع آرم روان دوستانش — مدد خواہم ز روح پر روانش
بہ بوبکر و عمر عثمان و حیدر — بہ اہل بیت و اصحاب پیمبر
بہ صدق و سوزِ پورِ بو قحافہ — بہ علم و دانش ختم الخلافہ
بہ شامِ ہجرت و تاریکی غار — بہ آں خوش عنکبوتے عنبریں تار
بجورے کز قریش و اقربا دید — بہ آشوبے کہ دشت کربلا دید
بہ دار و گیر بدر و حرب خندق — بہ روز فتح و نورِ حصحص الحق
بہ آں شب کز سرائے اُمّ ہانی — رسیدہ در مقام لامکانی
بہ بیروں رفتن آزادہ از آں دہ — بہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ
بدیدہ آنکہ می بایست دیدن — بہ بے خود گفتن و بے خود شنیدن
بفقرے کز خودش درویش می داشت — سر الفقر فخری پیش می داشت
بآں دم کاو دہد روز شفاعت — کند تدبیر مشت بے بضاعت
کہ ایں غافل کشاید چشم ازیں خواب — دراں حجر عنایت پرورش یاب
نہد در قرنِ اوّل آشیانہ — اویس ثانیش خواند زمانہ
ز آسیب زمانہ فارغ البال — بہ بینم ماضی و مستقبل و حال
من ارچہ دورم از بخت سیہ دل — تو حال سرمدی داری چہ مشکل
کنارے نیست دریائے قدم را — ید طولیٰ است بازوئے کرم را

مرا گرچہ سراسر کار خام است
تمام داں کہ ایں سودا تمام است

مناجات

خدایا این غریب بے نوا را　　بخود درماندۂ ناآشنا را
ہدایت کن رہے لابد بسویت　　بنیک روئی رود در جستجویت
دمے از نیک و بد آسوده بیند　　زمانے از ہوس فارغ نشیند
اگر در نعمتے بینی سکونم　　مکن یک لحظہ زاں نعمت برونم
بلا گر سازگار آید دریں کار　　نہادم دل بلا کو پردہ بردار
وگر زیں ہر دو بیروں شد حسابم　　بحمد اللہ کہ بس عالی جنابم
بدہ چشمیکہ در راہ حقیقت　　روم ہمدست ستّار طریقت
نخست از معصیت آسوده دارم　　ز نور توبہ رونق دہ بکارم
چو دل در رغبت دنیا زند رائے　　بہ آسانی ز کارم عقده بکشائے
مرا مگزار کایم آرزو خواه　　بکن از زشتئ این کارم آگاه
بسلب بیں چشم از بینش تہی دار　　سرم روشن ز نور آگہی دار
بداں دارم کہ آزادی گزینم　　بہ مالابدِ خود فارغ نشینم
شوم از اختلاط خلق دلتنگ　　روم در دامنِ عزلت زنم چنگ
بیادت تازگی بخشم رواں را　　دہم بر بادِ نسیاں این و آں را
چو در نفیِ وجود افتد گزارم　　شود موجود بے من آشکارم
دلے فارغ ز احوال و مقامات　　بدرگاہت برم روئے مناجات
بپئے وجہتے وجہی لب کشایم　　زبالیستِ خود از خود برآیم
دگر نفسم مرا شے را کند یاد　　برآرم در جہادش تیغ بے داد
دمے بردن ز حول قوۂ خویش　　شوم در انتظار دولتِ خویش

سرم مستغرق بحر هدایت — دلم مشتاق انوار نهایت
بتقدیر الهی شاد باشم — وزین خرسندگی آزاد باشم
سر تسلیم بنهم نیک و بد را — براندازم ز خود بنیاد خود را
چو بیرون شد ازین ششدر وجودم — همان انکار من هرگز نه بودم
برگ اختیاری راه بردم — ز مردن پیشتر خود را سپردم
دمے در یاد گرد ارم زبان را — رسانم الله الله گوش جان را
بسر گرمی آن شیرین ترانه — بیابم در سماع عاشقانه
دماغم بر درد جیب تخیل — فتد در کشور دانش تزلزل
شوم واقف ز اطوار نگهداشت — برآرم دست در کار نگهداشت
بنفی غیر و تسدید خاطر — براندازم نمودات مظاهر
زمانے از حضور غیر آزاد — نگهدارندهٔ خود را کنم یاد
پس آنگه در پے تحقیق اخلاص — به بحر نامرادی گشته غواص
دلم گوید که سودائے ندارم — بجز عشقش تمنائے ندارم
برون از خواب رفتاریست مارا — به سودایش سروکاریست مارا
مگر زین کار برخیزد غبارم — به تحقیق افتد از تقلید کارم
هجوم بازگشت از من برد رنگ — عروس جیب هم در بر کشد تنگ
درین حیرت که فقرش توامان است — ز گنج بے نشانی صد نشان است
نموده آب حیوان در سیاهی — دل اشکسته را نور الهی
سواد الوجه فقر هم ناگزیر است — شکستن دل درستی فقیر است
مرا زین فقر بیرون کار خام است — درین فقر اشوم راسخ تمام است
همین فقر است نقد بینان آگاه — جز این پنداشت ما بیدان اندرین راه
اگر دریا که دد بازگشتی — به یادش داشتی همراز گشتی
ز چندین نفی و اثبات نگهداشت — غرض فقر است و باقی جمله پنداشت

همان در انجمن خلوت گزیدن — ز آسیب نشان مندی رمیدن

همان اندر وطن در سیر بودن — همان در کار نفی غیر بودن

همان بر هوش در دم ایستادن — نفس را در دم آگاهی نهادن

همان کردن نظر را بر قدم بند — پشیمان بودن از چشم پراگند

پئے فقر است و تحصیل مناجات — مناجاتے ورائے نفی و اثبات

مناجاتے برون از وہم اغیار — نہ دیدہ محرم و نے دل خبردار

شہود بے جہت قائم بہ مشہود — جہت را با مشاہد کردہ نابود

دران خلوت کہ جسم و جان نگنجد — بجز نظارۂ جانان نگنجد

بجز نظارہ چیزے درمیان نہ — خود از نظارگی نام و نشان نہ

نظر ہم نیست اینجا جز تحیر — فَاِنَّ الذَّاتَ مَمْنُوعُ التَّفَکُّرِ

درین بستان بود نخلے برومند — دل آگاہ و جان آرزومند

ولیکن زو بجز خون جگر نیست — گلے جز خار حسرت در نظر نیست

دو معنی حاصل است آزادگان را — بدام عاشقی افتادگان را

یکے در طلب دیگر فسردن — بہ استغنائے مطلب راہ بردن

چہ گفتم حاصلے غیر از عدم نیست — کسے را شرکت اندر بیش و کم نیست

اگر درویش، درویش است از نیست — سخن کوتہ کہ جائے گفتگو نیست

طلب بے چون و مطلب ہیچگونہ — نہ آن را شبہ و نے این را نمونہ

خجستہ خانۂ فارغ ز غوغا

ز کثرت دور و از نسبت مبرا

بیان نسبت و تحریص بر طلب محبوب حقیقی

بیان قاصر ز محبوب حقیقی — طلب تنزیہ مطلوب حقیقی

بیانم را چو توفیقش رفیق است — بیارم انچہ لابد طریق است

گزشتن از خود اول شرط کار است — فراغت چون بسے بے اعتبار است

همه لذّاتِ روحانی حرام است　　حظوظ نفس ظلمانی کدام است
حجاب تست در راهِ خرابات　　چه ذوق علم و چه حفظ مقامات
دل اندر جستنِ احوال پست است　　دل خود بیں که خود چوں بت پرست است
بداں شو کز هوس آزاده باشی　　مراد دوست را آماده باشی
چو زیں کوشش بیفتد با کشش کار　　به کلّی میل ازیں بتخانه بردار
محبّت چوں نماید زور بازو　　ز معشوقت هم استغنا دهد رُو
شود عشق ایں محبّد را تجلّی　　نه صورت ماند اندر دل نه معنی
هماں ذات از ورائے اعتبارات　　ببیند از خرابی در عمارات
بدیں ساں بود عشق از پرده بیروں　　که از لیلیٰ فراغت داشت مجنوں
چو آید غیرت معشوق در جوش　　کند یکباره عاشق را فراموش
چراغے را که رخشت کار بیش بود　　دو روزے در امانت داریش بود
امانت خواه بستاند چنانش　　که در عالم نیابد کس نشانش
مبارک خلوتے غیرے دراں نه
زمانی و توئی نام و نشاں نه

در تحقیق مشاهده و رویت سخن گفتن

خبر دارانِ اسرارِ حقیقت　　بچشم و دل گرفتارِ حقیقت
چنیں گویند کانواعِ تجلّی　　ز صبحِ کشف تا شامِ تدلّی
به وجهے در سه قسم آمد مقرّر　　بهر قسمش جهانِ نور مضمر
یکے در صورتِ مخلوق ظاهر　　ز فوقِ عرش تا حدِّ عناصر
مقیّد نیست ایں قسم از سعادت　　نه در صحرائے غیب و نے شهادت
چو در صورت بود گر در مثال است　　علی التحقیق زیں قسم اتصال است
هماں در کسوتِ نورِ مثالی　　ز رنگ و حیز و اشکال خالی

تجلّی صورت است از ریب و شک دور — تعالی اللہ زہے نورٌ علیٰ نور
ولے مرئی چہ ظلمانی و نوریست — چہ حسی چہ مثالی جملہ صوریست
کسے زین جلوہ بالاتر نہ بیند — بروں زین قسم چشم سر نہ بیند
شب معراج چوں سلطان گزیدہ — خلاف آمد کہ دیدہ یا نہ دیدہ
محقّق این کہ در تحقیق ایں راز — بہ نادیدن کند قانون خود ساز
کہ ذات حق بغایت ناپدید است — بجز چشم یقیں او را کہ دید است
ظہور ذات حق در قلب انور — بود چوں جرم خور در چشمہ خور
اگرچہ جرم خور دیدن بناری — وجودش لیک پوشیدن بناری
تجلّی بے گماں نسبت بذات است — شہودش را پس نور صفات است
ہمہ در پردۂ انوار اسماء — شاہد نیست جز قلب شناسا
ولے در آخرت سلطان مختار — بچشم سر دہد دخلے دریں کار
فتد در موطن تبلی السرائر — بروئے روز انوارِ ضمائر
بجنّت آفتاب و ماہ بنود — بجز رخسارہ جاں آگاہ بنود
مرا بالجملہ تحقیق آنچناں است — کہ دیدار خواص آں جہاں است
اگر عارف بہنگام عبادت — بہ دیدار و بہ دیدن کرد اشارت

عبارت از شہود صوری است آں
پئے تسکین درد دوری است آں

در بیان تجلّی معنوی و فنا در وحدت صرف

چو از صورت بر آید سالک راہ — بجان مشتاق قرب لی مع اللہ
نخستش جلوۂ معنی رباید — در اذواق و معارف بہرہ یابد
ببیند دوست را در کسوت علم — شود مستہلک اندر سطوت علم
فنا در وحدت صرفش دہد دست — کشیدہ جام و از ساقی شدہ مست

فنا در وحدت صرفش وہ دشت   کشیدہ جام و از ساقی شدہ مست

خوش آں مے کافگند پردہ ز کارم   بروں از پردہ بنماید نگارم

دل از جام و صراحی سرد گشتہ   ز خود و ز گرمی مجلس گزشتہ

بلا انگیز سرو مجلس آرائے   بہ یکتائی و خیبری زدہ اے

ز ننگ خود پرستی چند رستہ

نقاب افگندہ و تنہا نشستہ

دربیان تجلّی ذاتی و فنا و بقا

روندہ چوں ازیں کشور بر آید   دلش در کسوت دیگر در آید

فنائے لم یزل دادہ شکستش   بقائے لم یزل بگرفتہ دستش

تجلّی خواہ سرمست و قوی دل   بذاتِ آئینہ افتد مقابل

مقابل لیکن از نسبت مبرّا   بہ پندار تقابل گشتہ یکتا

شود نور یقیں مستِ نظارہ   دل و چشم و خیال افتد کنارہ

یقینے تا حد حق الیقینش   یقینے مقصد و معراج دینش

یقینے اسم المومن نقابش   ز ہر وہم و گماں بیروں حسابش

یقینے اصل دید آں جہانے   یقینے تیز گرد لامکانے

دریں سو طن مجال آگہی نیست   مشاعر را دریں خلوت رہے نیست

کہ برہان وجودش ہم وجودش

شہودش را دلیلے ہم شہودش

دربیان تجلّی ذاتی و تجلّی معنوی و تجلّی صوری فی علم حضوری

حضور ذات اگر در خلوت جاں   بود بے پردہ کشف ذاتی است آں

وگر علمی حصو علم حضوریست   ولے در پردہ کآں امر ضروریست

ولے علمی حصولے شد بنامش | تجلّی معنوی دانند نامش
اگر در صورتے مرئی کند روئے | تجلّے صوریش خوانند سخن گوئے
دو جا لیکن ظهور ایں جمال است | یکے در حسن و دیگر در مثال است

در بیان تحقیق علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین و مراتب آں

دلم دوشینه در فکر یقیں بود | در اطوار ظهورش تیز بیں بود
که یارب شاهد عین الیقیں چیست | دراں عین الیقیں مقصود بیں کیست
چو رفت از خود دل خلوت نشینش | که دارد دولت حق الیقینش
چه معنی دارد از خود در گزشتن | صفات دوست را آئینه گشتن
بروں از علم بینائی کدام است | وگر علم است۔ عین حق چه نام است
صحیح است آنکه از خوان سعادت | دهند اهل مراد۔ آنگه ارادت
یقین گر نفس اذعان و قبول است | دم عین الیقیں آں خود فضول است
شد از نور یقیں تحقیق ایں راز | کدامیں نور۔ نور عرش پرواز
چو آں نور است نور حق تعالی | ز اصل خود جدائی نبود او را
نخست آں دل که ذو الخلق عظیم است | امانت دار آں نور قدیم است
به هر دل در خود حسن ارادت | ظهورے دارد آں عین سعادت
تعالی الله چه عالی قدرت است ایں | بنام حق چه زیبا حکمت است ایں
چو آں نور از کتا فتنهٔ دورے | جدا از اصل خود گیرد ظهورے
نظر بر علتش افتد نیک و بد را | شود علم الیقیں نامش خرد را
چو ادراک مرکب بگسلد تار | به ادراک بسیط افتد سروکار
چو عجز از درک ادراک است ادراک | کمال است اعتراف ما عرفناک
ازینجا ما عرفنا هم عرفنا است | عرفنا بلکه اسم بے مسمّی است

ازیں تجرید ایمان است عریاں | ازیں روے بغیر مخلوق است ایماں
ازیں معنی است با حق آرمیدن | قلندر گشتن از ایماں بریدن
چو از وجہے شک آمد در وجودش | مدارے نیست چنداں بر شہودش
خلیل از ستر صوری چوں بر افشاند | کتاب لا اُحبّ الآفلین خواند
محقق را است اندر پردہ رازے | دلش با پردگی دارد نیازے
دریں دم جلوہ عین الیقین است | ولیکن جلوۂ خلوت نشین است
باصل خود رسید آں نور جاوید | برہنہ از لباس بیم و اُمید
حضور ذات در مرأت نور است | ازاں عین الیقیں عین حضور است
چو در علم از مقام خود بروں بود | و نسبتہائے گوناگوں زبوں بود
بسے ناحق شناسی می شد آنجا | سراسر ناسپاسی می شد آنجا
چو توحید آمد اسقاط اضافت | یقین وارست ز اسباب کثافت
دریں معمورہ جز حق الیقیں چیست | بجز حق واقف علم الیقیں کیست
کہ در حق الیقیں از غیر رہ نیست | یقیں را اثر بہ زیں بیشتر نیست
دریں موطن کہ مطلق کشف اینست | شود روشن کہ مطلق نور عین است
محقق شد ازیں علمِ مسلّم | کہ وجداں بر طلب آمد مقدم
نہایت درج بودہ در بدایت | تعالے اللہ زہے نُور ہدایت
چہ خوش گفت آں حکیم کار آگاہ | چو سائل بالیقیں گفتش ہو اللہ
صفاتش در تحقق عین ذات است | ہماں ذاتش ز نسبتہا صفات است
یقینے کاندریں تحقیق گفتم | ہماں سرمایۂ تصدیق گفتم
حضور سادہ اما اصل ایقاں | مدارِ انقیاد و معنئ ایماں

ز ایماں کرد نابینا کنارہ
مشاہد را ز ایماں نیست چارہ

در تحقیق تجلیات و در کشف مراتب آن و بیان وحدت صرف

دگر ره در رهِ دل اے سخندان | چراغ از نور تحقیقت فروزان
یقین کشف صوری از چه بائست | چرا انوار معنی در خیال است
فروزان خاطر فرخنده دیدار | بجوش آید چه دریائے گهربار
که در هر جا جداگانه حضوری است | ز اطوار یقیں هر سو ظهوری است
حضور ذاتی از صورت بجویند | ازاں عین الیقیں آنجا بگویند
مقید چوں همه وهم و خیال است | یقین مطلق اندرے و محال است
یقینِ معنوی هم مثل صوری است | دریں ره کشف این معنی ضروری ست
اگر خواهی شود مکشوف ایں راز | حجابِ هستی از جانت بر انداز
دگر خواهی بگیرد در تو ایں دم | بروں از پرده شنو و اللّٰه اعلم
بذکر دوست گویا کن زباں را | بخش کحلِ حضوری چشمِ جاں را
نسیمِ ذکر با وجدانِ مذکور | کند گردِ خواطر از نظر دور
حلاوت ذکر را از پا در آرد | به وجدانِ مجرّد جا گزار
حضورِ ساده رخشاں است اینجا | توجّه عینِ وجدان است اینجا
در آید چوں باستیلا توجّه | شود چوں ذکر ناپیدا توجّه
دل از خورشید وحدت نور گیرد | وجودش جملگی مذکور گیرد
درش از نور خود علمے دهد دوست | چه گویم اللّٰه اللّٰه کاں چه نیکو است
دریں ره هر که انوار خدا یافت | به تحقیق انتها در ابتدا یافت
بروں از صورت و معنی نگاریست | مجرّد از تماشا انتظاریست
تماشا کن نگار عالم افروز | بیاب ایں انتظار آدمی سوز
سعادت بخش ایمان محقق | اگر علمست در عین است و در حق
بآسانی دریں ره میتواں دید | زهے برگشته بخت آنکس که نشنید

طریق مستند یراست اینکه گفتم | بیکتائی مشیر است اینکه گفتم
ز خود بیروں مرو کز تو جدا نیست | خودی بگزار کایں خود آشنا نیست
شمردم آنچه می باید شمردن | تو دانی و قبول راه بردن

تمام شد مثنوی گنج نقد

تعداد اشعار

(۷۲۵)

متفرق اشعار

از مثنوی گنج فقر کہ از وجہ مجبوری در مسودہ داخل کردہ نہ شد بلکہ نقل آں از نسخہ دیگر کردہ شد

بشام ہجرت و تاریکی غار ۵۲۷ بآں خوش عنکبوتے عنبریں کار
بجور کز قریش وافتد با دید ۵۲۸ بآشوبے کہ دشت کربلا دید
بدار و گیر بدر حرب و خندق ۵۲۹ بروز فتح و نور حصص الحق
بآں شب کز سرائے ام ہانی ۵۳۰ رسیدہ در مقام لامکانی
بہ بیروں رفتن از آوازہ ایں دہ ۵۳۱ بہ سبحان الذی اسری بعبدہٖ
بدید آنکہ می بایست دیدن ۵۳۲ بہ بیخود گفتن و بے خود شنیدن
دراں خلوت کہ چشم جاں نگنجد ۵۹۰ بجز نظارہ جاناں نہ گنجد
بجز نظارہ چیزے درمیاں نہ ۵۹۱ خود از نظارگی نام و نشاں نہ
نظر ہم نیست اینجا جز تجید ۵۹۲ فان الذات ممنوع التفکر
دریں بستاں بود نخل بر و مند ۵۹۳ دل آگاہ و جانِ آرزو مند
ولیکن بہ بجز خون جگر نیست ۵۹۴ گلے جز خار حسرت در نظر نیست
دو معنی حاصلست آزادگاں را ۵۹۵ بدام عاشقی افتادگاں را
یکے در و طلب دیگر فسردن ۵۹۶ باستغنائے مطلب راہ بردن

معراج

در بیان تحقیق علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین و مراتب آں

دلم دوشینه در شکر یقین بود ۶۶۴ در اطوار ظهورش تیزبین بود

کہ یارب شاهد عین الیقین چیست ۶۶۵ درآں عین الیقیں مقصود ایں چیست

چو از وے ہے شک آمد در وجودش ۶۸۳ مدارے نیست چنداں بر شہودش

حضوری سادہ رخشانست ایں جا ۷۱۴ توجہ عین وجدان است ایں جا

درآید چوں در استیلا توجہ ۷۱۵ شود چوں ذکر ناپیدا توجہ

دل از خورشید وحدت نور گیرد ۷۱۶ وجودش جملگی مذکور گیرد

درش از نور خود علمی دہد دوست ۷۱۷ چگویم اللہ اللہ روئے نیکوست

دریں رہ ہر کہ انوار خدا یافت ۷۱۸ بہ تحقیق انتہا در ابتدا یافت

بروں از صورت معنی نگاریست ۷۱۹ مجرّد از تماشا انتظاریست

ساقی نامہ

طبعے کہ سخنوری گزیند ۱ در پردۂ صبر کے نشیند

در گوش دلم فسانۂ گفت مجنون فسردہ را برآشفت

یعنی چہ مقام حیرت است ایں ہنگام طلب خموش بنشیں

چوں قصۂ جام و بادہ آمد میدان جنوں کشادہ آمد

در دامن ساقیِ خود آویز دیوانگیٔ نما و برخیز

ساقی قدحے کہ ہوشیارم زیں ہشیاری بسے فگارم

ایں کاسہ کہ بر سرم نگون است جامیست اگرچہ غرق خون است

در خُمِّ میش بیفگن از دست تا خود بمراد دل شود مست

مجنون تو یک پیالہ خواہد زان بادۂ دیرسالہ خواہد

من پیر کہن گدائے جامم ۱۰ زان جرعۂ کہنہ دہ بکامم

آں جرعہ چو در سرم زند جوش | دنیائے کہن شود فراموش
عقلم چو صحیفہ اش کند طے | در جرعہ زنوم چو بوے دے مے
چوں جرعہ نہ مے برہنہ ماند | گر در خم مے رود تواند
اکنوں پئے جرعہ گر شتابی | نہ جرعہ نہ بوے جرعہ یابی
ایں میکدہ جملہ جاں پاک است | ویں بادہ خم نہ ز آب و خاک است
ساقی ہمہ خون من فشردہ است | آں جاں کہ شفودہ بود مردہ است
بر من دو سہ قطرہ می فزو ریز | امروز قیامتے بر انگیز
روحے کہ شود در او فراہم | نہ حشر شناسد و نہ آدم
ایں صورت تو عرش آشیان است | اسرار عجب در او نہان است
نہ بار کفن نہ قید رفتار | اوّل قدمش مقام دیدار
ایمان برہنہ بادۂ تو | فردوس ۔ دل کشادۂ تو
دوزخ صفتے کہ از تو دور است | سبحان اللہ عجیب صور است
من گرچہ نہ آتشیں دماغم | از نکہت تو شگفتہ باغم
اے زاہد خام طبع ۔ بے کار | خود را گردد دو جرعہ بیدار

در پائے طبیعت خرامت
یک قطرہ ز دُر مے تمامت

ساقی بہ دل کشادۂ تو | سوگند بہ جام و بادۂ تو
کامروز جز ایں ہوس ندارم | کاندر رہ بادہ جاں سپارم
دستے کہ ز بادہ دور باشد | در خاک ۔ سبیہ چرا نہ باشد
مجنوں کہ ز ہجر بود سرمست | لیلائے گفتے درفتے از دست
من نیز دے بر آورم سرد | زاں شیفتہ کم نیم دریں درد
معشوقہ بہ چند نام گویم | ساقی و شراب و جام گویم
در ذکرش اگرچہ برقرارم | عمریست ز دست رفتہ کارم

من ذوقِ سخن چناں ندارم ‌‌ ‌ ‌ آں کالبدم کہ جاں ندارم
دارم بخیالِ مے سر و کار ‌ ‌ ‌ ‌ می گویم و بے خبر ز گفتار
من بیہدہ در کدام حالم ‌ ‌ ‌ ‌ از گفتِ من است واز خیالم
وقت است کہ ایں جہاں وایں گفت ‌ ‌ ‌ ‌ با نفس وصالِ او شود جُفت
تو بیں کہ چوں نہ بینم ‌ ‌ ‌ ‌ برخیزم و گوشۂ نشینم
ہاں شحنۂ محتسب بمیرد ‌ ‌ ‌ ‌ از مست چنیں خبر نہ گیرد
ساقی من ازیں حیات سیرم ‌ ‌ ‌ ‌ بنمائی کرشمہ تا بمیرم
از خلقت ایں دوست نابود ‌ ‌ ‌ ‌ دانم کہ لِیَعْبُدُوا است مقصود
در زندہ سری فگند گی بنیست ‌ ‌ ‌ ‌ جُز خواریِ مرگِ بندگی نیست
مستے کہ ز پائے خم شدہ مست ‌ ‌ ‌ ‌ زاہد شدہ مست چند بنشست
ساقی برساں شرابِ نابے ‌ ‌ ‌ ‌ من جملہ شبنم تو آفتابے
در کسوتِ بادہ روز خواہم ‌ ‌ ‌ ‌ آں پرتوِ دل فروز خواہم
عقل ایں سخنم نہ می پذیرد ‌ ‌ ‌ ‌ کز روزنِ شبے چہ بہرہ گیرد
من بوئے تو در دماغ دارم ‌ ‌ ‌ ‌ از عقل کنوں فراغ دارم
روحم بہ طفیلِ نکہت راح ‌ ‌ ‌ ‌ آمد چو صباح رفت مصباح
روز است مرا و بخت بیدار ‌ ‌ ‌ ‌ گر شب بر ود ۔ برو ۔ چہ در کار
ایں نقد ز دست دادہ اولی ‌ ‌ ‌ ‌ ایں بار ز سر فتادہ اولی
چوں او آید چہ طاقتِ من ‌ ‌ ‌ ‌ چوں دوست رسد چہ جائے دشمن
او رونقِ دین و جانِ ہستی ‌ ‌ ‌ ‌ دیگر ہمہ گو کہ خود پرستی
اینک ہمی ازیں نمد گذشتم ‌ ‌ ‌ ‌ اے آئینہ فتنہ تو گشتم
لیکن نہ چنانچہ روئے بینم ‌ ‌ ‌ ‌ تا پیشِ تو لحظۂ نشینم
چشمِ بد و نیک از میاں دور ‌ ‌ ‌ ‌ خود بانی و آں تموّجِ نور
زیں پیش بہ خطّۂ بخارا ‌ ‌ ‌ ‌ بودی چو حباب آشکارا

آئینهٔ ارجمندی بود   نه نقش و نه نقشبندی بود
امروز دریں خرابه بنشیں   ایں مشت خیال را فروچیں
اینجا نیم از چه او فتاد است   جانم به همان زمیں فتاد است
دارم به همان زمین سرو کار   من نیز بخاریم به رفتار
ساقی مے نقشبند پیش آر   من صید توام کمند پیش آر
هر چند کمند عنبریں بو   آں نیست که آورد بمن او
آهوئے ختن شکار دارد   بر لاشهٔ غرے چه کار دارد
عطّار که نقشبند ثانی است   در حلقهٔ آں کمند فانی است
آں رشته که پارسا لقب بود   در پیچش آں کمند آسود
آں خواجهٔ بندگان آزاد   سر در خم آں کمند بنهاد
من چوں هوسے چنیں نیارم   من خود سگ ایں سه یار خارم
در کان نمک سگ ار نشیند   خود را بجز از نمک نه بیند
خوش آنکه سه یار چار گردد   قصر ادب استوار گردد
خشتے شده ام که ایں نکو قصر   آید به کمال خود دریں عصر
یک جام ازیں مئے که دارد   از من به تمام سر بر آرد
بزمے که دراں زلال نوشاں   خوانندم ختم مے فروشاں
شرط طلب است امید بستن   نومید نمی تواں نشستن
امید سرے به کار دارد   عکسے ز جمال یار دارد
امروز دریں رباط فانی   دارم به امید زندگانی
شمعے که دریں سیاه خانه ست   امید وصال آں یگانه ست
روزم به امید او سفید است   جاں در بدنم همیں امید است
باشد که بروں ز جستجویم   بخشند دو چند آرزویم

۱؎ اشاره بحضرت مولانا یعقوب چرخی قدس الله سره

گفتم سخنی ز کامرانی — ای ارحم راحمین تو دانی
در دیده کشم قبول خود را — خاک قدم رسول خود را
ای خاک مدینه در کجائی — در دیدهٔ من چرا نیائی
ای مردم چشم دور بینان — وی چشم و چراغ نوربینان
در باب غم آشیانه دارد — بنواز سیاه خانه دارد
سوزندهٔ غم کهن تلف به — این چتر سیاه را شرف ده
ای نور دل چهار عنصر — ای خوش صفت درون همه در
ای در تو تاج آفرینش — سر چشمهٔ مرغزار بینش
ای نور تو چون فلک هویدا — نعم البدل زمین بطحا
ای حجلهٔ خواب گاهِ مقصود — فردوس به درگهت جبین سود
ای از تو زمین بدین خدایی — دیدهٔ شرف ابو ترابی
ای آمده نور آسمانی — حاصل شده سر لامکانی
سبحان الله چه نسبت خاک — با سر لمَا خلقتُ الافلاک
او سر کمال مصطفیٰ بود — با این گره تنش کجا بود
من حاصل این خطاب گویم — مضمون ابوتراب گویم
خاک اند جماعتی که مردند — هستی به خدای خود سپردند
از سطوت نور در شکسته — در آب بقا فرو نشسته
کردی نه به پشت پای زیشان — در دکف پای خود چه امکان
سر حلقهٔ خاکیان علی بود — سر سلسلهٔ جهان علی بود
زان گنج دو نهر بند بگشود — یک سو حسن و حبیب و داود
معروف و سری جنید بغداد — کز وی طرق کثیره بگشاد
یک سوی دگر لطیفهٔ پاک — مستور به زیر پردهٔ خاک
سبطین رسول و زین عباد — پس باقر و صادق نکونژاد

این سلسله از طلاے ناب است — وین خانه تمام آفتاب است

القصه ابوتراب این است — تفسیر اشارت این چنین است

هرچند غرض درین کرامت — افتاده ز راهِ استقامت

لیکن سر رشتهٔ بجا بود — عشقم به جمال مصطفیٰ بود

گر خاک مدینه می شنودم — در راه نیازِ خواجه بودم

در مدحت حاملان رازش — گفتم همه بود در نیازش

اے خواجهٔ بارگاه سرمد — سر حلقهٔ انبیا محمدؐ

وه وه چه زبان پاک دارم — این راه چه گونه می سپارم

این تنگ بساط در نوردم — هم گردِ زبان خود بگردم

گویم سر و سرورِ من است این ۱۱۰ مداح پیمبرِ من است این

سبحان الله بلند ذات است

حمّالِ حروفِ عالیات است

سلسلهٔ پیران طریقت رحمة الله علیهم اجمعین

زصدیق و سلمان و ز قاسم — چو صادق یافت مُلک سینه معمور

بران معنی که آباے کرامش — ذخیرهٔ داشت شد نورٌ علیٰ نور

دو در سینه رساند صادق سوے بسطام — ولیک از چشم هر بیننده مستور

همان عشوه به مُلک خرقاں برد — لباس شیرواں پوشیده طیفور

چو شاه خرقاں مسند نشیں شد — به طوس افگند بانگ ورشو دور

یکے طوسی نثار افشاں بر آمد — درآں گنجینه شد ناگاه گنجور

ز گنجوری به سلطانی در آمد — ز شاهِ گورگان آورده منشور

ولیعهد فرید دوں بود و جمشید — چراغ قیصر و خاقان و فغفور

ز فرزندان آں مصر ولایت — عزیزے در همه دانست مشهور

امام وقت ابویعقوب یوسف   حجاب آفتاب و غیرت حور
عزیز مصر را دُرّ خلف شد   کہ خضرش در صدف بود است مستور
نقاب نیستی افگند در سر   عروسے را کہ در پردہ است منصور
کنوں خلوت کدہ سلطان دین است   زمین نجد و اں آں منبع نور
چو شاہ نقشبند افراشت رایت   نگند از کف قلم مانی و شاپور
بہ بے نقشی نشان خویش گم کرد   غبار چشم بد افشاندہ از شور
جنید و بایزید آوردہ یک جا   بہ نسبت جذبہ را بنشادہ از شور
برآمد ساقی ناگاہ سرمست   زباں بکشاد موسیٰ وار بر طور
امانت دار او یعقوب چرخی   کہ کم بودیش نقش غیر مخطور
فرو رفتند در نیل جلابش   فراعین ہوا مکتوف و مقہور
گرامی خواجۂ احرار از وے   خرابات جہاں شد بیت معمور
وجود خواجہ و انفاس پاکش   نمود ارے ز اسرافیل و ناقور

چو عرش فیض و فردوس لقا بود
ہم آنجا ختم شد ایں سعی مشکور

تاریخ تولد برخوردار خواجہ عبداللہ و برخوردار خواجہ محمد عبداللہ

کہ در یک سال ۱۰۱۰ھ متولد شدند سلمہا اللہ تعالےٰ

در باغ طراوت جوانی   بے برگ گزشت زندگانی
ہرگز نہ شمیدہ بوئے فرزند   بودم سروے بہ سایہ خورسند
آخر بہ برے امید بستم   افتاد دو شگوفہ بدستم
طبعم غزل نشاط می گفت   دیدم ناگہ بہار بشگفت
تاریخ شناس تیز ہیں مرد   بشگفت بہار۔ در خطے آورد
زاں ہائے دو چشمہ بہارم   بنمود دو دُرِّ شاہوارم ۱۰۱۰ھ

یعنی کہ ہماں دو نورِ باہر — دریک تاریخ گشتہ ظاہر
بالید پس از مرورِ ایّام — در بارِ درخت شد دو بادام
مابین ظہورِ آں دو گوہر — بگذشتہ چہار ماہ و اکثر
آں گشتہ دریں خرابہ منزل — روزِ یکم از ربیع اوّل
بود آخرِ عصر کاں بیگانہ — اُفتاد دریں سیاہ خانہ
خورشید گذ بد بخوابگاہش — کاینک شب و روشنی ماہش
انگشت ہلال در دہن بود — کیں شعلہ غریب خور شکن بود
زیں سقف دریچہ ہا کشادند — نظّارگیاں در ایستادند
خود تیز بہ شرق شد گریزاں — کاید بہ پناہِ صبح خیزاں
زیں طرفہ نشاط خاطر افروز — شد دامن شب چو بہرہ اندوز
قطب از طرفے نفس بر آورد — کاینک بہ تو می سپارم ایں برد
اندر ملکوت غلغل افتاد — کاسلام بہ شکل آدمی زاد
گفتند کہ تہنیت رسانیم — ایمان محمدیش خوانیم
در خانۂ کمتریں غلامے — شد بندہ یکے بزرگ نامے
ایں نام خجستہ و ملک زاد — ان شاء اللّٰہ شفیع من باد
بر درگہ خواجہ ام رساند — گوید زِ من آں سخن کہ داند
گوید کہ زِ سِرّ کارم آگاہ — او مفلس و من خزینۂ شاہ
کارش ہمہ گردِ من تپیدن — اُنسش بخیالم آرمیدن
من بودم و نقشِ خانہ او — سرگرمی آستانہ او
بیچارہ قلندرے تہیدست — می بود خزینہ دار پیوست
چوں باغ طبیعتش بر آورد — در میوہ جمال من اثر کرد
چشم ملکی شناخت زادش — زاں روئے یمین لقب نہادش
القصّہ دراں گزشتن روز — آمد بزمیں چو بادِ نوروز

کردند موذنان اسلام / تکبیر اذاں بگوشش اعلام
تا فطرت او ثبات یابد / دین ابویں بر نیا بد
برخیز بلا موذنِ غیب / در گوش من آر بانگ لاریب
ایں خستہ بسے نیاز مند است / یک اَشہدُ از بست پسند است
گر یکدم اللہ از تو گیرم / واللہ کہ ہماں زماں بمیرم
یک شعلۂ نُور دہ بہ روزم / تا خانۂ ماسوا بسوزم
خود را بہ تو باز می سپارم / می میرم و شعلہ می گزارم
در غور نیم از منِ سیہ روز / خود شعلۂ خویشتن برافروز
ایں غم کدہ باد بردہ بہتر / ایں مرگ جلی سترده بہتر
اے دوست بحق دوستداری / خواہان تو ام بجاں سپاری
ہاں از تو قدم بناز ماندن / از من سبق فراق خواندن
ہجراں تو وصل جاودانی است / در پیش تو مرگ زندگانی است
افتد کہ چنیں نہ می ہراسم / کز حیّ علی الصلاۃ نہ می ہراسم
گر حی علی الصلاۃ گوئی / ہم خود بہ صلاۃ من بپوئی
در زیر کفن شوم فسنہ اہم / رشک ہمہ زندگان عالم
من مردہ و دوست در نمازم / سبحان اللہ بخود بنازم
افتاد بہ صعقہ تجلی / گویم و ھو الذی یُصَلّیِ
گردند دو کون مدح خوانم / قَدْ اَفْلَحَ ابنِی ثنانم
ایں نقش وجود بر تراشم / تکبیرے اذاں شنودہ باشم
ہاں اللہ گوئے تا بجوشم / اینک چو صدف تمام گوشم
در راہ اللہ ار شوم نیست / حاجت بسماع اکبرم نیست
در چشم من آں الف عظیم است / دانم کہ صراط مستقیم است
من یکدم سرد تمام دارم / یک رشحہ حیات کام دارم

از رشحه کفایتست این کار
چوں من بروم چه کم چه بسیار

چوں در نگری غرض تمام است
سر رشته رشحه هم بجام است

گر بحر رسد به تشنه کامے
سیرابی اوست هم ز جامے

نے نے غلطم مقام درویش
عالی است ز حرف اندک و بیش

دریائے ازل بسے شگرف است
سبحانک تبت ایں چه حرف است

ای لیس کمثله نقابت
سر رشتهٔ عقل شد بابت

من چند فقهٔ عاقلے دریدم
ایمان محمدی گزیدم

از قید تفکرم چه حاصل
آں خواجه بس ست عقل کامل

من هیچمداں همه گمانم
تحقیق ره چنیں که دانم

هر چند که خلق ناشناسا است
گویند که عاقلست و داناست

استادم و دانشم کتابم
دانی که من از کدام بابم

طفلم که نخورده شیر مادر
افتاده همان بخاک و خوں در

نگذشته هنوز پیش سلطان
دارم دلکے تمام افغاں

گمنامم و کار جمله خام است
بسم الله نام من کدام است

نامے نه کنند مرا بخوانند
نامے که مرا ز من رهانند

اینجا سر عقل می خورد سنگ
هاں خامه به اصل قصه زن چنگ

تاریخ یکے چو شد نمودار
هنگام تولد دگر آر

افتاده به بحر و بر طلاطم
ماه رجب و پگاه ششم

چوں صبح رسید اسخرِ شب
چوں روز ز روشنی لبالب

چوں ماه تمام منشرح صدر
در ظلمت شب چو ساعت قدر

با نور محبت خدائی
در آخر فقر و بے نوائی

با خود جهت کمال آمد
خورشید پئے تهجد آمد

در عین شب آفتاب برخواست
تا صبح پسیں نشاب برخواست

آں شب در معرفت کشودند — تمثالِ طلسمِ خود نمودند
خورشید بہ احتجاب خود در — کردند ستارگاں بروں سر
از شعشعۂ چراغ بسیار — ایں عرصۂ تیرہ شد نمودار
در دیدۂ شپّراں چو کم زاد — وحدت پس ایں دو کثرت افتاد
چوں سر کشد آفتاب بر من — افتادہ نہ تیرہ و نہ روشن
آں تیرہ بہ قلزمِ فنا گم — روشن بہ حجابِ اجتبا گم
خور نیز حجاب نور دارد — در پردہ چنیں ظہور داد
گر پردہ ز روئے خود کشاید — خود نیز با حجبا در آید
یارب کہ طلسم خود کشائی — ایں طفلک را باو نمائی
خود را بنظام خود گزارد — چوں نخل زدانہ سر بر آرد
چندیں ہمہ آفتاب رفتند — در بحر تو چوں حباب رفتند
ایں قطرہ ہم از شمار ایشاں — در موج خودش مکن پریشاں
باشد کامم از و بر آید — چوں بینمش از تو یادم آید
بس تشنہ و بس خرابم اے دوست — در حسرت یکدم آبم اے دوست
ہر جا کہ ترشّح تو بینم — دُر العطش آیم و نشینم
اے بحر طلب بکام من شو — امروز یکے بجام من شو
من جام چہ می کنم گدایم — مشتاق توام دہن کشایم
اکنوں دہنم کشادہ بہتر — بحر سخن ایستادہ بہتر

زیں گفت و شنود حاصلے نیست
حیراں و خموش بایدم زیست

قطعۂ اوّل

از ساقی نامہ و دوم از تاریخ است

ایں صوت تو عرش آشیانست ۱۹ اسرار عجب درو نہان است

نہ بار کفن نہ قید رفتار ۲۰ اوّل قدمش مقام دیدار

ایماں برہنہ بادۂ تو ۲۱ فردوس دلِ کشادۂ تو

دوزخ صفتے کہ از تو دور است ۲۲ سبحان اللہ عجیب صور است

من گرچہ کہ آتشیں دماغم ۲۳ از نکہت تو شگفتہ باغم

اے زاہد خام طبع بیکار ۲۴ خود را گروِ دو جرعہ می دار

دریائے طبیعتِ خرامت ۲۵ یک قطرہ ز دُردِ مے تمامت

تاریخ تولد برخوردار خواجہ عبداللہ و خواجہ محمد عبداللہ کہ در یکسال متولد شدند

در باغ طراوتِ جوانی ۱ بے برگ گزشت زندگانی

ہرگز نشنیدہ بوئے فرزند ۲ بودم سروے بسایہ خورسند

در خانۂ کمتریں غلامے ۲۰ شد بندہ یکے بزرگ نامے

وین نام خجستہ و ملک زاد ۲۱ انشاءاللہ شفیع من باد

بر درگۂ خواجہ ام رساند ۲۲ گوید ز من آں سخن کہ داند

گوید کہ ز دستِ کارم آگاہ ۲۳ او مفلس و من خزینۂ شاہ

تاریخ تولد برخوردار خواجہ خُرد واسمہ خواجہ محمد عبداللہ سلّمہ

گل شکرے بوالعجبے دست داد ۱ شکر ہندی گل ترک زاد

بلکہ ز کشمیر گلِ زعفراں ۲ شد شکر آلودۂ ہندوستاں

شاخ گل از باغ ولایت شتافت ۳ از قدح ہند شکر آب یافت

شاخ نباتے شد ازیں طرفہ فن ۴ اَنبَتَهُ اللهُ نَبَاتاً حَسَن

بلکہ نہالے است بروں از جہات ۵ آمدہ در عرصۂ ایں شاہ مات

گرچہ فرو رفتہ دریں نیک عہد ۶ بارور است از اثر قرب عہد

آمدہ پس در خمِ ایں تبصرہ خُم ۷ ماہ رجب بود صباح ششم

کرد قلم سالِ ولادت رقم
ہاں بشمار آنچہ رقم زد قلم

رباعیات
سلسلۃ الاحکام

۱

سبحان اللہ زہے خدے متعال — عالی ز تصور و مبرّا ز خیال
از نورِ لطافتش ضمائر مشحون — وز سر سرایتش جہاں مالا مال

۲

گویند وجود کون کو نسبت حصول — نورے بجز از کون نکرد است قبول
واللہ کہ دریں پردہ لسان الغیب است — بر طبق قواعد است در دقِ اصول

۳

بشناس کہ کائنات رو در عدم اند — بل در عدم ایستادہ ثابت قدم اند
ویں کونِ معلق از خیال و وہم است — باقی ہمگی ظہور نورِ قِدَم اند

۴

بنگر کرۂ درون بیرونش نور — در وے ز عجوبگی بصد نوع ظہور
پابندۂ انواعِ ظہورش باطن — واں ظاہرِ در پردۂ وحدت مستور

۵

تکوین دو کون را صَلا در دادہ — دانی کہ درِ عدم چساں بکشادہ
حادث شدہ نسبتے درون با بیروں — در بیروں عکس آں عکوس افتادہ

۶

ما صورت و حق آئینہ عکس نماست — این است معیّتے کہ حق را با ماست
ہر صورت در ظہور شرطِ دگریست — این نسبت اسباب ازیں ہویداست

۷

آں کسب کہ نزد ما گشتہ عیاں — در مذہب اہلِ حق جز ایں ہیچ مدان

حق موجود است و فنا در مطلق اوست — ویں مثبتِ خیال حجابہ وہم است و گماں

۸

حادث کہ نباشد بدو آں پایندہ — تاثیر کند بہ حادث آیندہ

سبحان اللہ زہے خیال باطل — ایں است وجودے عدمش زایندہ

۹

آنجا کہ حق است جملگی بے سبب است — از کن فیکون جز ایں روش بس عجب است

کسے کہ وجودِ اُو بجز وہمے نیست — نسبت بحق ار کند کسے، بے ادب است

۱۰

ہر صورت علمیہ کہ ہستش گوئی — زاں ہست کہ بوئے اصل ازو میبوئی

معلوم کہ اصل است وجود علم است — جہل است اگر جز ایں روش میپوئی

۱۱

ممکن کہ خرد درِ حدیثش بکشاد — در بدو نظر بہ ہستیش فتویٰ داد

او در ہستی و ہستی اندر وے بود — بیچارہ بہ اشتباہ نامے بنہاد

۱۲

از صفائی مے و لطافت جام — درہم آمیخت رنگ جام و مدام

ہمہ جام است و نیست گوئی مے — یا مدام است نیست گوئی جام

۱۳

ایں صورت علمیہ کہ در جلوہ گریست — از خال و خطش جمال مقصود بریست

ادراک مرکب است و مرآت خود است — در روے ہمہ چشم بودن از بے بصریست

۱۴

در علم دو وجہ است بے شبہ و ریب — یک وجہ بہ شاہد است یک وجہ بہ غیب

در وجہ شاہد ہمہ رنگ است و تمیز　　در وجہ غیب نے نشان است نہ غیب

١٥

ایں علم بسیط بے تمیز است و نشاں　　در ساحت ادارہ نہ ایں است و نہ آں

چوں حاصل تازہ نُدارد نہ تواں　　تحصیل نمود کیں محال است عیاں

١٦

از حضرت ذات بہرہ استہلاک است　　استہلاکے کہ از تصوّر پاک است

آں معرفت است نامش ادراک بسیط　　آنجا چہ محلِّ دانش و ادراک است

١٧

ادراک بسیط موطن محو و فنا　　ہر جا ہستی است دارد آنجا ماوا

ایں است تفاوت کہ دریں موطن قدس　　ظاہر شدہ جُفت . عروس وحدت تنہا

١٨

ہنگام شعور ازیں مقام عالی　　ہر چند کہ ہست دست دانش خالی

در پردۂ نُور یک ظہورے دارد　　ایں ماست نتیجۂ علوم حالی

١٩

لیکن باید کہ نُور آں باطن پاک　　ہر لحظہ نیفتد ز مقام ادراک

در دیدہ ہمیں کون حصولی ماند　　تا یافت شود نتیجۂ استہلاک

٢٠

یارب چہ کلاہیست بے چارہ　　کز کوئے حقیقت نشود آوارہ

ہستی بہ کمال قرب از دستور است　　کون است حصول در دلش بسیارہ

٢١

خواہی کہ جمال غیب در دل یابی　　زنہار طلب مکن کہ مشکل یابی

در ذاتِ خُدا اگر آمد باطل　　در فکر چنیں مشو کہ باطل یابی

۲۲

خواہی حق را بہ غیر مظہر بینی　　بنشیں کہ محال است کہ دیگر بینی
می کوش کہ بے صورت تحقیقے را　　در مظہر موہوم مصوّر بینی

۲۳

حق نقطۂ جوالہ جہاں دائرہ داں　　بے دائرہ آں نقطہ بنامد بہ میاں
آں دائرہ صورت علوم نقطہ است　　واں نقطہ درو بہ جلوہ گشتہ عیاں

۲۴

گر نقطۂ جوالہ بود ذات نقط　　واں شکل نمود اعتبارات نقط
گردد چو جہاں کہ جملہ مرآۃ حق است　　خطِ نُقط و دائرہ مرآۃ نُقط

۲۵

ہر چند کہ دائرہ ز وہم است و نمود　　در نقطۂ عروض دائرہ شد مشہود
گویند کہ در نظارۂ کشف و شہود　　اعیان ہمہ عارض اند معروض وجود

۲۶

گر نقطہ بجولانگہ خود آمدنے در　　بیروں کشد از دائرہ و از خط سر
در ظاہر علم گر کج و راست شود　　در باطن علمش نہ بود ہیچ اثر

۲۷

ہاں تا نکنی غلط کہ از کم دانی　　ایں باطن را بروں ز ظاہر دانی
ظاہر بدنے کہ بے خیال روحش　　ہر چند کنی تخیلش نتوانی

۲۸

ہر جا ہستی است از نبات است و جماد　　گنجے ز صفات خود درو حق بنہاد
ہستی چو بذات خود علیم است و قدیر　　از ہست چگونہ علم و قدرت افتاد

۲۹

در ہر شکلے کہ رنگ ہستی پیدا است　　لوحے است کہ قادر و مرید و دانا است

لیکن ہر یک پئے تردد گشتہ — در ظاہر علم ازیں صفتہا یکتاست

۳۰

حق روح جہاں انفس و آفاق بدن — چوں نقطہ کہ دائرہ دارد تشکن
ظاہر در وے ہمہ صفات نقطہ است — مظہر بگزار چنگ در ظاہر زن

۳۱

ایں ظاہر بے مثل بسان بدن است — واں لیس کمثلہ در و خیمہ زن است
روح است بہ اعتبار اطلاق وجود — گاہے نفس است گہ اویس قرن است

۳۲

ہم بیرنگ است یار و ہم رنگ پذیر — آں لیس کمثلہ سمیع است و بصیر
ایں سمع و بصر جز ایں ندارد دگرے — آں جملہ غنی است و ماسوی جملہ فقیر

۳۳

تنزیہ فقط ز علم سوئے ادب است — از ملتی و سمع صاحب دل عجب است
در ظاہر آیات بسے تشبیہ است — در باطن خود تمام آیات رب است

۳۴

تشبیہ را کہ بوئے تنزیہش نیست — در اکثر تنزلات توجیہش نیست
ایں نکتہ ز فتہ ہاں مشر باید — سہل است و در وز اگرچہ تنبیہش نیست

۳۵

چوں ظاہر علم پردۂ مقصود است — وین ہشت خیال سر بسر نابود است
از نقش دے بسوے بینقش گریز — وانگاہ نظارہ کن کہ حق موجود است

۳۶

بر حسن تو نہ ہست ز انبار نقوش — شد ظاہر و باطن تو در کار نقوش
بر خیز و جمال نقشبندے بطلب — کاساں شود ت شکست بازار نقوش

۳۷

چوں نقش نہادہ رُخ نہ بے نقش آری — زاں لوح وجود نسخہ بر داری
نُور بیرنگ تر جانش گردد — زنہار کہ دل بر تر جہاں نہ سپاری

۳۸

آں بے رنگے چو پرتو انداز شود — بس راز نہفتہ را غمّاز شود
ہر جا نوریست بر کشد جملہ بخود — وانگہ بے انکشاف ہر راز شود

۳۹

گویند کہ چوں رسد ندآئی بہ کمال — گردد دو جہاں ز تر جہاں مالا مال
چشم از ہمہ سو سرمۂ مازاغ کشد — گوش از ہمہ جانب شنود بانگ تعال

۴۰

ممکن ز تنگنائے عدم ناکشیدہ کام — واجب بہ جلوہ گاہ عیاں نانہادہ گام
در حیرتم کہ ایں ہمہ نقش غریب چیست — بر لوح صورت آمدہ مشہود خاص و عام

۴۱

اے گشتہ بہر نمود بیہودہ گرد — ایں است مقام کنتُ سمعَہٗ بشنو
در تست نمونہ کہ بس بے طرف است — بنشیں و بہ ہر طرف مشو زنگے دو

۴۲

یک لحظہ سرے بہ جیب ہستی در کش — حرف اَنَا گوئی را خطے بر سر کش
گر مرد رہی بہ نامرادی خو کن — یعنی کہ نگار نیستی در بر کش

۴۳

ایں سکہ کہ من زدم بنام فقر است — ویں روشنی از نور تمام فقر است
بر خیز رہ خواجۂ احرار بگیر — کاں راہ ز سر حد مقام فقر است

۴۴

آمد چو رُباعی بہ چہار از عشرات — خامُش شُدہ خامہ و دہن بستہ دوات

ما هم سخنے را که به شرحش گفتیم — کردیم تمام بر محمدؐ صلوات

۴۵

اندیشه چو اربعین خود برد بسر — در تفرقه اش چو اهل ظاهر منگر
هر چند که هست کل یوم فی شانٍ — در هر نفسے نئے نشاں داده خبر

۴۶

اے خواجه دریں نامه بسے اسرار است — فهمش ز مقیّد خرد دشوار است
از کون و مکاں مقیدانش فرزند — مجموعهٔ ما سلسلة الاحرار است

۴۷

در راه خدا جمله ادب باید بود — تا جاں باقی است در طلب باید بود
دریا دریا اگر به کامت ریزند — گم باید کرد و خشک لب باید بود

۴۸

بدمست من امشب چو مه آراسته است — غم همچو هلال لاغر و کاسته است
اے صبح بروں میا که ترکاں مستند — وے شب بنشیں که فتنه برخاسته است

۴۹

صحرا نشیں ز سیل حذر کن که آستیں — تر می کنم به گریه و افسرده می روم
آں گلبنم به باغ تو کز یک نسیم لطف — نشگفته ام هنوز که پژمرده می روم

فردها

از تو اے بیرنگ با چندیں صور — هم مشبّه هم منزّه خیره سر

من از محیط محبت نشاں همی دیدم — که استخوان عزیزاں به ساحل افتاده است

می گزشتم ز غمم آسودہ کہ ناگہ زکمیں ۳ عالم آشوب نگاہے سر راہم بگرفت

بغیر آنکہ بہ روز سیاہ خود گرید وگرز دیدۂ باقی چہ کار می آید

مندرجہ ذیل تین رباعیاں اور چار فرد کے متعلق یہ صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کی ہیں یا کسی اور کی ہیں۔ اس سلسلہ میں تحقیق کرنی ضروری ہے۔

۱

آنجا کہ کمال کبریاے تو بود عالم نمے از بحر عطاے تو بود
مارا چہ حد حمد و ثناے تو بود ہم حمد و ثنایم نہ سزاے تو بود

۲

من کیستم اندر چہ شمارم چہ کسم باہمرہیٔ سگانش باشد ہوسم
در قافلۂ کہ اوست دانم نہ رسم ایں بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

۳

جانا بقمار خانہ رندے چند اند با مردم کم عیار کم پیوندند
رندے چند اند کس نہ داند چند اند بر نسیہ و نقد ہر دو عالم خندند

گاہ خورشید و گہے دریا شوی ۱ گاہ کوہ قاف و گہ عنقا شوی

تو نہ آں باشی نہ ایں در ذات خویش ۲ اے بروں از وہم ہا در پیش پیش

ما کئیم اندر جہاں پیچ پیچ ۳ چوں الف او خود ندارد ہیچ ہیچ

در لیقا کت نہ دانستم ہمی پنداشتم دائم ۴ ازیں پندار گوناگوں وزیں دانش پشیمانم
